عمران سیریز
اقارم

ہے اور آ کر گزر جاتا ہے۔ اس طوفان کے کچھ نشان تو ضرور ثبت رہ جاتے ہیں لیکن زندگی کی گاڑی کے پہیے چلتے رہتے ہیں اور وہی انسان کامیاب رہتے ہیں جو خود کو حالات کے مطابق ڈھال لیتے ہیں اور طوفانوں کا مقابلہ کر کے انہیں ٹوٹنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ جس تناسب سے مہنگائی میں اضافہ ہو رہا ہے اسی تناسب سے روپے کی قدر میں بھی کمی آتی جا رہی ہے۔ میں نے پہلے بھی کہا تھا اور اب پھر کہہ رہا ہوں کہ مہنگائی کے طوفان کا مقابلہ کرنے کے لئے اس دور میں آپ کو یہ ذہن نشین کرنا پڑے گا کہ کل کے دس روپے آج کے ایک سو روپے کے برابر ہیں۔ کل جو چیز آپ دس روپے میں حاصل کرتے تھے آج وہی چیز سو روپے کی ہو چکی ہے۔ اس طرح آپ کو نوٹ کی مالیت اور اس کی قدر کا فرق صاف دکھائی دے جائے گا۔ اب مجھے اجازت دیں تاکہ میں جلد سے جلد خلائی ایڈونچر 'سرخ قیامت' مکمل کر کے آپ کی خدمت میں پیش کر سکوں۔ آپ بس جلد سے جلد عمران کے سوال کا جواب دینے کی تیاری کریں۔ اب اجازت: اللہ حافظ۔

آپ کا مخلص

ظہیر احمد

E.Mail.Address arsalan.publications@gmail.com

یہ اسرائیل کی شمالی پہاڑیوں میں موجود ایک پہاڑی کے اندر ایک بہت بڑا ہال نما کمرہ تھا جس کا ماحول انتہائی پراسرار دکھائی دے رہا تھا۔ کمرے کی دیواریں سیاہ رنگ کی تھیں۔ کمرے میں کاٹھ کباڑ، خالی ڈبے، کیمیکلز کے ڈرم اور ایسی ہی بہت سی چیزیں سائیڈوں میں پڑی ہوئی تھیں جن سے نکلنے والی بو ہر طرف پھیلی ہوئی تھی۔

کمرے میں دو بڑی بڑی مشینیں بھی نصب تھیں جو ایٹمی بیٹریوں سے ہر وقت آن رہتی تھیں۔ ان میں سے ایک مشین کافی بڑی تھی جس میں سٹی سکین کرنے والا ایک سسٹم بھی لگا ہوا تھا۔ مشین پر بے شمار سکرینیں تھیں جہاں انسانی جسم، انسانی ہڈیاں، کھوپڑیاں اور انسانی جسم میں کام کرنے والے مختلف اعضاء الگ الگ دکھائی دے رہے تھے۔ ان مشینوں سے نکلنے والی کئی ٹیوبیں اور تاروں کے جال پورے کمرے میں پھیلے ہوئے دکھائی دے

رہے تھے۔

کمرے میں برقی لائٹس بھی آن تھیں جس سے پورا کمرہ روشن تھا۔ اور دیواروں کے ساتھ ایک چھوٹی سی تجرباتی سائنسی لیبارٹری کا سامان بھی ایک خاص ترتیب سے رکھا ہوا تھا جہاں مختلف بیکرز میں مختلف رنگوں کا محلول دکھائی دے رہا تھا۔ ان بیکرز سے کیف اور ٹیوبز بھی لگی ہوئی تھیں جو گھومتی ہوئی مختلف اطراف کی طرف جا رہی تھیں۔ چند بیکرز کے نیچے گیس لیمپ جل رہے تھے جن سے بیکرز میں موجود محلول ابل رہے تھے اور ان محلولوں کی بھاپ ایک ٹیوب سے گزر کر دوسرے بیکر میں اور دوسرے بیکر سے گزر کر تیسرے اور پھر چوتھے بیکر میں جا رہی تھی ہر بیکر میں بھاپ گزرتے ہوئے عمل کشید کے ذریعے اپنا رنگ تبدیل کر لیتی اور پھر اگلے بیکر میں جا کر اس کا رنگ پھر بدل جاتا تھا۔

کمرے کے وسط میں دو بڑے بڑے سٹریچرز پڑے ہوئے تھے جن پر دو لاشیں پڑی تھیں۔ ان میں سے ایک لاش تو انسانی تھی۔ انسانی لاش بھی ایسی جیسے بہت سے انسانوں کے الگ الگ ٹکڑوں کو اکٹھا جوڑ کر باقاعدہ سی دیا گیا ہو۔ لاش کے ہاتھ کسی ایک انسان کے تھے۔ ٹانگیں کسی دوسرے انسان کی اور جسم کسی تیسرے انسان کا تھا۔ اسی طرح انسانی سر کسی چوتھے انسان کا دکھائی دے رہا تھا۔ ہاتھ پاؤں اور سر کے جوڑ بھی صاف دکھائی دے رہے تھے اور وہاں ٹانکوں کی لمبی لمبی قطاریں سی بنی ہوئی تھیں۔

انسانی جسم عام انسان سے کہیں زیادہ لمبا چوڑا، مضبوط اور طاقتور دکھائی دے رہا تھا۔ اس انسانی لاش کا سینہ کھلا ہوا تھا جہاں اس کا دل اور جسم کے دیگر اعضاء صاف دکھائی دے رہے تھے۔ اس انسان کے جسم میں خون نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ انسان کا سر گنجا تھا اور اس کے سر کی کھوپڑی بھی آدھی سے زیادہ کھلی ہوئی تھی جہاں انسانی دماغ کی جگہ ایک مشینی دماغ لگا ہوا تھا جسے بالکل انسانی دماغ جیسا بنایا گیا تھا۔

دوسرے سٹریچر پر ایک انسان جیسی مگر عجیب وغریب لاش دکھائی دے رہی تھی جس کا قد کاٹھ تو انسانوں جیسا تھا لیکن اس کا سر گنجا اور لمبا تھا۔ سر کا پچھلا حصہ کسی نوک کی طرح ابھرا ہوا تھا اور اس کی آنکھیں گول گول تھیں جو کھلی ہوئی تھیں لیکن ان میں زندگی کی چمک مفقود ہو چکی تھی۔

اس لاش کے جسم پر بال کا نام و نشان تک نہیں تھا۔ اس لاش کے ہاتھ پاؤں بے حد پتلے پتلے تھے جیسے کسی انسان کے ساتھ پتلے پتلے بانس لگا کر اس کے ہاتھ پاؤں بنا دیئے گئے ہوں۔ اس لاش کے زیریں حصے پر سرخ رنگ کا ایک جانگیہ تھا۔ لاش کے ہر حصے میں لمبی لمبی سوئیاں ٹھسی ہوئی تھیں جن کے پچھلے سرے پر پلاسٹک کی ٹیوبز لگی ہوئی تھیں اور ان پلاسٹک کی ٹیوبز میں سیاہ رنگ کا دھواں سا بھرا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ ان ٹیوبز کے دوسرے سروں پر بھی سوئیاں لگی ہوئی تھیں جو دوسری لاش کے جسم میں جگہ

جگہ پیوست دکھائی دے رہی تھیں۔ یوں لگ رہا تھا جیسے بانس جیسے ہاتھ پاؤں والی لاش کے جسم سے نکلنے والا دھواں خون کی طرح دوسری لاش میں منتقل کیا جا رہا ہو۔

بانس جیسے ہاتھ پاؤں والی لاش کا سر منہ کسی بیل کے سر جیسا دکھائی دے رہا تھا۔ اس کے چہرے پر ناک کی جگہ دو سوراخ تھے اور ہونٹ اس قدر سرخ تھے جیسے اس لاش نے ابھی چند لمحے قبل خون پیا ہو۔

دیواروں کے ساتھ لگی مشینوں کے بھی کئی تار نکل کر ان لاشوں میں سوئیوں کی طرح پیوست دکھائی دے رہے تھے۔ اسی طرح بیکرز میں ابلتے ہوئے محلولوں کی رنگین بھاپ کی ٹیوبز بھی انسانی لاش کی رگوں میں سوئیوں کے ذریعے پہنچائی گئی تھی۔

اس حیرت انگیز اور پراسرار کمرے میں صرف ایک ہی زندہ شخصیت موجود تھی جو ایک ادھیڑ عمر ڈاکٹر کرسٹائن تھا۔

ڈاکٹر کرسٹائن کا تعلق اسرائیل سے تھا۔ وہ کٹر یہودی تھا۔ اس نے سائنس کی دنیا میں انقلاب برپا کر رکھا تھا اور اس نے اسرائیل کو سائنس کی دنیا میں اعلیٰ مقام دلانے کے لئے چونکہ بے پناہ کام کیا تھا اس لئے اسرائیلی حکومت نے اس کی اعلیٰ خدمات کے اعزاز میں اسے سر کا خطاب دیا تھا۔ لیکن سر کرسٹائن نے اپنے نام کے ساتھ سر کا دم چھلا لگانا پسند نہیں کیا تھا وہ خود کو ہمیشہ ڈاکٹر کہلانے میں ہی فخر محسوس کرتا تھا اس لئے اسے سر کرسٹائن کی بجائے سب

ڈاکٹر کرسٹائن کے نام سے ہی پکارتے تھے۔

ڈاکٹر کرسٹائن چونکہ اسرائیل کے سینئر سائنس دانوں میں شمار ہوتا تھا اس لئے اسے اسرائیل کی سب سے بڑی لیبارٹری ڈبل کراس کا چیف انچارج بنا دیا گیا تھا۔ ڈاکٹر کرسٹائن نے چونکہ سائنس کی دنیا میں اپنی ساری عمر گزار دی تھی اور اس نے دن رات ایک کر کے اسرائیل کو ناقابلِ تسخیر بنا کر سُپر پاور ممالک کی فہرست میں لا کھڑا کیا تھا اس لئے اسے اسرائیل میں بے پناہ عزت، شہرت اور اعلیٰ مقام حاصل تھا۔

ڈاکٹر کرسٹائن نے اسرائیل کی دفاعی صلاحیتوں کے ساتھ منفرد سائنسی اسلحہ بنانے میں بھی بہت کام کیا تھا۔ اس نے جدید میزائلوں کے ساتھ ساتھ اسرائیلی فوج کے لئے جدید سے جدید گنیں بھی بنائی تھیں جس سے اسرائیلی فوج کا نہ صرف مورال بلند ہو گیا تھا بلکہ وہ ڈٹ کر اپنے دشمنوں کا مقابلہ کر سکتے تھے۔ ان کے پاس ایسی گنیں تھیں جنہیں لے کر وہ کسی بھی عمارت کے کارنر کے پیچھے سے چھپ کر ایک ڈیجیٹل سکرین سے ٹارگٹ کو سرچ کر کے اسے نشانہ بنا سکتے تھے۔ جسے کارنر شاٹ گن کہا جاتا تھا۔ ایک لحاظ سے ڈاکٹر کرسٹائن نے اسرائیل کو سائنس کے میدان میں ناقابل تسخیر صلاحیتوں کا حامل بنا دیا تھا جس سے ان کی ذہانت کی نہ صرف اسرائیل بلکہ پوری دنیا معترف تھی۔ اسرائیل کو اس قدر جدید ٹیکنالوجی دینے اور ناقابلِ تسخیر بنانے کے باوجود ڈاکٹر

کرسٹائن مطمئن نہیں تھا۔ وہ اسرائیل کو پوری دنیا پر حاوی کرنے کا خواب دیکھتا تھا۔ اس کا ارادہ تھا کہ وہ اسرائیل کو طاقت کی اس نہج تک پہنچا دے کہ پوری دنیا اسرائیل کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو جائے اور پوری دنیا پر اسرائیل کا قبضہ ہو جائے۔ ڈاکٹر کرسٹائن اسرائیل کو تمام سُپر پاورز کا سپریم بنانا چاہتا تھا۔

سائنسی میدان میں وہ اسرائیل کے لئے جو کچھ کر سکتا تھا وہ اس نے کر دیا تھا۔ اس کی ایجادات اور کوششوں سے اسرائیل کا نام سُپر پاورز کی فہرست میں تو آ گیا تھا لیکن وہ اسرائیل کو سپریم پاور نہیں بنا سکا تھا جس کی وجہ سے وہ بے حد ڈسٹرب اور ٹینشن میں مبتلا رہتا تھا۔ اس کا بس نہیں چلتا تھا کہ کسی طرح سے اسے کوئی جادوئی چراغ مل جائے جس کی مدد سے وہ نہ صرف فلسطینیوں سے ان کا سب کچھ چھین لے بلکہ انہیں اور دنیا کے تمام مسلمانوں کو اٹھا کر سمندر برد کر دے۔ وہ چاہتا تھا کہ پوری دنیا پر صرف یہودیوں اور اسرائیل کی ہی حکومت ہو۔

ڈاکٹر کرسٹائن نے اسرائیل کو جدید سائنسی ٹیکنالوجی کا حامل تو بنا دیا تھا لیکن اس کی انتہائی کوششوں کے باوجود اسرائیل سائنس کی دنیا میں ٹاپ پوزیشن حاصل نہیں کر سکا تھا جس کا ڈاکٹر کرسٹائن کو بے حد رنج تھا اور اسی قلق میں اس نے وقت سے پہلے ہی ریٹائرمنٹ کا اعلان کر دیا تھا۔

ڈاکٹر کرسٹائن کے اس طرح اچانک ریٹائرمنٹ کے اعلان نے

اسرائیل کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ انہیں ابھی ڈاکٹر کرسٹائن جیسے ذہین سائنس دان کی اشد ضرورت تھی۔ اسرائیلی حکومت ڈاکٹر کرسٹائن کو فورس کر رہی تھی کہ وہ کسی طرح سے ریٹائرمنٹ کا اعلان واپس لے لیں اور ڈبل کراس لیبارٹری میں کام کرتے رہیں لیکن ڈاکٹر کرسٹائن نے ریٹائرمنٹ کا اعلان واپس لینے سے انکار کر دیا اور اس نے ڈبل کراس لیبارٹری بھی چھوڑ دی اور اسرائیل میں اپنے ایک نواحی گاؤں تاؤ ساک شفٹ ہو گیا جہاں اس کی اپنی جاگیر تھی۔

ڈاکٹر کرسٹائن نے چونکہ اپنی ساری زندگی یہودیوں کے لئے وقف کر رکھی تھی اور وہ یہودیوں کو پوری دنیا میں اعلیٰ مقام دلانے کے لئے دن رات ایجادات میں مصروف رہتا تھا اس لئے اس نے شادی جیسا جھنجھٹ نہیں پالا تھا۔ چونکہ اس کے دور نزدیک کا کوئی رشتہ دار بھی نہیں تھا اس لئے وہ الگ تھلگ اور خاموش ماحول میں رہنا زیادہ پسند کرتا تھا۔

ڈاکٹر کرسٹائن کو منانے کی اعلیٰ سطح پر کوششیں کی جا رہی تھیں لیکن ڈاکٹر کرسٹائن نے جیسے نہ ماننے کی قسم کھا لی تھی پھر اچانک اسرائیلی حکومت کو ایک اور بڑا دھچکا اس وقت لگا جب انہیں معلوم ہوا کہ ڈاکٹر کرسٹان اپنے نواحی گاؤں کی حویلی سے غائب ہو گیا ہے۔ اسے تلاش کرنے کی ہر ممکن کوشش کی گئی۔ بے شمار ایجنسیاں حرکت میں آ گئیں اور انہوں نے ڈاکٹر کرسٹائن کو تلاش کرنے میں

زمین آسمان ایک کر دیا لیکن ڈاکٹر کرسٹائن یوں غائب ہو گیا تھا جیسے سچ مچ اسے زمین نے نگل لیا ہو یا آسمان نے اٹھا لیا ہو۔

حویلی میں ڈاکٹر کرسٹائن کے ساتھ اس کی دیکھ بھال کے لئے چند ملازمین رہتے تھے۔ ڈاکٹر کرسٹائن کے انکار کرنے کے باوجود ان کی حفاظت کے لئے حکومت نے انہیں سپیشل گارڈز کی سہولت بھی فراہم کر رکھی تھی جو حویلی کے اندر اور باہر رہ کر ڈاکٹر کرسٹائن کی حفاظت کرتے تھے۔ جس روز ڈاکٹر کرسٹائن غائب ہوا تھا اس روز حویلی میں ان ملازمین اور ان گارڈز کی لاشیں پائی گئی تھیں جو حویلی کے اندر ڈاکٹر کرسٹائن کی حفاظت کے لئے مامور تھے۔ حویلی میں ایسا ماحول دکھائی دے رہا تھا جیسے وہاں غیر ملکی ایجنٹوں نے حملہ کیا ہو اور حویلی میں موجود تمام ملازمین کو ہلاک کر کے ڈاکٹر کرسٹائن کو اٹھا کر وہاں سے لے گئے ہوں۔ باہر موجود گارڈز کو یہ علم ہی نہیں ہو سکا تھا کہ حویلی کے اندر ہوا کیا تھا۔

حکومتی ایجنسیوں نے فوری طور پر ان گارڈز کو اپنی حراست میں لے لیا اور ان سے پوچھ گچھ کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو گیا۔ گارڈز سے پوچھ گچھ کرنے کے ساتھ ساتھ اسرائیلی سراغ رساں انتہائی راز داری سے حویلی اور پورے اسرائیل میں ڈاکٹر کرسٹائن کو تلاش کرتے پھر رہے تھے لیکن ڈاکٹر کرسٹائن کا کچھ پتہ نہیں چل رہا تھا۔ سراغ رساں اپنی سرتوڑ کوششوں کے باوجود ڈاکٹر کرسٹائن کا کچھ پتہ نہیں لگا سکے تھے۔ ان کے خیال کے مطابق جن سیکرٹ

ایجنٹوں نے ڈاکٹر کرسٹائن کو اغوا کیا تھا انہوں نے اپنے پیچھے ایک ایک معمولی سا کلیو تک نہیں چھوڑا تھا۔ وہ ایجنٹ کون تھے اور ڈاکٹر کرسٹائن کو کن راستوں سے اور کہاں لے گئے تھے اس کے بارے میں کسی کو کچھ معلوم نہیں ہو رہا تھا۔

اسرائیل کے اس قدر قابل اور ذہین سائنس دان کا اغوا معمولی بات نہیں تھی۔ ڈاکٹر کرسٹائن جیسے سائنس دان کو تلاش کرنے کے لئے اسرائیل اپنی ہر ممکن کوشش کر رہا تھا۔ مگر کوئی یہ نہیں جانتا تھا کہ ڈاکٹر کرسٹائن اغوا نہیں ہوا تھا بلکہ وہ اپنی مرضی سے وہاں سے غائب ہوا تھا۔

ڈاکٹر کرسٹائن کسی کو بتائے بغیر ایک روز اپنی حویلی میں موجود تمام افراد کو ہلاک کر کے ایک خفیہ راستے سے وہاں سے نکل گیا تھا۔ ڈاکٹر کرسٹائن جہاں سائنس کی دنیا کا بادشاہ تھا وہاں اس نے سفلی اور پراسرار علوم میں بھی بے پناہ مہارت حاصل کر رکھی تھی۔ وہ سائنس کی دنیا میں رہتے ہوئے بھی سفلی اور قدیم علوم پر بے پناہ اعتقاد رکھتا تھا اور ان علوم پر دسترس پانے کی کوششوں میں لگا رہتا تھا۔ پراسرار اور سفلی علوم کے حصول کے لئے ڈاکٹر کرسٹائن نے پوری دنیا کی خاک چھانی تھی وہ تابات کے لاماؤں اور راہبوں سے بھی ملا تھا۔ کافرستان کے پنڈتوں اور سیلانیوں سے بھی مل کر اس نے سفلی اور پراسرار علوم کی معلومات حاصل کی تھیں اور قدیم مصری جادو کے ساتھ ساتھ اس نے افریقہ کے پراسرار جنگلوں میں جا کر

قدیم قبیلوں کے وچ ڈاکٹروں سے بھی بہت کچھ حاصل کیا تھا۔ ان سب کے علاوہ ڈاکٹر کرسٹائن نے سفلی اور پراسرار علوم حاصل کرنے کے لئے دنیا بھر کی لائبریریاں چھان ماری تھیں جہاں سے قدیم دور کے بے شمار نسخے اس کے ہاتھ آ گئے تھے اور وہ ان نسخوں سے قدیم ترین سفلی اور پراسرار علوم کے راز جان گیا تھا اور اس نے بہت کچھ سیکھ لیا تھا۔ جس سے وہ ان پراسرار اور سفلی علوم کا ماہر بن گیا تھا۔

ڈاکٹر کرسٹائن نے ان علوم کے حصول کے لئے اسرائیل کی لیبارٹری سے کئی کئی ماہ کی رخصت لی تھی۔ وہ رخصت لے کر کہاں جاتا تھا اور کیا کرتا پھرتا تھا اس کے بارے میں اسرائیلی حکومت آج تک انتہائی کوششوں اور ڈاکٹر کرسٹائن کی نگرانی کرنے کے باوجود کچھ نہیں جان سکی تھی نہ ہی ڈاکٹر کرسٹائن نے کسی سے اپنی مصروفیات کا ذکر کیا تھا۔ وہ جس خاموشی سے جاتا تھا اسی خاموشی سے واپس آ جاتا تھا اور اپنے کاموں میں مگن ہو جاتا تھا۔ اس کے کام چونکہ تعمیری نوعیت کے اور اسرائیل کے مفادات کے لئے ہوتے تھے اس لئے اسرائیلی حکام اس پر زیادہ پریشر نہیں ڈالتے تھے اور حکام کے حکم پر ایجنٹ خاموشی سے اس تگ و دو میں لگے رہتے تھے کہ وہ ڈاکٹر کرسٹائن کی ان ایکٹیوٹیز کا پتہ چلا سکیں کہ وہ رخصت لے کر کہاں جاتا تھا۔

ڈاکٹر کرسٹائن دوسرے ممالک میں جانے کے لئے خفیہ ذرائع

استعمال کرتا تھا۔ وہ میک اپ کر کے خفیہ راستوں سے نکلتا تھا اور مختلف ممالک کا سفر کرتا ہوا اپنی منزل پر پہنچ جاتا تھا۔ اس کی منزل کبھی کافرستان ہوتی تھی۔ کبھی افریقہ کے پراسرار جنگلات اور کبھی تابات کی دشوار گزار اور خطرناک پہاڑی سلسلے جہاں اسے سفلی اور پراسرار علوم کا کوئی نہ کوئی ماہر مل ہی جاتا تھا اور وہ کچھ وقت ان کے ساتھ گزار کر ان سے کچھ نہ کچھ حاصل کر ہی لیتا تھا۔ ان علوم کے حصول کی باقی رہی سہی کسر ڈاکٹر کرسٹائن نے قدیم نسخوں سے پوری کر لی تھی جس سے وہ ایک ماہر وچ ڈاکٹر بن گیا تھا۔

ڈاکٹر کرسٹائن نے سفلی علوم کے ذریعے ایک شیطانی طاقت اپنے قبضے میں کر لی تھی جو اس کی سفلی اور پراسرار علوم میں اضافہ کرنے میں بے حد معاونت کر رہی تھی اور وہ طاقت ڈاکٹر کرسٹائن کو ایسے ایسے رازوں سے آگاہ کرتی تھی جنہیں جان کر ڈاکٹر کرسٹائن کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جاتی تھیں اور وہ مزید سفلی علوم کے حصول کے لئے کمر بستہ ہو جاتا تھا۔

ڈاکٹر کرسٹائن نے جو شیطانی طاقت اپنے بس میں کر رکھی تھی اس کا نام زامبا تھا۔ زامبا نے ڈاکٹر کرسٹائن کو تابات، کافرستان، مصر، بنگال اور افریقہ کے قدیم اور انتہائی طاقتور پراسرار علوم سے بھی روشناس کرانا شروع کر دیا تھا جن کے ماہر اپنے دور میں اس قدر طاقت رکھتے تھے کہ وہ پوری دنیا کو تسخیر کر سکتے تھے اور پوری دنیا ان طاقت کے پجاریوں کے سامنے بے بس اور لاچار ہو سکتی

تھی لیکن ان طاقت کے پجاریوں اور سفلی علوم رکھنے والوں کے سامنے ہمیشہ سے ہی روشنی کی طاقتیں سنگی دیوار بنی رہی تھیں جن کی وجہ سے وہ اپنے مقاصد میں یکسر ناکام ہی ہوتے آئے تھے اور ان میں سے کسی کا بھی آج تک دنیا کو تسخیر کرنے کا خواب پورا نہیں ہو سکا تھا۔ روشنی کی طاقتیں انسانی ہوں یا جناتی، ہمیشہ شیطانی طاقتوں کا راستہ روکنے کے ساتھ ساتھ ان کی تباہی اور فنا ہی کا باعث بنتی رہتی تھیں جن سے بڑے بڑے پجاریوں، جادوگروں اور شیطانی علوم کے ماہروں کو شکست کا ہی سامنا کرنا پڑتا تھا۔

زامبا نے ڈاکٹر کرسٹائن کو قدیم مصر کے فرعونی دور کے ایک طاقتور اور شیطانی علوم کے ماہر اقارم کے بارے میں بھی بتایا تھا۔ اقارم جو قدیم دور کا ایک بہت بڑا جادوگر، پجاری اور طاقت کا دیوتا سمجھا جاتا تھا کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ سفلی علوم حاصل کر کے اس نے باقاعدہ شیطان کے دربار تک رسائی حاصل کر لی تھی اور پھر شیطان نے اسے اپنا نائب بنا لیا تھا۔ شیطان کا نائب بننے کے بعد اقارم کی سفلی طاقتوں میں بے پناہ اضافہ ہو گیا تھا۔ شیطان کے حکم کے تحت وہ ان طاقتوں کا استعمال کر کے پوری دنیا پر قابض ہو سکتا تھا اور پوری دنیا کو اپنے قدموں پر جھکنے پر مجبور کر سکتا تھا۔ لیکن جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ ہر فرعون کے لئے ایک موسیٰ ضرور پیدا ہوتا ہے۔ اس دور میں بھی اقارم جیسے بڑے شیطان کو ہلاک کرنے کے لئے روشنی کی طاقتیں متحرک ہو گئیں اور اس دور کے بہت سے

جن و انس کو آگے لایا گیا تھا جنہوں نے مشترکہ جدوجہد کر کے اقارم جیسے شیطان کو قابو کیا تھا۔ اقارم کو ایک پتھر کے بت میں تبدیل کر دیا گیا تھا اور اس بت کو ایک ٹھوس چٹان میں قید کر کے ایسی جگہ پھینک دیا گیا تھا جہاں کسی کی سوچ بھی نہیں جا سکتی تھی۔

اقارم کو جن جنات اور انسانوں نے پتھر کا بت بنا کر چٹان میں قید کیا تھا وہ کون تھے اور کہاں سے آئے تھے ان کے بارے میں کسی کو کچھ معلوم نہیں ہو سکا تھا اور نہ یہ معلوم ہو سکا تھا کہ اقارم کہاں غائب ہو گیا تھا۔ یہاں تک کہ اقارم کو تلاش کرنے میں شیطانی طاقتیں بھی ناکام ہو چکی تھیں اور صدیاں گزرنے کے بعد بھی اب تک اقارم لاپتہ تھا۔

زامبا نے ڈاکٹر کرسٹائن کو یہ بھی بتایا تھا کہ جب اقارم کو شیطان نے اپنا نائب بنایا تھا تو شیطان نے خوش ہو کر اسے اپنا مخصوص عصاء کچھ وقت کے لئے دے دیا تھا اور اب شیطان بھی چاہتا تھا کہ کسی طرح سے اقارم کا پتہ چل جائے تاکہ وہ اس سے اپنا دیا ہوا عصاء واپس لے سکے کیونکہ اقارم، شیطان کے عصاء کے ساتھ ہی غائب ہوا تھا۔ زامبا نے ڈاکٹر کرسٹائن کو جب شیطانی عصاء کے بارے میں بتانا شروع کیا تو ڈاکٹر کرسٹائن کے دل میں بھی یہ خواہش بیدار ہو گئی کہ اگر کسی طرح سے اسے شیطانی عصاء مل جائے تو وہ اس کی مدد سے پوری دنیا پر قبضہ کر سکتا ہے اور وہ کسی طرح سے اقارم کو تلاش کر کے اسے اپنا غلام بنا لے تو اس

سے ڈاکٹر کرسٹائن کو بھی وہ تمام مراعات حاصل ہو جائیں گی جو کبھی
اقارم کو حاصل تھیں۔ اقارم کی مدد سے ڈاکٹر کرسٹائن نہ صرف
شیطان کے دربار تک رسائی حاصل کر سکتا تھا بلکہ وہ ان تمام قوتوں
کا مالک بھی بن جاتا جو اقارم کے پاس تھیں۔ اقارم اس کا غلام
بن کر اسے طویل مدت تک زندہ رہنے کی طاقت بھی دے سکتا تھا۔

اقارم اور اس کے شیطانی عصاء کے حصول کے لئے ڈاکٹر
کرسٹائن کی خواہش دن بدن زور پکڑتی جا رہی تھیں۔ اس کے لئے
ڈاکٹر کرسٹائن تمام قدیمی نسخوں، کتابوں اور پراسرار اور سفلی علوم
جاننے والوں سے معلومات حاصل کر رہا تھا۔ انتہائی کوششوں سے
ڈاکٹر کرسٹائن کو یہی معلوم ہو سکا تھا کہ اگر وہ اقارم تک پہنچنا چاہتا
ہے تو اس کے لئے اسے قدیم مصری شہزادیوں تک رسائی حاصل
کرنا ہو گی جو اقارم کی کنیزیں تھیں۔ ان کنیزوں کی تعداد پانچ تھی
اور ان کے بارے میں بھی کہا جاتا تھا کہ جب اقارم غائب ہوا تھا
تو اس کی پانچ کنیزیں بھی اس کے ساتھ تھیں جو اقارم کو قابو کرنے
والی روشنی کی طاقتوں سے بچنے کے لئے زمین کی تہہ میں جا کر
چھپ گئی تھیں اور وہیں سو گئی تھیں۔ اقارم نے انہیں کنیزوں کی جگہ
شہزادیوں کا درجہ دے رکھا تھا اس لئے وہ اقارم کی شہزادیاں بھی
کہلاتی تھیں۔ وہ پانچوں شہزادیاں چونکہ اقارم کی خاص کنیزیں تھیں
اس لئے اقارم نے انہیں اپنی ایک ایک نشانی دے رکھی تھی۔ کسی
ایک شہزادی کے پاس اس کی دی ہوئی انگوٹھی تھی۔ کسی دوسری کے

پاس اقارم کے سر کے چند بال تھے۔ تیسری شہزادی کے پاس اقارم
کا دیا ہوا رومال تھا۔ چوتھی شہزادی کو اقارم نے اپنا ایک کنگن دیا تھا
اور پانچویں شہزادی کو اقارم نے ایک سرخ پھول دیا تھا۔ اقارم کی
دی ہوئی یہ پانچوں نشانیاں ان شہزادیوں کے پاس ہی تھیں۔ اگر
ڈاکٹر کرسٹائن ان شہزادیوں تک پہنچ جاتا اور انہیں جگا کر ان سے
اقارم کی نشانیاں حاصل کر لیتا تو وہ پانچوں شہزادیاں اس کی کنیزیں
بن جاتیں اور وہ شہزادیاں ان راستوں کو تلاش کر کے اسے وہاں
تک پہنچا سکتی تھیں جہاں اقارم بت بنا ایک ٹھوس چٹان میں قید
تھا۔

پانچوں شہزادیاں چونکہ سیاہ فام تھیں اس لئے انہیں بلیک
پرنسز کہا جاتا تھا۔ بلیک پرنسز کہاں تھیں ان کے بارے میں بھی
ڈاکٹر کرسٹائن کو کوئی معلومات نہیں مل رہی تھیں۔ ان کے لئے ڈاکٹر
کرسٹائن نے ایک بار پھر زامبا سے بات کی تھی تو زامبا نے ڈاکٹر
کرسٹائن کو مشورہ دیا تھا کہ وہ اپنے جدید سائنسی علم اور پراسرار علوم
کے ساتھ سفلی علوم کا استعمال کرے اور قوم جن کے کسی ایک جن کو
قابو میں کر کے اس کی قوتیں کسی انسان میں منتقل کر کے اسے جگا
دے۔ اس کے لئے زامبا نے ہی ڈاکٹر کرسٹائن کو بتایا تھا کہ جس
انسان میں وہ جن کی قوتیں منتقل کرے گا وہ انسان ایسا ہونا چاہئے
جس کے جسم کے اعضاء الگ الگ انسانوں کے ہوں۔ جسم کسی
ایک انسان کا، دو ہاتھ کسی دوسرے انسان کے۔ ٹانگیں تیسرے

انسان کی۔ سر چوتھے انسان کا اور اسی طرح اس انسان کا دل کسی
پانچویں انسان کا ہونا ضروری ہے۔ پانچ انسانوں کے پانچوں
اعضاء جوڑ کر ڈاکٹر کرسٹائن اس لاش میں مشینی دماغ لگا سکتا ہے جو
اس کے تابع ہو اور اس انسان کی رگوں میں خون کی جگہ ہلاک
ہونے والے جن کا سیاہ دھواں دوڑنا ضروری ہے۔ اس کے علاوہ
اس جوڑی ہوئی لاش کو ڈاکٹر کرسٹائن اپنے سائنسی اور سفلی علوم کی
مدد سے وقتی طور پر زندہ کر سکتا ہے جو اسے اس جگہ پہنچا سکتا ہے
جہاں اقارم کی پانچ کنیزیں سوئی ہوئی تھیں۔

زامبا نے ڈاکٹر کرسٹائن کو بتایا تھا کہ جب وہ شہزادیوں کے
مسکن میں پہنچ جائے گا جہاں وہ سوئی ہوئی ہیں تب وہ اسے بتائے
گا کہ اقارم کی شہزادیوں کو کیسے جگایا جا سکتا ہے۔

ڈاکٹر کرسٹائن کے دماغ میں اقارم اور اس کے پاس موجود
شیطان کے شیطانی عصاء کے حصول کا ایسا جنون طاری ہوا کہ اس
نے ہر حال میں بلیک پرنسز اور ان کے ذریعے اقارم تک پہنچنے کا
فیصلہ کر لیا تھا۔ اس نے ایک پہاڑی علاقے میں خفیہ طور پر اپنی
ایک سائنسی لیبارٹری بنانی شروع کر دی اور وہاں ضروریات کا
سامان پہنچانا شروع کر دیا۔ جب اس غار میں اس کی ضرورت کا
تمام سامان پہنچ گیا تو اس نے زامبا کی مدد سے جنات کی دنیا سے
ایک ہلاک ہونے والے جن کی لاش حاصل کی۔ اب ڈاکٹر کرسٹائن
کو پانچ طاقتور انسانوں کی تلاش تھی جو باڈی بلڈر ہوں اور جو حال

ہی میں ہلاک ہوئے ہوں۔

ڈاکٹر کرسٹائن نے قبرستانوں میں جا کر حال ہی میں دفنائے
ہوئے افراد کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ ایک قبرستان
سے اسے دو انسان مل گئے جو انتہائی قوی ہیکل اور مضبوط جسموں
والے باڈی بلڈر ٹائپ کے تھے۔ ڈاکٹر کرسٹائن کو چونکہ ان
انسانوں کے جسموں کے مختلف حصے درکار تھے اس لئے اس نے
گورکنوں کو بھاری معاوضہ دے کر ان کے ہاتھ اور ٹانگیں کٹوا کر
حاصل کیں اور انہیں غار میں پہنچا دیا جہاں پہلے سے ہی ایک جن
کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ اب ڈاکٹر کرسٹائن کو ایک متناسب جسم اور
بڑے سر والے انسان کی تلاش تھی۔ اس نے تمام ہسپتالوں کے چکر
لگانے شروع کر دیئے۔ مسلسل کوششوں سے اس نے ایک انسان کا
مضبوط جسم اور ایک انسانی سر حاصل کر لیا اور انہیں غار میں لا کر وہ
اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔

اس نے سب سے پہلے لاشوں کے حصوں کو ایک ساتھ پیوست
کر کے جوڑنا شروع کر دیا۔ وہ سرجن تو نہیں تھا لیکن اس کے
ساتھ چونکہ شیطانی طاقت زامبا بھی موجود تھی اس لئے وہ اس کام
میں ڈاکٹر کرسٹائن کی بے حد معاونت کر رہی تھی۔ ڈاکٹر کرسٹائن
نے ایک طاقتور انسانی جسم کے ساتھ ٹانگیں، بازو اور سر جوڑ دیا
اب صرف اس جسم میں موجود دل نکال کر اس کی جگہ کسی زندہ
انسان کا دل لگانا باقی تھا جو ڈاکٹر کرسٹائن دوسرے مرحلے پورے

کرنے کے بعد لگانا چاہتا تھا۔ انسانی لاش کی رگوں میں خون کی
جگہ اسے جن کی لاش کی رگوں میں موجود دھواں منتقل کرنا تھا۔
چونکہ جن ہلاک ہو چکا تھا اور اس کی رگوں میں دوڑنے والا دھواں
آہستہ آہستہ تحلیل ہوتا جا رہا تھا اس لئے ڈاکٹر کرسٹائن اس دھویں
کا تسلسل بنانے اور اسے انسانی جسم میں رواں رکھنے کے لئے
مختلف کیمیائی عملوں سے گزار کر انسانی جسم میں پہنچا رہا تھا۔ اس
کے ساتھ ساتھ ڈاکٹر کرسٹائن سائنسی عمل سے جن کی لاش کی ہڈیوں
سے بون میرو بھی انسانی لاش کی ہڈیوں میں منتقل کر رہا تھا۔ ڈاکٹر
کرسٹائن کو چونکہ اس جناتی انسان کو اپنے قابو میں رکھنا تھا اس لئے
اس نے انسانی کھوپڑی کھول کر اس پر بھی کام کرنا شروع کر دیا
تھا۔ زامبا کی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے ڈاکٹر کرسٹائن نے انسانی
کھوپڑی کے تین حصے کئے تھے۔ ان میں سے ایک حصہ انسانی
دماغ کا ہی تھا۔ دماغ کا دوسرا حصہ مشینی تھا جبکہ تیسرے حصے میں
ہلاک ہونے والے جن کے دماغ کا ایک حصہ لگایا گیا تھا۔ یہ عمل
چونکہ شیطانی تھا اس لئے زامبا اس کے لئے ڈاکٹر کرسٹائن کی
بھرپور مدد کر رہا تھا اور ڈاکٹر کرسٹائن ایک انسانی لاش کو جگانے کے
لئے دن رات ایک کر رہا تھا۔

چونکہ انسانی لاش جگانے اور اسے اپنے تابع رکھنے کا وقت
قریب آ گیا تھا اس لئے ڈاکٹر کرسٹائن نے نواحی گاؤں کی ا
حویلی چھوڑ دی تھی اور اس نے وہاں موجود تمام افراد کو ہلاک کر

تھا اور خاموشی سے وہاں سے نکل کر اس پہاڑی خفیہ غار میں منتقل
ہو گیا تھا۔

ڈاکٹر کرسٹائن انسانی لاش جگانے کے تمام مراحل پورے کر چکا
تھا اب صرف اسے انسانی جسم میں کسی زندہ انسان کے دل کی پیوند
کاری کرنی تھی اس کے بعد وہ لاش زندہ کر سکتا تھا۔ انسانی جسم اور
جناتی لاش میں جنیاتی تبدیلیوں کے لئے اس نے تمام مشینوں کو آٹو
سسٹم پر لگا رکھا تھا جو مسلسل ورک کر رہی تھیں اور انسانی جسم میں
جناتی جسم کی تمام تر خلئے پہنچا رہی تھیں جو انسانی لاش کو زندہ
کرنے، اسے سوچنے سمجھنے کے قابل بنانے اور ڈاکٹر کرسٹائن کے
تابع کرنے میں معاون ثابت ہوتے۔

ڈاکٹر کرسٹائن اب کسی ایسے انسان کی تلاش میں لگا ہوا تھا جو
زامبا کے کہنے کے مطابق بیس سے تیس سال کی عمر کا ہو اور جسے
زندگی کے کسی حصے میں کوئی بیماری چھو کر بھی نہ گزری ہو۔ ایسے
انسان کی تلاش ڈاکٹر کرسٹائن کے لئے مشکل ہو سکتی تھی کیونکہ دنیا کا
شاید ہی کوئی ایسا انسان ہو جو زندگی کے کسی موڑ پر کسی بیماری میں
[illegible] نہ ہوا ہو۔ اس کام کے لئے زامبا ایک انسانی روپ میں ڈاکٹر
کرسٹائن کے ساتھ آ گیا تھا۔ اس نے ڈاکٹر کرسٹائن سے کہا تھا کہ
وہ اس سلسلے میں اس کی مدد کرے گا اور وہ اسے ایسے انسان تک
[illegible] دے گا جسے واقعی زندگی میں کسی بیماری کا سامنا نہ کرنا پڑا ہو۔
آخر زامبا نے ڈاکٹر کرسٹائن کو بتایا کہ تل ابیب کے ایک علاقے

میں ایک ایسا شخص رہتا ہے جس کی عمر پینتیس سال کی ہے اور وہ بے حد جوان اور ہٹا کٹا آدمی ہے۔ اس انسان کا دل بے حد مضبوط ہے اور وہ ایک ایسا آدمی ہے جسے بچپن سے اب تک کوئی بیماری لاحق نہیں ہوئی ہے اور وہ شخص ایک گرجے گھر کا پادری تھا۔ جس کا نام فادر فرینڈس تھا۔

ڈاکٹر کرسٹائن کو فادر فرینڈس کے پاس اکیلا جانا تھا اور اسے ہلاک کرنا تھا۔ فادر فرینڈس کو ہلاک کرنے کے بعد اس کا دل نکالنا تھا اور اسے لا کر فوری طور پر لاش کے سینے میں لگانا تھا۔ ڈاکٹر کرسٹائن چونکہ سائنس دان ہونے کے ساتھ ساتھ سفلی اور پراسرار علوم کا بھی ماہر تھا اس لئے اس کے لئے فادر فرینڈس کو ہلاک کرنا اور اس کے سینے سے دل نکال کر لانا کچھ مشکل نہیں تھا۔

ڈاکٹر کرسٹائن خود جا کر فادر فرینڈس سے ملا اور اس نے اچانک ایک گیس کیپسول توڑ کر اس سے فادر فرینڈس کو بے ہوش کر دیا اور پھر اس نے فادر فرینڈس کا سینہ چاک کیا اور اس کے سینے سے دل نکال کر الگ کر لیا۔ دل کو ایک باکس میں محفوظ کر کے وہ واپس غار میں آیا اور اس نے دل کے ساتھ وائرز لگائے اور اسے ایک مشینی سسٹم سے منسلک کر دیا تا کہ اس کی دھڑکنیں برقرار رکھ کر اسے زندہ رکھا جا سکے۔ دل کو زندہ رکھنے کے لئے ڈاک کرسٹائن نے ایک سفلی علم کا بھی سہارا لیا تھا تا کہ دل کی تازگی ا زندگی برقرار رکھی جا سکے۔

ڈاکٹر کرسٹائن اب اسی لیبارٹری میں موجود تھا۔ آج اسے لاش میں دل کی پیوند کاری کرنی تھی اور وہ اسی کی تیاری میں مصروف تھا۔ ڈاکٹر کرسٹائن نے وہاں میڈیکل کیئر کا تمام بندوبست کر رکھا تھا۔ لاش کے ساتھ بلڈ پریشر بتانے والی مشین بھی لگی ہوئی تھی۔ ہارٹ بیٹ بتانے والی مشین بھی اور وہاں دوسری مشینیں بھی ورک کر رہی تھیں جو انسانی صحت کے بارے میں مفصل رپورٹس دیتی تھیں۔

ڈاکٹر کرسٹائن وہاں اکیلا تھا اور وہ ان تمام مشینوں کی خود ایڈجسٹمنٹ کر رہا تھا اور ان کی ریڈنگ لے رہا تھا۔

انسانی لاش کے ساتھ ساتھ وہ اس جن کے بھی تمام اعصابی نظام کی ریڈنگ لے رہا تھا تا کہ وہ ان دونوں لاشوں کو مینٹین رکھ سکے۔ اب جناتی لاش کی بون میرو انسانی لاش کی ہڈیوں میں منتقل ہونے کا عمل ہو رہا تھا اور ایک مشین پر جناتی لاش سے انسانی لاش میں منتقل ہونے والی بون میرو کی مسلسل تفصیل آ رہی تھی۔ ڈاکٹر کرسٹائن مسلسل اس مشین کی نگرانی کر رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک چارٹ تھا جس پر وہ مختلف پوائنٹس نوٹ کرتا جا رہا تھا۔

ڈاکٹر کرسٹائن کا کام چونکہ آخری مرحلے پر تھا اس لئے وہ بے چین اور پرجوش دکھائی دے رہا تھا۔ اسے تمام مشینوں سے ملنے والی ریڈنگ مثبت مل رہی تھی جس سے اس کا جوش اور خوشی بڑھتی جا رہی تھی۔ تقریباً ایک گھنٹے کے بعد مشین سے اسے جناتی لاش کی

بون میرو انسانی لاش میں منتقل ہونے کا کاشن مل گیا۔

"گڈ۔ یہ ہوئی نا بات۔ زامبا"...... ڈاکٹر کرسٹائن نے پہلے مسرت بھرے لہجے میں کہا اور پھر اس نے دائیں طرف دیکھ کر زامبا کو آواز دی۔ جیسے ہی اس نے زامبا کو آواز دی اسی لمحے اچانک اس کے دائیں طرف نیلے دھویں کی لہر سی لہرائی اور دوسرے لمحے وہاں ایک ہیولا سا نمودار ہو گیا۔ ہیولا خاصا لمبا چوڑا تھا۔ اس کا سر گول اور جسم انتہائی دبلا پتلا۔ اس کا سر گنجا تھا اور تھوڑی کافی آگے کی طرف نکلی ہوئی تھی۔ زامبا ہیولے کی ہی شکل میں رہتا تھا۔ ڈاکٹر کرسٹائن نے جب اسے اپنے بس میں کیا تھا تو اس نے زامبا کی انتہائی ڈراؤنی اور خوفناک شکل دیکھی تھی جس سے ڈاکٹر کرسٹائن بھی خوفزدہ ہو گیا تھا اس لئے اس نے زامبا کو حکم دے رکھا تھا کہ وہ اس کے سامنے کبھی اصلی شکل میں نہ آئے۔ اسی لئے ڈاکٹر کرسٹائن جب بھی زامبا کو پکارتا تھا تو زامبا اس کے سامنے ہیولے کی شکل میں نمودار ہوتا تھا۔

"حکم آقا"...... زامبا نے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"میرا خیال ہے کہ اب ہمارا لاش کو زندہ کرنے کا وقت آ گیا ہے"...... ڈاکٹر کرسٹائن نے کہا۔

"اس کے لئے مجھے انسانی لاش کے جسم میں جانا ہوگا تاکہ میں معلوم کر سکوں کہ اس میں کوئی کمی تو نہیں رہ گئی ہے"...... زامبا نے کہا۔

"ہاں۔ اسی لئے تو میں نے تمہیں بلایا ہے کہ تم لاش میں گھس جاؤ اور دیکھو لاش کی تمام رگوں میں جن کا سیاہ خون پہنچا ہے یا نہیں اور میں نے اس کی ہڈیوں میں جو بون میرو منتقل کیا ہے اس کی کیا کنڈیشن ہے۔ اس کے علاوہ تمہیں لاش کا تمام اندرونی نظام چیک کرنا ہے اور یہ دیکھنا ہے کہ اس میں کوئی کمی تو نہیں ہے"۔ ڈاکٹر کرسٹائن نے کہا۔

"ٹھیک ہے آقا۔ میں دیکھ لیتا ہوں"...... زامبا نے کہا۔ اسی لمحے ہیولا نیلے دھویں میں تبدیل ہوا اور دھواں لہراتا ہوا انسانی لاش کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ ڈاکٹر کرسٹائن غور سے لاش کی طرف دیکھ رہا تھا۔ لہراتا ہوا دھواں لاش کے چاک شدہ سینے کی طرف گیا تھا پھر ڈاکٹر کرسٹائن نے دھواں لاش کے سینے میں سماتے ہوئے دیکھا۔ کچھ ہی دیر میں زامبا نیلا دھواں بن کر لاش میں غائب ہو گیا۔ لاش ساکت پڑی تھی۔ ڈاکٹر کرسٹائن آگے بڑھا اور لاش کے نزدیک آ گیا اور غور سے لاش کی طرف دیکھنا شروع ہو گیا۔

کچھ دیر بعد جس طرح زامبا دھواں بن کر لاش کے جسم میں گیا تھا اسی طرح وہ دھواں بنا لاش کے سینے سے نکلتا ہوا دکھائی دیا۔ لاش سے نکلتے ہوئے دھواں گولائی لیتا ہوا زمین کی طرف آ رہا تھا۔ جب لاش سے سارا دھواں نکل گیا تو اچانک دھویں نے ایک بار پھر ہیولے جیسا روپ دھار لیا۔

"سب ٹھیک ہے آقا۔ اب آپ لاش زندہ کر سکتے ہیں"۔

زامبا نے کہا اور اس کا جواب سن کر ڈاکٹر کرسٹائن کی آنکھوں میں بے پناہ چمک آ گئی۔

"کیا تم ہمیشہ کے لئے لاش میں سمانے کے لئے تیار ہو"۔ ڈاکٹر کرسٹائن نے خوشی سے بھرپور لہجے میں پوچھا۔

"ہاں آقا۔ میں تیار ہوں"...... زامبا نے بغیر کسی عذر کے جواب دیا تو ڈاکٹر کرسٹائن کے چہرے پر مزید بشاشت پھیل گئی۔

"گڈ۔ تو تم یہیں رہو۔ میں لاش کے سینے میں دل لگا دیتا ہوں۔ اس کے بعد تم لاش میں سما جانا۔ تمہارے لاش میں سماتے ہی لاش زندہ ہو جائے گی"...... ڈاکٹر کرسٹائن نے کہا۔

"جو حکم آقا"...... زامبا نے اسی انداز میں کہا۔ زامبا نے لاش میں جا کر جسم کا معائنہ کر لیا تھا پھر ڈاکٹر کرسٹائن نے لاش کے چند مزید ٹیسٹ لئے تو وہ مطمئن ہو گیا اور پھر وہ لاش کے پاس ایک ٹرالی لے آیا۔ ٹرالی پر آپریشن میں استعمال ہونے والے انسٹرومنٹ موجود تھے اور ایک بڑا سا باکس بھی رکھا ہوا تھا۔ باکس کے ساتھ تاریں لگی ہوئی تھیں جو ایک مشین میں جا رہی تھیں۔ باکس پر چھوٹے چھوٹے بلب لگے ہوئے تھے جو جل بجھ رہے تھے اور اس پر ایک میٹر بھی لگا ہوا تھا جس کی سوئی متحرک دکھائی دے رہی تھی۔ اس باکس میں ڈاکٹر کرسٹائن نے فادر فرینڈس کا زندہ دل رکھا ہوا تھا جسے مشین سے منسلک کر کے متحرک رکھا جا رہا تھا۔

ڈاکٹر کرسٹائن نے سفید گون پہنا ہوا تھا۔ اب اسے چونکہ لاش کے سینے میں دل کی پیوند کاری کرنی تھی اس لئے اس نے گون پر ایپرن پہن لیا تھا اور چہرے پر نقاب چڑھانے کے ساتھ ساتھ ہاتھوں میں گلووز بھی پہن لئے تھے۔

اس نے سٹریچر کے قریب تیز لائٹس والا لیمپ آن کیا جس کی تیز روشنی لاش پر پھیل گئی اور اس کے چاک سینے کا ایک ایک حصہ واضح دکھائی دینا شروع ہو گیا۔

ڈاکٹر کرسٹائن نے ٹرالی سے دو انسٹرومنٹ اٹھائے اور پھر وہ لاش کے چاک شدہ سینے پر جھک گیا اور پھر وہ انتہائی انہماک سے لاش کے سینے میں دل کی پیوند کاری میں مصروف ہو گیا۔ وہ دو گھنٹوں تک آپریشن میں مصروف رہا۔ اس دوران زامبا ہیولا بنا ایک سائیڈ پر ساکت کھڑا رہا۔ اس نے ڈاکٹر کرسٹائن کو بالکل بھی ڈسٹرب نہیں کیا تھا اور لاتعلق سے انداز میں کھڑا رہا تھا۔

ڈاکٹر کرسٹائن نے نہایت مہارت سے لاش کے سینے میں دل کی پیوند کاری کر دی تھی اور دل سے منسلک تمام وینز سٹنٹس لگا کر جوڑ دی تھیں۔ دل کے ساتھ اس نے ایک چھوٹی سی آٹو میٹک مشین بھی لگا دی تھی جو دل بیٹ کرنے۔ وینز میں دھویں نما خون کے بہاؤ کے ساتھ ساتھ دوسرے جسمانی نظام کو بھی کنٹرول کرتی تھی۔

دل کی پیوند کاری کرنے کے بعد ڈاکٹر کرسٹائن نے لاش کے چاک شدہ سینے پر نہایت ماہرانہ انداز میں سٹیچنگ کرنی شروع کر دی۔ لاش کا سینہ سی کر ڈاکٹر کرسٹائن نے ایک ایک کر کے لاش

کے جسم میں پیوست تمام سوئیاں نکالنی شروع کر دیں اور ان وائرز کو بھی الگ کر دیا جو لاش کے مختلف حصوں میں پیوست تھیں البتہ ایک وائر جو لاش کے سر کے مشینی دماغ میں لگی ہوئی تھی ڈاکٹر کرسٹائن نے اسے نہیں نکالا تھا۔

تمام وائرز اور سوئیاں ہٹانے کے بعد ڈاکٹر کرسٹائن نے لاش کے جسم پر مخصوص انداز میں پٹیاں لپیٹنا شروع کر دیں۔ کچھ ہی دیر میں سٹریچر پر پڑی لاش ایسے دکھائی دے رہی تھی جیسے اہرامِ مصر سے کوئی ممی لا کر وہاں لٹا دی گئی ہو۔ اس ممی میں صرف اتنا فرق تھا کہ اس کے جسم پر لپٹی ہوئی پٹیاں نئی تھیں۔

ڈاکٹر کرسٹائن نے لاش پر سر سے پاؤں تک پٹیاں لپیٹ دی تھیں پٹیوں میں سے صرف لاش کے ہونٹ، ناک اور آنکھوں کی جگہ ہی خالی دکھائی دے رہی تھی ورنہ اس لاش کا کوئی حصہ ایسا نہیں تھا جہاں ڈاکٹر کرسٹائن نے پٹیاں نہ لپیٹی ہوں۔

''بس ٹھیک ہے۔ اب تمہارا کام شروع ہو گیا ہے زامبا۔ آؤ اور اس لاش میں سما جاؤ''...... ڈاکٹر کرسٹائن نے منہ سے نقاب اتار کر زامبا کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

''جو حکم آقا''...... زامبا نے کہا اور وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا لاش کے قریب آ گیا۔ ڈاکٹر کرسٹائن سٹریچر کی دوسری جانب جا کر کھڑا ہو گیا۔

''آقا۔ بتیاں بجھا دیں''...... زامبا نے لاش کے سر کے پاس

آ کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا تو ڈاکٹر کرسٹائن نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر اس نے تمام لائٹس بجھا دیں۔ اب وہاں ہلکی نیلی روشنی سی تھی جو زامبا کے جسم سے نکل رہی تھی۔ اس نیلی روشنی میں ماحول اور زیادہ پراسرار ہو گیا۔ نیلی روشنی نہ صرف سٹریچر پر پڑی لاش پر پڑ رہی تھی بلکہ اس روشنی میں ڈاکٹر کرسٹائن کی آنکھیں اور اس کا جگمگاتا ہوا چہرہ بھی دکھائی دے رہا تھا۔

لائٹس آف ہوتے ہی زامبا نے ہاتھ آگے بڑھائے اور اس نے دونوں ہاتھ لاش کے کانوں پر رکھ دیئے۔ پھر اچانک وہ ایک بار پھر دھویں میں تبدیل ہوا۔ دھویں کی دو پتلی سی لکیریں سی بنیں اور وہ لکیریں لاش کے چہرے کی طرف بڑھتی چلی گئیں اور پھر دھویں کی دونوں لکیریں لاش کی ناک میں گھستی دکھائی دینے لگیں۔ زامبا دھویں کے روپ میں انسانی لاش کی ناک کے راستے اس میں سرایت کر رہا تھا۔ کچھ ہی دیر میں نیلا دھواں لاش کی ناک میں غائب ہو گیا۔ جیسے ہی دھویں کا آخری سرا لاش کی ناک میں غائب ہوا اسی لمحے اچانک لاش کو ایک زور دار جھٹکا لگا جیسے سٹریچر پر زندہ انسان بے ہوش پڑا ہوا ہو اور اسے اچانک الیکٹرک شاک لگایا گیا ہو۔ ڈاکٹر کرسٹائن نے لاش کے دونوں ہاتھ اور پاؤں سٹریچر سے منسلک بیلٹس سے باندھے ہوئے تھے اس لئے زور دار جھٹکا لگنے کے باوجود لاش سٹریچر سے نیچے نہیں گری تھی۔

اسی لمحے لاش کو ایک اور جھٹکا لگا اور پھر لاش یوں پھڑکنا شروع

ہو گئی جیسے کسی زندہ انسان کی روح قبض کی جا رہی ہو۔ لاش کو اس
بری طرح سے پھڑکتے دیکھ کر ڈاکٹر کرسٹائن کے چہرے پر معمولی
سا بھی تردد نہیں آیا تھا وہ بڑی دلچسپی سے لاش کو پھڑکتا ہوا دیکھ رہا
تھا۔ لاش کچھ دیر تک پھڑکتی رہی پھر اچانک وہ پہلے کی طرح
ساکت ہو گئی۔ جیسے ہی لاش ساکت ہوئی اس لمحے اچانک لاش
نے آنکھیں کھول دیں۔ لاش کی آنکھیں سرخ تھیں جیسے ان میں
خون ہی خون بھرا ہوا ہو۔

''کیا تم ٹھیک ہو''...... ڈاکٹر کرسٹائن نے لاش کی آنکھوں میں
جھانکتے ہوئے نہایت دبنگ انداز میں پوچھا۔

''ہاں آقا۔ میں ٹھیک ہوں''...... لاش کے ہونٹ ہلے اور اس
کے منہ سے ایسی آواز نکلی جیسے کوئی خونخوار درندہ غرایا ہو۔

''اس جسم میں تمہیں کوئی کمی تو محسوس نہیں ہو رہی''...... ڈاکٹر
کرسٹائن نے پوچھا۔

''نہیں آقا۔ سب ٹھیک ہے۔ لاش کا تمام جسمانی نظام کام کر
رہا ہے''...... لاش نے اسی انداز میں جواب دیا۔

''گڈ۔ کیا تم میرے کنٹرول میں ہو اور میرے احکامات پر عمل
کرنے کے لئے تیار ہو''...... ڈاکٹر کرسٹائن نے پوچھا۔

''ہاں آقا۔ میں آپ کا غلام ہوں۔ آپ کے احکامات پر عمل
کرنا میرا فرض ہے''...... لاش نے کہا جس کے جسم میں شیطانی
ذریت زامبا سرایت کر گئی تھی۔

''تو کیا میں تمہاری کھوپڑی بند کر دوں۔ اس میں کسی قسم کی
تبدیلی کی ضرورت تو نہیں ہے''...... ڈاکٹر کرسٹائن نے پوچھا۔

''نہیں آقا۔ آپ بے فکر رہیں۔ میں اس لاش کے ساتھ مکمل
طور پر آپ کے کنٹرول میں ہوں۔ آپ جو کہیں گے میں اسی پر
عمل کروں گا''...... زامبا نے کہا۔

''اوکے۔ اب تم آنکھیں بند کرو اور سو جاؤ۔ میں تمہارے مشینی
دماغ میں کچھ ضروری ڈیٹا فیڈ کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد جب
میں تمہیں جگاؤں گا تو تم پر صرف میرا اختیار ہو گا اور تمہیں ہر حال
میں میرے ہر حکم پر عمل کرنا ہو گا''...... ڈاکٹر کرسٹائن نے کہا۔

''جو حکم آقا''...... زامبا نے کہا اور اس نے آنکھیں بند کر لیں
اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ جیسے نیند کی آغوش میں چلا گیا۔

آدھی رات کا وقت تھا۔ عمران اپنے بیڈ روم میں نہایت اطمینان سے اور گہری نیند سو رہا تھا۔ کمرے میں زیرو پاور کا بلب جل رہا تھا جس کی ہلکے سبز رنگ کی روشنی کمرے میں بکھری ہوئی تھی۔

ان دنوں چونکہ سردیاں اپنے جوبن پر تھیں اس لئے عمران کمرے کو گرم رکھنے کے لئے الیکٹرک ہیٹر کا استعمال کرتا تھا۔ عمران کمرے کی کھڑکیاں اور دروازے بند رکھتا تھا اس لئے لو پاور پر الیکٹرک ہیٹر کی ہیٹ سے کمرے میں موجود سردی کافی حد تک کم ہو جاتی تھی اور عمران چونکہ فر کا بنا ہوا لحاف اوڑھتا تھا اس لئے اسے سردی کا احساس نہیں ہوتا تھا اور وہ اطمینان سے سویا رہتا تھا۔

ان دنوں چونکہ عمران کے پاس کوئی کیس نہیں تھا اس لئے عمران سارا سارا دن فلیٹ میں ہی پڑا رہتا تھا اور فلیٹ میں ظاہر ہے اسے کتابیں پڑھنے یا ٹی وی دیکھنے کے اور کیا کام ہو سکتا تھا۔ سردیوں

کی وجہ سے اسے بار بار چائے کی طلب رہتی تھی جو سلیمان چاہتے ہوئے اور نہ چاہتے ہوئے بھی اسے سرو کرتا رہتا تھا۔ سردیوں کی وجہ سے عمران چائے ٹھنڈی ہونے کا انتظار نہیں کرتا تھا۔ جیسے ہی سلیمان گرم گرم چائے لاتا تھا وہ کتاب ایک طرف رکھ کر فوراً چائے سپ کرنا شروع کر دیتا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ سردیوں میں گرم چائے پینے کا جبکہ گرمیوں میں چائے ٹھنڈی پینے کا لطف آتا ہے۔

آج بھی عمران سارا دن کتابیں پڑھتا رہا تھا۔ رات کا کھانا کھانے کے بعد اس نے چائے پی تھی اور پھر وہ ایک ضخیم معلوماتی کتاب لے کر لحاف میں گھس گیا تھا اور دیر تک کتاب پڑھتا رہا تھا۔ پھر جب وہ کتاب پڑھ پڑھ کر تھک گیا اور نیند سے اس کی پلکیں بوجھل ہونی شروع ہو گئیں تو اس نے کتاب بند کر کے اسے سائیڈ کی ٹیبل پر رکھا اور لحاف میں گھس گیا۔ چند ہی لمحوں میں اسے نیند نے آ لیا اور وہ سو گیا۔

کمرے میں زیرو پاور کے بلب کے ساتھ ہی وال کلاک لگا ہوا تھا جس کی ریڈیم سوئیاں چمک رہی تھیں۔ کلاک پر رات کے دو بجنے میں تیس سیکنڈ باقی تھے اور سیکنڈوں والی سوئی ٹک ٹک کرتی ہوئی اپنا راؤنڈ لگاتی ہوئی اوپر اٹھتی جا رہی تھی۔ ابھی دو بجنے میں پندرہ سیکنڈ باقی تھے کہ اچانک کمرے کی بند کھڑکی کھل گئی اور کھلی کھڑکی سے سرد ہوائیں اندر آنا شروع ہو گئیں۔ کھڑکی پر ایک پردہ بھی پڑا ہوا تھا جو تیز ہوا کی وجہ سے بری طرح سے لہرانا شروع ہو

گیا تھا۔ سرد ہوا کے اندر آتے ہی کمرے کا ٹمپریچر جو نارمل تھا
یکلخت ڈاؤن ہونا شروع ہوگیا۔ پھر سیکنڈ کی سوئی تھوڑا اور اوپر ہوئی
ہوگی کہ اچانک جلتا ہوا الیکٹرک ہیٹر خود بخود آف ہوگیا اور اس
کے ساتھ ہی زیرو پاور کا بلب بھی بجھ گیا۔ کمرے میں پہلے جو
خاموشی اور سکون چھایا ہوا تھا وہ کھڑکی سے آنے والی تیز ہوا کی
وجہ سے ختم ہوگیا تھا۔

سائیں سائیں کرتی اندر آتی سرد ہوا سے کمرے میں ٹھنڈک
بڑھتی جا رہی تھی۔ اس ٹھنڈک کا اثر سب سے پہلے عمران کے
چہرے پر ہوا تھا جو یکلخت سرخ ہونا شروع ہوگیا تھا۔ عمران کے
دونوں ہاتھ جو پہلے لحاف سے باہر تھے اب سردی لگنے کی وجہ سے
اس نے نیند کے عالم میں ہی دونوں ہاتھ لحاف کے اندر کر لئے۔

وال کلاک کی سیکنڈوں والی سوئی نے ٹک ٹک کرتے ہوئے
جیسے ہی اپنا راؤنڈ مکمل کیا اسی لمحے وال کلاک نے دو بجنے کا اعلان
کر دیا۔ عمران نے چونکہ کلاک کا والیم کم کر رکھا تھا اس لئے کلاک
سے گھنٹے بجنے کی آواز بے حد دھیمی تھی۔ کمرے کا ہیٹر اور لائٹ
بلب چونکہ آف ہو چکا تھا اس لئے وہاں گھپ اندھیرا چھا گیا تھا۔
جیسے ہی کلاک کا دوسرا گھنٹہ بجا اسی لمحے کھڑکی سے ہوا کا ایک تیز
جھونکا سا شائیں کی آواز کے ساتھ اندر آیا اور اس شور کی آواز
سے عمران کی آنکھ کھل گئی۔

''کمرے میں سچ مچ اندھیرا ہے یا میری آنکھوں میں موتیا اتر

آیا ہے کہ آنکھیں کھولنے کے باوجود بھی مجھے ہر طرف اندھیرا
دکھائی دے رہا ہے''...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں
بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ کمرے میں اس قدر اندھیرا تھا جیسے اماوس کی
رات ہو اور اس رات میں ہاتھ کو ہاتھ تک سجھائی نہیں دیتا ہے۔
اندھیرے کے ساتھ ساتھ عمران کو کمرے میں سردی کا احساس بھی
ہو رہا تھا۔ اس نے سر اٹھا کر کھڑکی کی طرف دیکھنے کی کوشش کی
لیکن بھلا اندھیرے میں اسے کھلی ہوئی کھڑکی کیسے دکھائی دے سکتی
تھی البتہ اسے کھڑکی کی طرف سے سرد ہوا کے اندر آنے کی سائیں
سائیں ضرور سنائی دے رہی تھی جیسے واقعی کھڑکی کھلی ہوئی ہو۔

''لگتا ہے کھڑکی کھلی ہوئی ہے جس سے سرد ہوائیں اندر آ رہی
ہیں۔ لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ میں نے کھڑکی خود بند کی تھی اور اس
کا لاک بھی لگا دیا تھا۔ پھر خود بخود کھڑکی کیسے کھل سکتی ہے''۔ عمران
نے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ اسے بخوبی یاد تھا
کہ اس نے رات کھڑکی خود بند کی تھی اور اسے لاک بھی لگایا تھا۔
اس کے علاوہ ہیٹر بھی آف تھا اور نائٹ بلب بھی بجھا ہوا تھا۔

پاکیشیا میں بجلی کی لوڈ شیڈنگ ختم نہیں ہوئی تھی لیکن عمران نے
اپنے فلیٹ میں بجلی کی ضروریات پوری کرنے کے لئے ہیوی پاور یو
پی ایس لگا رکھا تھا اس لئے اگر لائٹ چلی بھی جاتی تو یو پی ایس کی
وجہ سے زیرو پاور کا بلب اور ہیٹر آن رہتا تھا۔ اس لئے عمران بلب
اور ہیٹر کے آف ہونے پر حیران ہو رہا تھا۔ اس نے یو پی ایس کی

نئی بیٹریاں لگوائی تھیں جو کم از کم سال بھر سکون سے چلتی تھیں۔ اس
لئے ان کا اتنی جلدی ڈاؤن ہو جانا ناممکن تھا۔ یو پی ایس کا اوور لوڈ
ہونا بھی ناممکن تھا کیونکہ عمران نے پانچ ہزار واٹ کا یو پی ایس لگا
رکھا تھا جس کے ساتھ تین ہیوی بیٹریاں لگی ہوئی تھیں جو اس جیسے
ایک ایک ہزار واٹ کے چار ہیٹروں کا لوڈ تو آسانی سے اٹھا
سکتا تھا اور فلیٹ میں صرف یہی ایک الیکٹرک ہیٹر آن ہوتا تھا
سلیمان اپنے روم میں گیس ہیٹر چلاتا تھا۔

کھڑکی سے آنے والی سرد ہوا سے کمرے کا ٹمپریچر ڈاؤن ہو
جا رہا تھا اور عمران سوچ رہا تھا کہ اگر اس نے اٹھ کر کھڑکی بند
کی تو کمرے کی سردی اتنی بڑھ جائے گی کہ کمرے کا ٹمپریچر نقطۂ
انجماد تک پہنچ جائے گا اور اس کا جسم لحاف میں ہونے کے باوجود
قلفی کی طرح جم جائے گا۔ گو کہ اس کا لحاف سے نکلنے کو دل تو نہیں
کر رہا تھا لیکن اس نے چار و ناچار لحاف اٹھایا اور بیڈ سے اتر
کھڑکی بند کرنے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔ ابھی وہ کھڑکی کی طرف
جانے ہی لگا تھا کہ اچانک وہ ٹھٹھک گیا۔ اس کے چہرے پر یکلخت
انتہائی حیرت کے تاثرات نمودار ہو گئے۔ وہ اچانک بجلی کی سی تیزی
سے مڑا اور اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا۔
اندھیرا اس قدر زیادہ تھا کہ اسے کچھ دکھائی نہیں دے رہا
کھڑکی کی طرف بڑھتے ہوئے عمران نے اپنے پیچھے کسی کے تیز
سانس لینے کی آواز سنی تھی اور یہ آواز اتنی تیز تھی کہ اسے سانس

گرمائش اپنی گردن کے پچھلے حصے تک آتی محسوس ہوئی تھی۔ وہ پلٹا
تو گرم گرم سانسیں اسے اپنے چہرے سے ٹکراتی ہوئی محسوس ہوئیں۔
گرم سانسوں کا احساس ہوتے ہی عمران کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔
اسے اب اپنے سامنے کسی کی موجودگی کا بھی احساس ہونا شروع ہو
گیا تھا جیسے کوئی لمبا تڑنگا اور انتہائی طاقتور انسان اس سے ایک یا
دو فٹ کے فاصلے پر کھڑا ہو۔ دوسرے انسان کی موجودگی کا احساس
ہوتے ہی اس کے اعصاب تن گئے۔

”کون ہے۔ کون ہے یہاں“...... عمران نے اندھیرے میں
آنکھیں پھاڑ کر دیکھتے ہوئے غراہٹ بھرے لہجے میں کہا۔

”میں زارکا ہوں۔ شہزادی زارکا“...... اچانک ایک نسوانی آواز
سنائی دی اور عمران یوں اچھل کر پیچھے ہٹ گیا جیسے اچانک کسی نے
اس کی گردن دبوچنے کی کوشش کی ہو۔

”زارکا۔ کون زارکا اور تم یہاں میرے کمرے میں کیسے آئی
ہو“...... عمران نے حیرت زدہ لہجے میں کہا۔

”میں پراسرار دنیا سے آئی ہوں۔ اس کمرے تک آنے کے
لئے مجھے طویل سفر کرنا پڑا تھا اور میں تمہارے کمرے کی ایک کھڑکی
کھول کر اندر آئی ہوں“...... لڑکی کی آواز سنائی دی۔ آواز بے حد
ترنم اور لوچ بھری تھی اور وہ جو کوئی بھی تھی عمران سے صاف
مقامی زبان میں ہی بات کر رہی تھی اور یہ آواز سن کر عمران بخوبی
اندازہ لگا سکتا تھا کہ لڑکی کی عمر بیس سے اکیس سال کے لگ بھگ

ہے۔

''پراسرار دنیا۔ طویل سفر۔ میں کچھ سمجھا نہیں''...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''میں تمہیں سب سمجھا دوں گی۔ تم جا کر اپنے بستر پر بیٹھ جاؤ''...... لڑکی نے جواب دیا جس نے اپنا نام زارکا بتایا تھا۔

''بستر پر کیوں۔ میں یہیں کھڑا ہوں۔ تم بتاؤ۔ میں سن رہا ہوں''...... عمران نے کہا۔

''نہیں۔ میری داستان طویل ہے۔ کھڑے رہ کر تم تھک جاؤ گے اس لئے اطمینان سے جا کر اپنے بستر یا کسی کرسی پر بیٹھ جاؤ پھر میں تمہارے پاس آ کر تمہیں ساری بات بتا دوں گی''...... زارکا نے کہا۔ عمران آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن اندھیرا اس قدر گہرا تھا کہ اسے لڑکی کا ہیولہ بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ البتہ اسے اپنے سامنے کسی لڑکی کے موجود ہونے کا احساس ہو رہا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ اسے اپنے جسم کا رواں رواں کھڑا ہوتا ہوا محسوس ہو رہا تھا کیونکہ اس کے سامنے موجود لڑکی کا تعلق انسانوں سے نہیں بلکہ کسی اور مخلوق سے ہو۔

''کیا تم انسان ہو''...... عمران نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد اس سے پوچھا۔

''نہیں۔ میں انسان نہیں ہوں''...... زارکا نے جواب دیا

عمران کے چہرے پر تشویش ابھر آئی۔

''انسان نہیں ہو تو پھر تم کون ہو''...... عمران نے پوچھا۔

''میں تمہیں اپنے بارے میں سب بتا دوں گی۔ تم بیٹھو تو سہی''...... زارکا نے کہا۔

''یہاں بہت اندھیرا ہے۔ مجھے کچھ دکھائی نہیں دے رہا ہے۔ میں اندھیرے میں نہ اپنے بستر تک پہنچ سکتا ہوں اور نہ کسی کرسی تک''...... عمران نے کہا۔

''اوہ۔ ٹھیک ہے۔ میں تمہیں بیٹھنے کے لئے کرسی دے دیتی ہوں''...... زارکا نے کہا اور عمران ایک بار پھر چونک پڑا۔

''کیا تم اندھیرے میں دیکھ سکتی ہو''...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

''ہاں۔ میں اندھیروں کی شہزادی ہوں۔ اندھیرے میرے لئے کوئی معنی نہیں رکھتے ہیں''...... زارکا نے کہا۔

''شہزادی زارکا۔ کیا مطلب۔ کیا تم کسی ملک کی شہزادی ہو''...... عمران نے اور زیادہ حیران ہوتے ہوئے کہا۔

''نہیں میں کسی ملک کی نہیں اقارم کی شہزادی ہوں۔ اقارم میرا آقا ہے۔ میں اس کی کنیز بھی ہوں اور اس کی شہزادی بھی۔ تم مجھے پرنسز بھی کہہ سکتے ہو''...... زارکا نے کہا اسی لمحے عمران کو اپنے قریب ایک کرسی کا احساس ہوا۔

''لگتا ہے میں نیند میں ہوں اور نیند میں مجھے پرانے دور کے کسی بادشاہ یا شہنشاہ کی بیٹی ملنے کے لئے آئی ہے''...... عمران نے

بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"نہیں میں کسی بادشاہ یا شہنشاہ کی بیٹی نہیں ہوں اور نہ ہی تم اس وقت نیند میں ہو۔ تم جاگ رہے ہو اور میں حقیقت میں اس وقت تمہارے سامنے موجود ہوں۔ بیٹھ جاؤ میں نے تمہارے پیچھے ایک کرسی رکھ دی ہے"...... زارکا نے کہا۔ عمران نے ہاتھ بڑھا کر چیک کیا تو واقعی اس کے پیچھے ایک کرسی رکھی ہوئی تھی۔ عمران کو شدت سے احساس ہو رہا تھا کہ اس کے سامنے موجود لڑکی انسان نہیں ہے وہ غیر مرئی مخلوق ہے جو انسانی آواز میں اس سے بات کر رہی ہے اس لئے اس نے دل ہی دل میں آیت الکرسی اور معوذتین کا ورد کرنا شروع کر دیا۔

"یہ سب تم بیٹھ کر بھی پڑھ سکتے ہو"...... زارکا نے کہا اور عمران بے اختیار اچھل پڑا کیونکہ وہ یہ سب دل ہی دل میں پڑھ رہا تھا اور زارکا نے جس انداز میں اس سے بات کی تھی اس سے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ عمران کے دل کی بات جان سکتی ہو۔

"کیا مطلب۔ تمہیں کیسے علم ہوا ہے کہ میں کچھ پڑھ رہا ہوں"...... عمران نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

"میں بلیک پرنسز ہوں اور میں چونکہ اقارم کی شہزادی ہوں اس لئے میں اس دور کے انسانوں کے دماغوں میں آسانی سے جھانک سکتی ہوں۔ انسان کے دل اور دماغ ہم آہنگ ہوتے ہیں اس لئے دل کی بات دماغ میں ضرور آتی ہے جس کے بارے میں

مجھے آسانی سے علم ہو جاتا ہے کہ سامنے موجود انسان کے دل میں کیا ہے"...... زارکا نے کہا تو عمران نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔ زارکا کے اس جواب نے عمران کے دل میں شک کی کوئی گنجائش نہیں چھوڑی تھی کہ اس کا تعلق کسی دوسری دنیا سے ہے۔ جو ماورائی دنیا بھی ہو سکتی تھی اور جناتی دنیا بھی۔

"کک۔ کک۔ کون ہو تم"...... عمران کے منہ سے اس بار ڈرے متوحش زدہ آواز نکلی۔

"پہلے بیٹھو۔ پھر بتاؤں گی"...... زارکا نے اسی انداز میں کہا۔ بار بار عمران کے بیٹھنے پر اصرار کر رہی تھی۔ عمران چند لمحے اندھیرے میں آنکھیں پھاڑے دیکھتا رہا پھر وہ کچھ سوچ کر خاموشی سے کرسی پر بیٹھ گیا۔

"یہ ہوئی نا بات۔ اب میں بھی تمہارے سامنے بیٹھ جاتی ہوں"...... زارکا کی آواز سنائی دی اور پھر عمران نے کرسی کے گھسٹنے اور اس پر کسی کے بیٹھنے کی ہلکی سی آواز سنی۔

"کیا تمہارا تعلق ماورائی دنیا سے ہے"...... عمران نے چند لمحے توقف کے بعد پوچھا۔

"ہاں۔ ایسا ہی سمجھ لو"...... زارکا نے جواب دیا۔

"سمجھ لو۔ کیا مطلب۔ اگر تمہارا تعلق ماورائی دنیا سے نہیں ہے تو تم اور کس دنیا سے تعلق رکھتی ہو"...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"تمہارا کیا خیال ہے میرا کس دنیا سے تعلق ہو سکتا ہے"۔ زارکا
نے جیسے مسکراتے ہوئے پوچھا۔
"مجھے تو تم بدروحوں کی ملکہ لگتی ہو۔ بدروح ہونے کی وجہ سے
تمہارا تعلق بدروحوں کی دنیا سے ہی ہو سکتا ہے"...... عمران نے
کہا۔
"نہیں۔ میں بدروح نہیں ہوں اور نہ ہی میرا تعلق بدروحوں
سے ہے"...... زارکا نے کہا۔
"تو پھر۔ کیا تمہارا تعلق جنات سے ہے"...... عمران نے منہ بنا
کر کہا۔
"ہاں۔ میں جناتی دنیا سے آئی ہوں اور میرا تعلق جنات سے
ہی ہے"...... زارکا نے کہا اور عمران اس بری طرح سے اچھلا جیسے
اچانک اس کی کرسی میں ہزاروں وولٹ کرنٹ دوڑ گیا ہو۔ اس کی
آنکھیں اور زیادہ پھیل گئی تھیں۔
"کک۔ کک۔ کیا تم سچ کہہ رہی ہو۔ کیا واقعی تم جنات سے
تعلق رکھتی ہو"...... عمران نے ہکلاتے ہوئے کہا۔ اس کے سامنے
قوم جنات کی ایک مخلوق تھی جس کا اپنے سامنے آنے کا وہ تصور
بھی نہیں کر سکتا تھا اس لئے اس کا اس طرح ہکلانا قدرتی سی بات
تھی۔
"ہاں۔ میں سچ کہہ رہی ہوں۔ میں قوم جنات سے ہی ہوں
اس لئے تو دو ہزار سالوں سے زندہ ہوں"...... زارکا نے کہا۔

"دد۔ دد۔ دو ہزار سال۔ تم دو ہزار سال پرانی مخلوق ہو"۔
عمران نے اسی انداز میں کہا۔
"تم ڈرو نہیں۔ میں تمہیں یہاں کوئی نقصان پہنچانے کے لئے
نہیں آئی ہوں"...... زارکا نے کہا۔
"تت۔ تت۔ تو کیا مجھ سے شادی کرنے کے لئے آئی
ہو"...... عمران نے کہا تو زارکا بے اختیار ہنس پڑی۔
"نہیں۔ میں تم سے شادی نہیں کر سکتی"...... زارکا نے کہا۔
"کیوں۔ کیا میں اتنا بدصورت ہوں کہ تم مجھ سے شادی نہیں کر
سکتی ہو"...... عمران نے کہا۔
"ایسی بات نہیں ہے"...... زارکا نے جیسے منہ بنا کر کہا۔
"تو پھر کیسی بات ہے"...... عمران نے بڑی بوڑھیوں کی طرح
ہاتھ نچا کر کہا۔ اب عمران کا خوف قدرے زائل ہو چکا تھا۔
"مجھے تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے"...... زارکا نے کہا۔
"شادی سے بھی ضروری۔ ہونہہ تم تو شادی کے نام سے اس
طرح سے چڑ رہی ہو جیسے تمہاری قوم میں شادیاں ہوتی ہی نہ
ہوں"...... عمران نے اپنے مخصوص انداز میں کہا۔
"ہمارے ہاں شادیاں ہوتی ہیں۔ لیکن میں شادی نہیں کر سکتی
کیونکہ میرا تعلق اقارم سے ہے اور میں اقارم کی کنیز ہوں"۔ زارکا
نے کہا۔
"یہ اقارم کس کا نام ہے کیا وہ تمہارا چچا زاد ہے یا ماموں"۔

عمران نے کہا۔
"تم الٹی سیدھی باتیں کر کے میرا وقت ضائع مت کرو۔ آدھی رات گزر چکی ہے۔ میں تمہارے پاس صرف رات کے اندھیرے میں ہی آ سکتی ہوں۔ جیسے ہی اندھیرا ختم ہونا شروع ہو گا مجھے فوراً یہاں سے جانا پڑے گا ورنہ میرے پر جل جائیں گے اور میں یہیں بھسم ہو جاؤں گی"...... زارکا نے اس بار قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔
"پر تو کیا تم پردار قسم کی جن زادی ہو"...... عمران نے کہا۔
"ہاں۔ اگر میرے پر نہ ہوتے تو میں اُڑے بغیر اتنا طویل سفر کر کے تمہارے پاس کیسے آتی"...... زارکا نے کہا۔
"تم آئی کہاں سے ہو"...... عمران نے پوچھا۔
"مصر کے سرخ اہرام سے"...... زارکا نے کہا تو عمران ایک بار پھر چونک پڑا۔
"مصر کے سرخ اہرام سے۔ یہ سرخ اہرام کہاں ہے جہاں تک اہراموں کے بارے میں مجھے معلوم ہے ان میں سے کوئی بھی اہرام سرخ رنگ کا نہیں ہے"...... عمران نے کہا۔
"تم ظاہری اہراموں کی بات کر رہے ہو۔ میں اس اہرام کی بات کر رہی ہو جو ابھی زیر زمین ہے اور دنیا کے سامنے ظاہر نہیں ہوا ہے"...... زارکا نے کہا تو عمران کے چہرے پر حیرت ناچنے لگی۔
"کیا ابھی زمین کے نیچے اور بھی عجوبے باقی ہیں جو ابھی ظاہر

نہیں ہوئے ہیں"...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔
"ہاں۔ ابھی قدیم دور کے بے شمار عجوبے باقی ہیں جو زیر زمین موجود ہیں اور جن کے بارے میں دنیا لاعلم ہے۔ وہ عجوبے ایسے ہیں جن کے سامنے اس دور کے عجوبوں کی کوئی وقعت ہی نہیں ہے۔ اگر زیر زمین عجوبے کھل جائیں تو انہیں دیکھ کر دنیا کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں اور کسی کو اس بات کا یقین ہی نہ آئے کہ قدیم دور کی دنیا اس قدر حیرتناک اور اسراروں سے پُر تھی"...... زارکا نے کہا۔
"کن اسراروں کی بات کر رہی ہو تم"...... عمران نے پوچھا۔
"وہ جو ابھی زیر زمین موجود ہیں اور دنیا سے چھپے ہوئے ہیں"...... زارکا نے جواب دیا۔
"تو کیا تم میرے سامنے ان اسراروں سے پردہ اٹھانے کے لئے آئی ہو"...... عمران نے منہ بنا کر کہا۔
"نہیں۔ میں تمہیں اسراروں کی اس دنیا میں اپنے ساتھ لے جانا چاہتی ہوں"...... زارکا نے کہا۔
"مجھے۔ وہ کیوں۔ میں وہاں تمہارے ساتھ جا کر کیا کروں گا"...... عمران نے سر جھٹک کر کہا۔
"تم اقارم کے بارے میں کیا جانتے ہو"...... زارکا نے پوچھا۔
"یہ کہ اس کا نام اقارم ہے اور وہ تمہارا آقا ہے۔ تم اس کی شہزادی بھی ہو اور کنیز بھی۔ یہی سب تو بتایا ہے تم نے مجھے اس

کے بارے میں''...... عمران نے کہا۔

''ہونہہ۔ اس کا مطلب ہے کہ تم اقارم کے پس منظر سے آگاہ نہیں ہو''...... زارکا نے منہ بنا کر کہا۔

''کیسا پس منظر''...... عمران نے چونک کر کہا۔

''میں تمہیں بتاتی ہوں''...... زارکا نے کہا۔

''ایک منٹ کچھ بتانے سے پہلے تم مجھے اپنے بارے میں بتاؤ''...... عمران نے کہا۔

''کیا بتاؤں''...... زارکا نے پوچھا۔

''تم حقیقت میں کون ہو اور تم یہاں میرے پاس کیوں آئی ہو۔ اس کے علاوہ تم میرے سامنے کیوں نہیں آ رہی ہو اور مجھے اس طرح اندھیرے میں تمہارے سامنے کب تک بیٹھا رہنا پڑے گا۔ یہ میرے آرام کا وقت ہے۔ مجھے نیند آ رہی ہے۔ میں سونا چاہتا ہوں''...... عمران نے تیز تیز بولتے ہوئے کہا۔

''آدھی رات تک تم اطمینان سے سو چکے ہو اور میں جانتی ہوں اس وقت تمہاری آنکھوں میں نیند کا شائبہ تک نہیں ہے۔ تم فریش ہو۔ تمہاری آنکھوں میں کچھ دیر پہلے جو خوف تھا وہ ختم ہو چکا ہے۔ رہی بات میری حقیقت کی تو میں تمہیں بتا چکی ہوں کہ میرا تعلق قوم جنات سے ہے اور میں ایک جن زادی ہوں۔ میں دو ہزار سال سے زندہ ہوں اور میں اقارم کی کنیز اور اس کی شہزادی ہوں۔ میں تمہارے پاس ایک مسئلہ لے کر آئی ہوں جسے تم ہی سلجھا سکتے ہو

اور میرے ساتھ ساتھ میرے آقا اقارم کی مدد کر سکتے ہو جو سینکڑوں سال سے ایک پتھر میں قید ہے''...... زارکا نے کہا۔

''اقارم پتھر میں قید ہے''...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''ہاں۔ اسے صدیوں پہلے چند انسانوں اور جنوں نے مل کر پتھر کا بت بنا دیا تھا اور پھر اقارم کا بت ایک بڑی چٹان میں چھپا دیا گیا اور پھر اس چٹان کو ایسی جگہ پھینک دیا گیا تھا جہاں کوئی آسانی سے نہ پہنچ سکتا ہو۔ میرے آقا کا تعلق بھی قوم جنات سے ہی ہے۔ اس کی چند انسانوں اور جنات سے دشمنی چلی آ رہی تھی۔ انسانوں اور جنات کا ایک ایک قبیلہ آقا سے شدید نفرت کرتے تھے وہ سب آقا کی بڑھتی ہوئی طاقتوں سے خائف تھے اور انہیں ڈر تھا کہ اگر آقا اقارم کی طاقتیں اسی طرح بڑھتی رہیں تو ایک دن وہ جنات اور انسانوں کے قبیلوں پر قبضہ کر لے گا اور انہیں اقارم کے سامنے سر جھکانا پڑے گا۔ اس لئے انسانوں اور جنات قبیلے کے سرداروں نے مل کر آقا اقارم سے چھٹکارا پانے کے لئے خفیہ طور پر کام کرنا شروع کر دیا۔ وہ آقا کے گرد موت کا جال بن رہے تھے۔ انہوں نے رات کے اندھیرے میں آقا پر حملہ کرنے کا پروگرام بنا لیا تھا لیکن آقا کو ان کی سازش کی خبر ہو گئی۔ آقا نے انسانی اور جناتی قبیلے کے سرداروں کو سمجھانے کی بہت کوشش کی کہ وہ ان کے قبیلوں پر قبضہ نہیں کرنا چاہتا اور نہ ہی ان پر اپنی طاقتوں

کی دھاک بٹھانا چاہتا ہے۔ لیکن انسانی اور جناتی قبیلے والے جیسے
آقا کی کوئی بات ماننے کے لئے تیار ہی نہیں تھے۔ انہوں نے
موقع کا فائدہ اٹھا کر اچانک آقا پر حملہ کر دیا۔ انہوں نے آقا پر
جان لیوا حملہ کیا تھا لیکن چونکہ آقا نے پہلے سے ہی اپنی حفاظت کا
بندوبست کر لیا تھا اس لئے انسانی اور جناتی قبیلوں کے سردار آقا کو
ہلاک نہیں کر سکے تھے لیکن آقا کو راستے سے ہٹانے کی ان کی
سازش ضرور کامیاب ہو گئی تھی، انہوں نے آقا کو پتھر کا بت بنا دیا
تھا وہ آقا کے بت کو توڑنا چاہتے تھے لیکن آقا کے حفاظتی انتظامات
کی وجہ سے وہ اس مقصد میں بھی ناکام رہے تھے اس لئے انہوں
نے آقا کے بت کو ایک چٹان میں قید کیا اور چٹان کو نامعلوم مقام
پر پھینک دیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ جنوں اور انسانوں کے سرداروں
نے مل کر اس چٹان کو دنیا کے آخری کونے میں موجود ایک پہاڑی
علاقے میں لے جا کر ایک بڑے اور سنگلاخ پہاڑ کے نیچے دفن کر
دیا تھا۔ میں اور میری چار بہنیں چونکہ آقا کی کنیزیں تھیں اور آقا
نے ہمیں اپنے دربار میں شہزادیوں کا درجہ دیا ہوا تھا اس لئے انہوں
نے ہمیں اپنی نشانیاں دے رکھی تھیں تاکہ اگر آقا کو کچھ ہو جائے تو
ہم پانچوں شہزادیاں ان کی مدد کو پہنچ سکیں۔ اگر کوئی اور معاملہ ہوتا تو
ہم پانچوں بہنیں جا کر آقا کو انسانوں اور جنوں کے سرداروں سے
بچا کر لا سکتی تھیں لیکن ان جنوں اور انسانوں کے پاس کچھ ایسی
طاقتیں تھیں جو ہمیں ان کے سامنے جانے سے روک رہی تھیں۔

ہمیں ان باتوں کا علم تب ہوا جب آقا کو انسانوں اور جنوں کے
سرداروں نے پتھر کا بت بنا کر پہاڑ کے نیچے لے جا کر دفن کر دیا۔
آقا کو قید کرنے کے بعد انسانوں اور جنوں کے سرداروں نے آقا
کا محل بھی تباہ کر دیا تھا اور وہ ہمیں بھی تلاش کرتے پھر رہے تھے
کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ ہم پانچ بہنوں کے پاس آقا کی نشانیاں
ہیں جن کی مدد سے ہم اس مقام تک پہنچ سکتی ہیں جہاں آقا کو پتھر
کا بت بنا کر ایک چٹان میں چھپا کر دفن کیا گیا ہے اس لئے وہ ہم
پانچ بہنوں کو بھی ہلاک کرنا چاہتے تھے لیکن ہم ان سے بچنے کے
لئے پاتال میں چلی گئی تھیں اور ایک ایسی خفیہ جگہ جا چھپی تھیں
جہاں انسان اور جنات نہیں پہنچ سکتے تھے۔ ہمیں چونکہ وہاں طویل
عرصہ تک رہنا تھا اس لئے ہم پانچوں بہنیں اس خفیہ جگہ پر جا کر سو
گئیں۔ انسانوں کی زندگیاں اتنی طویل نہیں ہوتیں لیکن جنات
سینکڑوں سالوں تک زندہ رہتے ہیں اس لئے ہمیں اس وقت تک
اس خفیہ مقام پر رہنا تھا جب تک کہ انسانوں کے قبیلے کے سردار
اور جناتی قبیلے کے سردار ہلاک نہ ہو جاتے۔ انسانی قبیلے کے سردار تو
جلد ہلاک ہو گئے تھے لیکن جناتی قبیلے کے سردار کی زندگی بہت
طویل تھی۔ جس سے بچنے کے لئے ہمیں کم از کم پانچ ہزار سالوں
تک اس سے چھپا رہنا تھا۔ اس کے بعد ہم خود ہی جاگ جاتیں
اور پھر ہم پانچوں بہنیں اس جگہ پہنچ جاتی جہاں آقا قید ہے۔ ہم آقا
کو قید سے نکال کر انہیں چٹان سے باہر نکالتیں اور ان پر کیا

گیا عمل ختم کر کے انہیں پتھر کے بت سے دوبارہ اصلی حالت میں لے آتیں۔ ابھی ہمارا وقت پورا ہونے میں تین ہزار سال باقی ہے۔ ہمیں ابھی مزید تین ہزار سال تک سونا تھا۔ لیکن تمہاری دنیا کے ایک انسان نے ہمیں وقت سے پہلے جاگ جانے پر مجبور کر دیا ہے۔ وہ انسان نہ صرف ہمیں اپنے بس میں کرنے کا پروگرام بنا رہا ہے بلکہ اسے اس جگہ کے بارے میں بھی علم ہو گیا ہے جہاں اقارم آقا قید ہے۔ وہ انسان آقا اقارم کو اپنا غلام بنانا چاہتا ہے۔ اسے معلوم ہے کہ آقا اقارم کی طاقتیں لامحدود ہیں اور اگر انہیں قید سے آزاد کر کے جگا دیا جائے تو اس کی مدد سے پوری دنیا پر قبضہ کیا جا سکتا ہے اس لئے وہ شخص اس کوشش میں لگا ہوا ہے کہ وہ کسی طرح سے آقا اقارم تک پہنچ جائے''...... زارکا نے یہ سب کہا اور خاموش ہو گئی۔ عمران خاموشی سے اس کی باتیں سن رہا تھا۔ اس نے ایک بار بھی زارکا کو بولنے سے روکنے یا اس سے کچھ پوچھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

''کون ہے وہ انسان جس نے وقت سے پہلے تمہیں جاگنے پر مجبور کیا ہے اور تمہارے آقا اقارم کو بھی حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہے''...... زارکا کے خاموش ہونے پر عمران نے اس سے پوچھا۔

''اس شخص کا تعلق اسرائیل سے ہے۔ وہ یہودی ہے''...... زارکا نے کہا۔ عمران اسرائیل اور یہودی کا سن کر بے اختیار چونک پڑا۔

''کیا نام ہے اس کا''...... عمران نے پوچھا۔

''وہ جدید دور کا ایک سائنس دان ہے اور اس نے پراسرار علوم میں بھی بے پناہ مہارت حاصل کر رکھی ہے۔ اس کا نام ڈاکٹر کرسٹائن ہے''...... زارکا نے کہا اور ڈاکٹر کرسٹائن کا سن کر عمران بے اختیار چونک پڑا۔ اسے اسرائیلی سائنس دان ڈاکٹر کرسٹائن کے بارے میں خاصی معلومات تھیں کہ وہ ٹاپ کا سائنس دان ہے جس نے اسرائیل کے دفاعی نظام کو واقعی ناقابل تسخیر بنانے میں بے پناہ کام کیا تھا اور اس کا پوری دنیا میں نام تھا۔

''کیا ڈاکٹر کرسٹائن سائنسی علوم کے ساتھ سفلی اور ماورائی علوم کا بھی ماہر ہے''...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

''ہاں۔ وہ سفلی اور پراسرار علوم کا بہت بڑا ماہر ہے۔ اس کے پاس دنیا کے تمام سفلی اور پراسرار علوم کی معلومات ہے جن میں سے اس نے بہت سے علوم پر دسترس حاصل کر رکھی ہے۔ ان علوم کی مدد سے اس نے ایک شیطانی ذریت کو بھی اپنے بس میں کر رکھا ہے جس کی مدد سے وہ شیطانی علوم کے خفیہ رازوں سے بھی آگاہ ہو گیا ہے۔ اس شیطانی ذریت کا نام زامبا ہے۔ زامبا شیطان کا خاص نمائندہ ہے جسے دنیا بھر کے شیطانی اور پراسرار علوم پر دسترس حاصل ہے اور وہ بے شمار شیطانی رازوں سے آگاہ ہے۔ زامبا نے ہی ڈاکٹر کرسٹائن کو آقا اقارم اور ہمارے بارے میں معلومات فراہم کی تھیں اور اس نے ڈاکٹر کرسٹائن کو بتایا تھا کہ وہ ہم پانچ بہنوں اور آقا اقارم تک کیسے پہنچ سکتا ہے۔ ڈاکٹر کرسٹائن

نے اس کے بتائے ہوئے مشوروں پر عمل کرنا شروع کر دیا ہے اور
وہ ایک ایسی مخلوق بنا رہا ہے جو ایک ساتھ چار وجود رکھتی ہے۔ اس
مخلوق کا جسم انسانی ہے مگر اس کا آدھا دماغ اور اس کی رگوں میں
دوڑنے والا سیاہ دھویں نما خون جناتی ہے۔ اسی طرح ڈاکٹر کرسٹائن
نے اس مخلوق کے جسم اور دماغ میں مشینیں بھی لگا دی ہیں۔ اب وہ
مخلوق انسانی طاقتیں بھی رکھتی ہے، جناتی بھی اور مشینی بھی۔ چوتھے
نمبر پر جب شیطانی ذریت زامبا اس مخلوق کے جسم میں روح بن کر
سرایت کرے گی تو وہ مخلوق حیرت انگیز قوتوں کی مالک بن جائے
گی۔ انسانی جسم ہونے کے باوجود وہ مخلوق جناتی اور شیطانی طاقتوں
کی ایک ایسی جیتی جاگتی مثال ہو گی جسے کسی بھی صورت میں تسخیر
نہیں کیا جا سکے گا۔ ڈاکٹر کرسٹائن اس مخلوق کو اپنے کنٹرول میں
رکھے گا اور اس سے اپنے احکامات کی تعمیل کرائے گا۔ شیطانی
ذریت ہونے اور جناتی طاقتیں ہونے کی وجہ سے اس مخلوق سے
دنیا کے بڑے بڑے کام لئے جا سکتے ہیں۔ انسانی جسم والی وہ
انوکھی مخلوق نہ صرف جنات کی طرح غائب ہو سکتی ہے بلکہ ایک
لمحے میں دنیا کے کسی بھی حصے میں پہنچ سکتی ہے۔ یہاں تک کہ اس
مخلوق کے ذریعے زمین اور سمندروں کی گہرائیوں کے ساتھ ساتھ
آسمان کی وسعتوں تک بھی پہنچا جا سکتا ہے۔ ڈاکٹر کرسٹائن اس
مخلوق کے ذریعے انسانی بستیوں کے ساتھ جناتی بستیوں کو بھی تباہ
کرنے اور انہیں اپنے بس میں کرنے پر قادر ہو گیا ہے۔ ڈاکٹر

سٹائن نے اس مخلوق کا نام اس شیطانی ذریت سے ہی منسوب
رکھا ہے وہ اسے زامبا ہی کہتا ہے۔ زامبا کی مدد سے وہ اب ہم
ج بہنوں اور اقارم تک پہنچنے کی کوشش کرنا چاہتا ہے تاکہ وہ اقارم
حاصل کر کے پوری دنیا پر قبضہ کر سکے۔ ڈاکٹر کرسٹائن کے عزائم
لہ شیطانی ہیں اور اس نے ہماری دنیا میں مداخلت کرنی شروع
دی ہے اس لئے ہم اس سے بے حد نالاں ہیں۔ اس کے قبضے
ں چونکہ زامبا ہے اس لئے نہ ہم شہزادیاں اسے روک سکتی ہیں اور
تی اس کا کچھ بگاڑ سکتی ہیں۔ زامبا ہمیں تلاش کرتا ہوا اس
یک معبد میں پہنچ گیا جہاں ہم تابوتوں میں سوئی ہوئی تھیں۔
بیا نے ہمارے تاریک معبد کی حفاظتی طاقتوں سے بچنے کے لئے
پنے سارے جسم پر کالی چمگادڑوں کا خون لگا رکھا تھا۔ وہ جب
ے معبد میں آیا تو وہاں ہر طرف کالی چمگادڑوں کے خون کی بو
ل گئی۔ پھر زامبا آگے بڑھا اور اس نے ہمارے تابوتوں کو چھونا
ع کر دیا اور ان تابوتوں میں جھانک کر ہمیں دیکھنے لگا۔ اس کی
چمگادڑوں والے خون آلود ہاتھ جیسے ہی ہمارے تابوتوں سے
ئے ہم فوراً جاگ گئیں۔ ہمیں آنکھیں کھولتے دیکھ کر زامبا گھبرا
ور فوراً وہاں سے بھاگ گیا۔ اس کے جاتے ہی ہم تابوت
کر باہر آ گئیں اور جب ہم نے اپنی پراسرار طاقتوں سے یہ
گیا کہ یہاں کالی چمگادڑوں کا خون لگا کر کون آیا تھا تو ہمیں
ں زامبا اور اس کے آقا کا پتہ چل گیا اور ساتھ ہی ہمیں ان

کے ارادوں کا بھی علم ہو گیا۔ ڈاکٹر کرسٹائن کے ارادے چونکہ
انتہائی خطرناک اور بھیانک تھے اس لئے ہم پانچوں بہنوں نے
آپس میں مشورہ کیا کہ ہم کس طرح سے ڈاکٹر کرسٹائن اور زا…
سے بچ سکتی ہیں اور کس طرح سے زامبا اور اس کے آقا کو اپنی د…
میں آنے سے روک سکتی ہیں۔ آپس میں مشورے کرنے کے سا…
ساتھ ہم پانچوں بہنوں نے اپنے پراسرار علوم سے بھی مدد لی تھی…
پراسرار علوم نے ہمیں اس مسئلے کا حل بتایا تو ہم مطمئن ہو گئیں…
ہمیں بتایا گیا تھا کہ ڈاکٹر کرسٹائن چونکہ ایک انسان ہے اور…
انسان نے زامبا جیسی مخلوق کو تسخیر کیا ہے اس لئے ڈاکٹر کرسٹ…
اور زامبا کو ہماری دنیا میں آنے سے ایک ہی انسان روک سکت…
اور وہ انسان تم ہو۔ صرف تم“...... زارکا نے کہا اور خاموش ہو گئی…

”میں۔ کیا مطلب۔ میں بھلا اس شیطان صفت انسان کو…
طرح سے تمہاری دنیا میں جانے سے روک سکتا ہوں“...... عمران
نے چونک کر کہا۔

”اس کے لئے تمہیں ڈاکٹر کرسٹائن کو ہلاک اور زامبا کو فنا…
ہوگا اور یہ کام صرف تم ہی کر سکتے ہو کوئی اور نہیں“...... زارکا…
کہا۔

”لیکن کیسے۔ میں بھلا ڈاکٹر کرسٹائن جیسے مافوق الفطرت ا…
کو کس طرح سے ہلاک کر سکتا ہوں جس کے پاس دنیا بھر کے…
علوم ہیں اور اس نے ایک طاقتور شیطانی ذریت کو اپنے تابع…

…ہے۔ وہ تو مجھے اپنی طاقتوں سے ایک لمحے میں ختم کر دے گا“۔
عمران نے کہا۔

”تب پھر ایک کام اور کیا جا سکتا ہے“...... زارکا نے کہا۔

”کون سا کام“...... عمران نے چونک کر پوچھا۔

”ڈاکٹر کرسٹائن اور زامبا، اقارم تک پہنچ کر اسے جگا کر اپنے
…میں کرنا چاہتے ہیں تاکہ وہ پوری دنیا پر قبضہ کر سکیں۔ اگر ان
…کے وہاں پہنچنے سے پہلے اقارم کو قید سے آزاد کر کے جگا دیا
…تو ڈاکٹر کرسٹائن اپنے مقصد میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکے گا۔
…زامبا کے ساتھ جب آقا اقارم کے سامنے جائے گا تو آقا ان
…کو خود ہی ختم کر دے گا“...... زارکا نے کہا۔

”یہ ٹھیک ہے۔ تم جاؤ اور جا کر اپنے آقا اقارم کو جگا دو تاکہ
ڈاکٹر کرسٹائن اور زامبا نہ کر سکیں“...... عمران نے کہا۔

”اگر ایسا ممکن ہوتا تو مجھے تمہارے پاس آنے کی کیا ضرورت
…“...... زارکا نے کہا۔

”کیا مطلب۔ کیا تم چاہتی ہو کہ میں جا کر ڈاکٹر کرسٹائن اور
…کے ملٹی مین کو ہلاک کروں“...... عمران نے چونک کر کہا۔

”ہاں یہ کام صرف تم ہی کر سکتے ہو۔ اسی لئے تو میں تمہارے
…آئی ہوں“...... زارکا نے جواب دیا۔

”میرے پاس ہی کیوں۔ پاکیشیا میں اٹھارہ کروڑ افراد رہتے
…پوری دنیا میں اربوں کھربوں انسان ہیں تم ان میں سے

کسی اور کے پاس کیوں نہیں گئی"...... عمران نے منہ بنا کر کہا۔
"تم ہمارے لئے ایک منتخب شدہ انسان ہو۔ اس لئے میں کسی
اور کے پاس کیسے جا سکتی تھی"...... زارکا نے کہا۔
"منتخب شدہ۔ مطلب"...... عمران نے پوچھا۔
"تم کئی ماورائی دنیاؤں کی سیر کر چکے ہو۔ اور تمہارے ہاتھوں
کئی ماورائی طاقتیں بھی فنا ہوئی ہیں۔ اس کے علاوہ تمہارا ایک جن
غلام ہے جو ماورائی دنیا کے بہت سے راز جانتا ہے اور ان راز
کی مدد سے وہ آسانی سے ڈاکٹر کرشائن اور زامبا جیسی طاقت
کر سکتا ہے۔ اس کے علاوہ تم اور تمہارے ساتھی انتہائی با
انسان ہیں۔ ڈاکٹر کرشائن اور زامبا کو ختم کرنا ہو یا آقا اقارم
پہنچنا ہو اس کے لئے تم اور تمہارے ساتھی ہی ہمارے کام آ
ہیں"...... زارکا نے جواب دیا۔
"اقارم تک پہنچنے سے تمہاری کیا مراد ہے"...... عمران
پوچھا۔
"ہمیں وقت سے پہلے جاگنے پر مجبور کیا گیا ہے اور ہما
لئے مسئلہ یہ ہے کہ ہم دوبارہ سو نہیں سکتی ہیں۔ اگر ہم اسی
جاگتی رہیں تو ہمیں تین ہزار سال تک جاگنا ہو گا جب تک
اقارم خود نہیں جاگ جاتا۔ ہمارے لئے تین ہزار سال گز
بہت مشکل ہیں۔ جب ہمیں تمہارے بارے میں اور تم
ساتھیوں کے بارے میں بتایا گیا کہ تم اور تمہارے ساتھ

ڈاکٹر کرشائن اور زامبا کو ختم کر سکتے ہیں تو تمہارے ذریعے ہم آقا
اقارم تک پہنچ کر انہیں وقت سے پہلے جگا بھی سکتی ہیں۔ اس لئے
ہم نے آپس میں مشورہ کیا کہ بجائے ہمیں تین ہزار سال انتظار
کرنے کے تمہارے ذریعے وقت سے پہلے آقا اقارم کو ہی جگا لینا
چاہئے۔ آقا اقارم جاگ گئے تو پھر ڈاکٹر کرشائن تو کیا اس کی
طاقت زامبا بھی کچھ نہیں کر سکے گی اور آقا انہیں ایک لمحے میں فنا
کر دیں گے"...... زارکا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔
"تم نے اپنے آقا اقارم اور اپنے بارے میں مجھے اب تک جو
کچھ بتایا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تم سب کا تعلق بھی شیطان
سے ہی ہے۔ اقارم کا اس طرح جن و انس کے ذریعے بت بنایا
جانا اور پھر اسے ایک چٹان میں قید کر کے پہاڑ کے نیچے دفن کر دینا
یہ سب روحانی معاملات معلوم ہوتے ہیں۔ اس قدر سخت اور ٹھوس
اقدامات شیطانی نمائندوں اور شیطانی ذریات کے لئے اٹھائے
جاتے ہیں"...... عمران نے کہا۔
"تمہیں اس بات سے کوئی مطلب نہیں ہونا چاہئے کہ ہمارا اور
آقا اقارم کا تعلق کس سے ہے"...... زارکا نے سخت لہجے میں کہا۔
"کیوں۔ تم میرے پاس آئی ہو اور یہ سب کچھ مجھے بتا رہی ہو
تو مجھے بھی تم سے یہ جاننے کا پورا حق ہے کہ تمہارا اور تمہارے آقا
اقارم کا تعلق کس دنیا سے ہے"...... عمران نے سخت لہجے میں کہا۔
"نہیں۔ اس کے بارے میں ابھی تمہیں کچھ نہیں بتایا جا

سکتا''...... زارکا نے کہا۔

''تو پھر تم یہاں کرنے کیا آئی ہو۔ جاؤ یہاں سے۔ تمہیں کس نے کہہ دیا ہے کہ تم یہاں آؤ گی اور مجھے یہ سب کچھ بتا کر آسانی سے اپنے کسی کام کے لئے آمادہ کر لو گی''...... عمران نے تلخ لہجے میں کہا۔

''یہ کام تم اور تمہارے ساتھی ہی کر سکتے ہیں''...... زارکا نے بھی جیسے غراہٹ بھرے لہجے میں کہا۔

''میں اور میرے ساتھی انکار کریں گے تو کیا یہ کام تم ہم سے زبردستی کراؤ گی''...... عمران نے اس بار غصیلے لہجے میں کہا۔

''میں ایسا نہیں کرنا چاہتی لیکن میں ایک جن زادی ہوں اور پھر میرا تعلق اقارم سے ہے۔ تم سوچ بھی نہیں سکتے ہو کہ میں تمہارے اور تمہارے ساتھیوں کے ساتھ کیا کر سکتی ہوں۔ اس لئے میرا مشورہ یہی ہے کہ تم مجھے انکار نہ کرو۔ اس کے علاوہ میں تمہیں یہ بھی بتا دینا چاہتی ہوں کہ تم اگر ہماری مدد کرو گے اور ہمارے آقا کو جگاؤ گے تو بدلے میں تمہیں ہم بہت بڑے بڑے انعام دیں گے۔ ایسے انعام جن کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے''۔ زارکا نے اس بار جیسے عمران کو لالچ دیتے ہوئے کہا۔

''مثال کے طور پر کیا انعام دو گی تم مجھے اور میرے ساتھیوں کو''...... عمران نے انتہائی کڑوے لہجے میں پوچھا۔

''یہ وقت آنے پر بتایا جائے گا''...... زارکا نے کہا۔

''اور یہ وقت تب آئے گا جب تمہارا شیطان آقا اقارم جاگ جائے گا''...... عمران نے منہ بنا کر کہا۔

''ہاں ایسا ہی سمجھ لو''...... زارکا نے بھی اسی طرح جواب دیا۔

''تب پھر میری طرف سے معذرت ہے۔ میں تمہیں کسی دھوکے میں نہیں رکھنا چاہتا ہوں اور نہ ہی میری ایسی عادت ہے۔ تم مان چکی ہو کہ تمہارا اور تمہارے آقا کا تعلق شیطان سے ہے اور میں شیطان کے خلاف کام کرتا ہوں شیطانوں کی مدد نہیں کرتا اور نہ کبھی کروں گا اس لئے تم نے یہاں آ کر اور اپنی داستان سنا کر صرف اپنا وقت ہی ضائع کیا ہے۔ بہرحال جو ہونا تھا ہو گیا۔ اب تم جاؤ یہاں سے اور دوبارہ میرے پاس نہ آنا۔ تم مجھ سے پیار سے بات کرو یا غصے سے۔ اپنے انداز کو مخلصانہ کہو یا قہر بھرا میں تمہارا ساتھ نہیں دے سکتا''...... عمران نے انتہائی سخت لہجے میں کہا اور اس کا جواب سن کر زارکا کے تیز تیز سانس لینے کی آوازیں سنائی دینے لگیں جیسے اندھیرے میں کوئی ناگن پھنکار رہی ہو۔

''اتنی جلدی فیصلہ مت کرو۔ میں نے تمہیں سب کچھ بتا دیا ہے۔ تم اچھی طرح سے سوچ و بچار کر لو۔ میں کل پھر آؤں گی۔ تب مجھے بتانا کہ تمہیں کیا کرنا ہے۔ اگر تم نے ہاں کر دی تو تمہارا لئے ہی نہیں تمہارے ساتھیوں کے لئے بھی بہت بہتر ہو گا ورنہ تمہارا اور تمہارے ساتھیوں کا انجام بے حد بھیانک ہو گا''۔ زارکا نے کہا۔

"میں تمہاری کسی گیدڑ بھبکی میں آنے والا نہیں ہوں۔ میں نے جو فائنل کرنا تھا کر دیا ہے۔ تم کل آؤ یا پرسوں۔ سال بعد آؤ یا سو سال بعد اگر میں زندہ ہوا تو میرا ایک ہی جواب ہو گا اور وہ جواب میں تمہیں دے چکا ہوں"...... عمران نے اسی طرح انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

"میں ابھی تمہارے اس جواب سے متفق نہیں ہوں۔ کل رات تک کا وقت ہے تمہارے پاس۔ کل رات ٹھیک اسی وقت میں یہاں آؤں گی۔ اس وقت تک تم آزاد ہو جو چاہو کر لو یا جو چاہے سوچ لو۔ کل رات یا تو تمہیں نئی زندگی دے گی یا پھر اس رات کے بعد تم دن کا سورج نہیں دیکھ سکو گے"...... زارکا نے پھنکارتے ہوئے کہا۔

"ہونہہ۔ شیطان ہمیشہ نحوست بھری باتیں ہی کرتے ہیں۔ اب جاؤ یہاں سے۔ مجھے اب تمہارے وجود سے بھی کراہیت آ رہی ہے۔ میں اب تمہیں ایک لمحے کے لئے بھی یہاں برداشت نہیں کر سکتا ہوں۔ جاؤ۔ چلی جاؤ یہاں سے"...... عمران نے انتہائی غضبناک لہجے میں کہا۔ اسے واقعی اب زارکا پر انتہائی غصہ آ رہا تھا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا ورنہ وہ اس جیسی شیطان جن زادی کو اٹھا کر باہر ہی پھینک دیتا۔

"میں اپنی مرضی سے آئی ہوں اور اپنی مرضی سے ہی واپس جاؤں گی۔ اب میں تمہیں چونکہ ایک رات کا وقت دے چکی ہوں

اس لئے میں جا رہی ہوں۔ کل رات۔ یاد رکھنا صرف کل رات کا ہی تمہارے پاس وقت ہے"...... زارکا نے کہا۔

"دیکھا جائے گا"...... عمران نے غرا کر کہا۔ جواب میں زارکا کی بھی غراہٹ بھری آواز سنائی دی اور پھر اچانک تیز زناٹے دار آواز کے ساتھ عمران کو یوں محسوس ہوا جیسے ہوا کا ایک تیز جھونکا کھلی ہوئی کھڑکی سے باہر نکل گیا ہو۔ جیسے ہی ہوا کا جھونکا باہر گیا اسی لمحے نہ صرف کمرے میں جلتا ہوا زیرو پاور کا بلب آن ہو گیا بلکہ ہیٹر بھی خود بخود جل اٹھا۔ اس روشنی میں عمران کا چہرہ غیظ و غضب سے پکے ہوئے ٹماٹر کی طرح سرخ ہوتا ہوا دکھائی دے رہا تھا اور اس کی آنکھوں سے جیسے شرارے سے پھوٹ رہے تھے۔

زارکا کا تعلق شیطان سے تھا اور اس نے جس طرح سے عمران کو دھمکیاں دی تھیں اس سے عمران واقعی غصے میں آ گیا تھا۔ وہ ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا اور اس کے سامنے ایک اور کرسی رکھی ہوئی تھی جو خالی تھی اور عمران سرخ سرخ آنکھوں سے اسی کرسی کو گھور رہا تھا جہاں چند لمحے قبل ایک جن زادی اس کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی جو شیطان کی پیرو کار تھی اور عمران سے شیطانی معاملے میں مدد لینے کے لئے آئی تھی۔

جوزف نے کار فلیٹ کی پارکنگ میں روکی اور کار سے نکل کر باہر آ گیا اور پھر وہ پارکنگ سے نکل کر باہر آیا اور سیڑھیاں چڑھتا ہوا عمران کے فلیٹ کے پاس آ کر رک گیا۔ اس نے ایک لمحہ توقف کیا اور پھر اس نے کال بیل کے بٹن پر انگلی رکھ دی۔ اندر گھنٹی بجی اور کچھ دیر کے بعد اسے اندر سے سلیمان کی بڑبڑاتی ہوئی آواز کے ساتھ اس کے قدموں کی آواز سنائی دی۔

''کون ہے۔ صبح صبح کس کے پیٹ میں مروڑ اٹھے ہیں۔ جو یہاں آ کر گھنٹیاں بجانا شروع ہو گئے ہو''...... اندر سے سلیمان کی بیزاریت سے بھری آواز سنائی دی جیسے وہ گھنٹی کی آواز سن کر زبردستی جاگا ہو۔

''میں جوزف ہوں۔ دروازہ کھولو''...... جوزف نے اونچی آواز میں کہا۔

''کون جوزف۔ میں کسی جوزف موزف کو نہیں جانتا۔ جاؤ یہاں سے ابھی میرا اور صاحب کا سونے کا وقت ہے۔ میں بارہ بجے سے پہلے نہیں اٹھتا اور صاحب کے جاگنے کا کوئی وقت نہیں ہے۔ وہ شام کو بھی اٹھ سکتے ہیں اور رات کو بھی''...... سلیمان نے دروازہ کھولے بغیر جواباً اونچی آواز میں کہا اور اس کی بات سن کر جوزف کے چہرے پر ناگواری سی آ گئی۔

''شٹ اَپ۔ دروازہ کھولو۔ مجھے باس نے بلایا ہے''۔ جوزف نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''تو جاؤ۔ باس کے پاس جاؤ۔ یہاں کیوں آئے ہو۔ یہ فلیٹ تمہیں چوروں اور غنڈوں کا معلوم ہوتا ہے کیا جو یہاں ان کے پاس سے ملنے آ گئے ہو''...... سلیمان نے دروازہ کھول کر اسے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔ جوزف نے بھی اسے تیز نظروں سے گھورا اور اسے ہاتھ سے پیچھے دھکیل کر تیزی سے اندر گھستا چلا گیا۔

''ارے ارے کیا کر رہے ہو۔ رک جاؤ۔ یہ کیا اونٹوں کی طرح منہ اٹھائے اندر گھسے چلے جا رہے ہو۔ رک جاؤ۔ ورنہ میں پولیس کو بلا لوں گا کہ افریقہ کا ایک بدمست ہاتھی زبردستی فلیٹ میں گھس گیا ہے''...... سلیمان نے تیز لہجے میں کہا مگر جوزف اب بھلا اس کی کہاں سننے والا تھا وہ تیز تیز چلتا ہوا اندر آ گیا اور پھر وہ عمران کے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔

کمرے کا دروازہ بند تھا۔ جوزف کمرے کے دروازے کے پاس جا کر رکا پھر اس نے انگلی کا ہک بنا کر دروازے پر مخصوص انداز میں دستک دی۔

"باس۔ میں جوزف ہوں"...... جوزف نے دروازے پر دستک دیتے ہوئے کہا۔

"اندر آ جاؤ"...... اندر سے عمران کی آواز سنائی دی تو جوزف نے دروازے کا ہینڈل گھمایا تو دروازہ کھلتا چلا گیا۔ دروازہ کھول کر وہ جیسے ہی اندر آیا یکلخت ٹھٹھک گیا۔ اس کے چہرے پر انتہائی حیرت کے تاثرات نمایاں ہو گئے۔ سامنے دیوار کے پاس عمران سر کے بل کھڑا تھا۔ اس کا سر زمین پر تھا اور اس نے ٹانگیں اوپر اٹھا رکھی تھیں اس نے بیلنس برقرار رکھنے کے لئے دونوں ہاتھ سر کے پیچھے رکھے ہوئے تھے۔ سر کے بل کھڑا ہونے کی وجہ سے اس کا چہرہ قندھاری انار کی طرح سرخ ہو رہا تھا۔ جوزف' عمران کی طرف بڑھا ہی تھا کہ اچانک اسے جیسے ایک زور دار جھٹکا لگا اور وہ ایک بار پھر رک گیا۔ اس بار وہ حیرت زدہ انداز میں چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھیں پھٹ سی گئی تھیں اور اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات نمایاں ہو گئے تھے۔

"ادھر ادھر کیا دیکھ رہے ہو جنگل پرنس۔ میری طرف دیکھو کیا الٹا ہونے کی وجہ سے میں تمہیں دکھائی نہیں دے رہا ہوں"۔ عمران نے تیز لہجے میں کہا۔

"ایک منٹ باس"...... جوزف نے قدرے پریشان انداز میں کہا۔ اس کی ناک پھول اور پچک رہی تھی جیسے وہ ہوا میں کچھ سونگھنے کی کوشش کر رہا ہو اور اس کے چہرے پر حیرت بڑھتی جا رہی تھی۔ حیرت کے ساتھ ساتھ اس کے چہرے پر قدرے پریشانی اور الجھن کے تاثرات بھی دکھائی دے رہے تھے۔ وہ ادھر ادھر دیکھتا ہوا اور ہوا میں کچھ سونگھتا ہوا اس کھڑکی کے پاس آ گیا جہاں دو کرسیاں رکھی ہوئی تھیں۔ کھڑکی کے پاس موجود کرسیاں دیکھ کر جوزف ایک لمحے کے لئے ٹھٹھکا اور پھر وہ غور سے اس کرسی کو دیکھنے لگا جس پر رات کے وقت عمران کے سامنے ایک جن زادی زارکا بیٹھی ہوئی تھی۔

"دیمک دیکھنے کے لئے اگر آنکھیں کمزور ہیں تو کسی خوردبین کا انتظام کر دوں"......عمران نے اپنے مخصوص انداز میں کہا۔

"نو باس میں دیمک نہیں دیکھ رہا"...... جوزف نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔ عمران نے ٹانگیں گھمائیں اور جمناسٹک کا ماہرانہ انداز میں مظاہرہ کرتا ہوا قلابازی لگا کر اپنی ٹانگوں پر آ کھڑا ہوا۔

"تو کیا یہاں کوئی خزانہ ڈھونڈ رہے ہو"......عمران نے اس کے نزدیک آتے ہوئے اور مسکرا کر پوچھا۔ عمران نے ہی جوزف کو صبح کال کی تھی کہ وہ فوراً اس کے پاس پہنچ جائے۔ جوزف تو حکم کا غلام تھا اس نے عمران کا فون سنا اور اس نے عمران سے یہ بھی نہ پوچھا کہ وہ اسے اتنی صبح کیوں بلا رہا ہے۔ اس نے فون بند کیا اور

فوراً عمران کے فلیٹ کی طرف ہولیا۔

''باس کون آیا تھا یہاں''...... جوزف نے سیدھے ہو کر عمران کی طرف الجھی ہوئی اور پریشان نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''تمہیں کیا لگتا ہے۔ کون آ سکتا ہے یہاں''...... عمران نے اس کی جانب غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''مجھے ڈر لگ رہا ہے باس۔ مجھے یہاں سے کسی دوسری دنیا کی مخلوق کی بو محسوس ہو رہی ہے۔ ایسی مخلوق کی جو انتہائی طاقتور اور خوفناک ہے۔ وہ کون ہے اور اس کا کس دنیا سے تعلق ہے مجھے ابھی اس کا اندازہ نہیں ہو رہا ہے لیکن وہ جو کوئی بھی ہے انتہائی خطرناک اور ڈراؤنی ہے''...... جوزف نے کہا اور اس کی بات سن کر عمران چونک پڑا۔

''تمہیں ڈر لگ رہا ہے۔ پرنس مکاشو اور ڈر جائے یہ کیسے ممکن ہے''...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا اسے واقعی جوزف کے چہرے پر خوف کی پرچھائیاں تیرتی ہوئی دکھائی دے رہی تھیں۔

''میں سچ کہہ رہا ہوں باس۔ میں واقعی ڈر رہا ہوں۔ یہاں جو بھی مخلوق آئی تھی اس کا تعلق کسی ایسی دنیا سے ہے جو میرے خواب و گمان سے بھی کہیں بڑھ کر ہے اور وہ اس قدر شہ زور ہے جس کا نہ میں مقابلہ کر سکتا ہوں اور نہ ہی میرے قبیلے کا فادر جوشوا بلکہ میں تو یہی کہوں گا کہ وہ جو کوئی بھی ہے اس سے روحانی

طاقتیں دور ہی رہنا پسند کریں گی ورنہ یہاں آنے والی خوفناک مخلوق انہیں بھی نقصان پہنچا سکتی ہے''...... جوزف نے کہا اور عمران حیرت سے اس کی شکل دیکھتا رہ گیا۔ یہ اس کی زندگی کا پہلا موقع تھا جب جوزف جیسا انسان اس طرح ڈرنے والی باتیں کر رہا تھا۔

''ایسی باتیں کر کے تو تم مجھے بھی ڈرا رہے ہو۔ میں نے تو تمہیں اس لئے بلایا تھا کہ تمہیں بتا سکوں کہ یہاں آدھی رات کے وقت کون آیا تھا اور اس سے میری کیا باتیں ہوئی تھیں۔ میرا خیال تھا کہ تمہاری وجہ سے اس جن زادی کو دوبارہ میرے فلیٹ میں داخل ہونے کا راستہ نہیں ملے گا۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ تم جیسا جنگل پرنس بھی اس جن زادی سے ڈر جائے گا۔ جس کے نام سے ہی شیطانی ذریات اور شیطانی مخلوقات کانپتی ہیں''...... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''جن زادی۔ اوہ تو میرا اندازہ درست تھا۔ وہ انسان نہیں تھی اور نہ ہی کسی انسان کی بدروح''...... جوزف نے چونک کر کہا۔

''ہاں اس نے کہا تھا کہ اس کا تعلق جنات سے ہے اور وہ جن زادی ہے اور وہ کسی اقارم کی شہزادی اور کنیز ہے''...... عمران نے کہا اور اس کی بات سن کر جوزف نہ صرف بری طرح سے اچھل پڑا بلکہ وہ بڑے بوکھلائے ہوئے انداز میں کئی قدم پیچھے ہٹتا چلا گیا۔ اس کے چہرے پر موجود خوف اور زیادہ گہرا ہو گیا تھا اور اس کی آنکھیں یوں پھیل گئی تھیں جیسے ابھی حلقے توڑ کر باہر آ گریں گی اور

اسے اس طرح اچھلتے اور اس قدر خوفزدہ ہوتے دیکھ کر عمران بھی
آنکھیں پھاڑ کر رہ گیا۔ اس نے جوزف کو اس سے پہلے اس قدر
خوفزدہ کبھی نہیں دیکھا تھا۔

''اق۔ اق۔ اقارم۔ وہ اقارم کی کنیز تھی''...... جوزف نے
بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''ہاں۔ میں نے اقارم کا ہی نام لیا ہے تمہاری موت کا نہیں جو
تم اس قدر خوفزدہ ہو رہے ہو''...... عمران نے منہ بنا کر کہا۔ اسے
جوزف کو اس قدر خوفزدہ ہوتے دیکھ کر اب اس پر غصہ آنے لگ گیا
تھا۔ ماورائی معاملات میں جوزف ایک ایسا شخص تھا جو ان معاملات
کو بہتر سمجھتا تھا اور وہ کسی ماورائی یا شیطانی ذریت سے نہیں گھبراتا
تھا لیکن اب وہ یوں ڈر رہا تھا جیسے ننھا سا بچہ ہو اور اس کے سامنے
سچ مچ کوئی بھوت آ گیا ہو۔

''اقارم کا نام موت سے بھی بڑا ہے باس۔ آپ نہیں سمجھ سکتے
ہیں کہ اقارم کون ہے اور وہ کیا کر سکتا ہے۔ پلیز آپ مجھے اس
جن زادی کے بارے میں بتائیں۔ وہ کون تھی۔ کہاں سے آئی تھی
اور اس نے آپ سے کیا کہا تھا۔ مجھے ساری تفصیل بتائیں باس۔
مجھے اب ہر طرف خطرے کی بو آنی شروع ہو گئی ہے۔ ایسے خطرے
کی بو جس سے مجھے سب کچھ ختم ہوتا محسوس ہو رہا ہے۔ سب
کچھ''...... جوزف نے اسی انداز میں کہا۔

''سب کچھ، کیا مطلب''...... عمران نے اس کی جانب غور سے

دیکھتے ہوئے کہا۔

''سب کچھ مطلب ہے سب کچھ باس۔ نہ تم بچو گے نہ میں اور
نہ کوئی اور۔ آپ مجھے اس جن زادی کے بارے میں بتائیں پھر
میں آپ کو بتاؤں گا کہ میں اس قدر خوفزدہ کیوں ہوں اور مجھے کس
بات کا ڈر ہے''...... جوزف نے کہا۔ عمران چند لمحے غور سے
جوزف کی طرف دیکھتا رہا جو انتہائی سنجیدہ تھا۔

''ٹھیک ہے بیٹھو۔ میں تمہیں بتاتا ہوں''...... عمران نے کہا۔

''اس کمرے میں نہیں باس۔ باہر چلیں۔ باہر چل کر بات
کرتے ہیں''...... جوزف نے کہا اور عمران ایک طویل سانس لے
کر رہ گیا۔ اسے واقعی جوزف کے انداز پر حیرت ہو رہی تھی۔
جوزف کافی حد تک پریشان اور ڈرا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ وہ
عمران سے باتیں کرتا ہوا بار بار اچانک چونک کر چاروں طرف
یوں دیکھنا شروع ہو جاتا جیسے اسے وہاں کسی اور کی موجودگی کا بھی
احساس ہو رہا ہو۔

''ٹھیک ہے۔ تم چلو۔ میں لباس بدل کر آتا ہوں''...... عمران
نے اس کی بدلتی ہوئی حالت دیکھ کر کہا۔

''یس باس''...... جوزف نے کہا اور مڑ کر تیز تیز چلتا ہوا
کمرے سے نکلتا چلا گیا۔ اس کی تیزی دیکھ کر عمران نے بے اختیار
ہونٹ بھینچ لئے۔ جوزف جس تیزی سے وہاں سے نکلا تھا یوں لگ
رہا تھا کہ اگر اسے دیر ہو گئی تو اس کے ساتھ کچھ انہونی ہو جائے

گی۔

''لگتا ہے اس کالے دیو کا دماغ خراب ہوگیا ہے۔ اگر یہ اس طرح سے ڈرنے لگ گیا تو پھر میرا تو اللہ ہی حافظ ہے''......عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا اور ڈریسنگ روم میں گھس گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ لباس بدل کر ڈریسنگ روم سے باہر آیا اور پھر کمرے سے نکلتا چلا گیا۔

''سلیمان میں باہر جا رہا ہوں۔ کوئی آئے تو کہہ دینا میں سسرال گیا ہوا ہوں۔ واپسی تب ہی ہوگی جب دو چار ننھے منے میرے ساتھ ہوں گے''......عمران نے بیرونی دروازے کی جانب بڑھتے ہوئے کچن کی طرف دیکھ کر اونچی آواز میں کہا۔

''کس سسرال کی بات کر رہے ہیں صاحب۔ وہ سسرال جہاں گندھے ہوئے آٹے کی روٹی بنا کر بیوی اپنے ہاتھوں سے اپنے شوہر کو کھلاتی ہے یا آپ اس سسرال کی بات کر رہے ہیں جہاں اپنے ساتھ دوسروں کی بھی روٹیاں بنانے کے لئے چکی پیسنی پڑتی ہے''......سلیمان نے کچن ہی سے ترکی بہ ترکی جواب دیا اور عمران کے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ آگئی۔ سلیمان نے دوسرے سسرال کا موازنہ جیل سے کیا تھا جہاں جرائم پیشہ افراد سے چکی پسوائی جاتی تھی اور جیل میں جاتے ہوئے وہ یہی کہتے ہیں کہ سسرال جا رہے ہیں۔

''یہ تو اپنی اپنی قسمت ہے پیارے۔ میں تو پسے پسائے آٹے

کی روٹیاں کھاؤں گا وہ بھی مکھن لگی ہوئیں۔ یہ تو تمہاری بدقسمتی ہے کہ تمہیں دوسرے سسرال میں جا کر اپنے لئے روٹیاں بنانے کے لئے خود ہی آٹا چکی میں پیسنا پڑے گا''......عمران نے اونچی آواز میں کہا اسی لمحے سلیمان کچن سے باہر آگیا۔

''وہ کالا بھوت کہاں ہے اور آپ بغیر ناشتہ کئے جا کہاں رہے ہیں''......سلیمان نے عمران کے نزدیک آتے ہوئے کہا جو دروازہ کھول کر باہر نکل ہی رہا تھا۔

''کالا بھوت تم جیسے بوڑھے بھوت کو دیکھ کر ڈر کے مارے باہر بھاگ گیا ہے۔ میں اسی کے پیچھے جا رہا ہوں۔ ناشتے کی فکر نہ کرو وہ میں باہر ہی کرلوں گا''......عمران نے کہا۔

''اچھی بات ہے۔ میں تو کہتا ہوں کہ روز ہی صبح باہر جا کر ناشتہ کر لیا کریں۔ کم از کم مجھے صبح صبح اٹھ کر آپ کے لئے دکانداروں سے دودھ، پتی، چینی اور دوسری چیزیں ادھار تو نہیں لانی پڑیں گی۔ جو بھی لاؤں گا صرف اپنے ہی لئے لاؤں گا اور آپ کے ناشتہ نہ کرنے کی وجہ سے میری خاصی بچت ہو جائے گی جس سے میں اپنے لئے باہر سے سری پائے، مرغ چھولے یا بکرے کا مغز کھانے کے لئے لے آیا کروں گا''......سلیمان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''سارا سارا دن میرا مغز کھاتے رہتے ہو یہ کیا کم ہے جو اب جانوروں کا بھی مغز کھانے کا پروگرام بنا رہے ہو''......عمران نے

جواباً مسکراتے ہوئے کہا۔

''آپ کے دماغ میں مغز نام کی بھی کوئی چیز ہے یہ آج معلوم ہوا ہے۔ ورنہ میں تو یہی سمجھتا تھا کہ......'' سلیمان نے جان بوجھ کر فقرہ ادھورا چھوڑتے ہوئے کہا۔

''کیا سمجھتے تھے تم کہ میرے دماغ میں مغز نہیں بھوسہ بھرا ہوا ہے''......عمران نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔

''سمجھدار انسان کے لئے اشارہ ہی کافی ہوتا ہے''......سلیمان نے برجستہ جواب دیا اور اس کے برجستہ انداز میں جواب دینے پر عمران بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

''اچھا ٹھیک ہے۔ سارا دماغ تو تمہارے ہی پاس ہے۔ میرے سر میں تو بھوسہ ہی بھرا ہوا ہے۔ اب خوش''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''جی ہاں۔ اس طرح اچھے بچوں کی طرح میری ہر بات مان لیا کریں تو میں خوش ہی رہوں گا''......سلیمان نے کہا اور عمران ہنستا ہوا باہر نکل گیا۔ اس کے باہر جاتے ہی سلیمان نے دروازہ بند کیا اور اندر سے لاک لگا لیا۔

عمران سیڑھیاں اتر کر نیچے آیا تو اسے جوزف سیڑھیوں کے پاس ہی مل گیا۔ اس کے چہرے پر بدستور پریشانی کے تاثرات ثبت تھے۔ وہ نہایت بے چینی کے عالم میں سیڑھیوں کے پاس ٹہل رہا تھا۔ عمران کو دیکھ کر اس کے چہرے پر قدرے سکون آ گیا۔

''تھینک گاڈ۔ باس کہ آپ آ گئے۔ ورنہ میں پریشان ہو رہا تھا کہ آپ کو آنے میں اتنی دیر کیوں لگ رہی ہے۔ کہیں وہ بدبخت پھر آپ کے سامنے تو نہیں آ گئی''...... جوزف نے اسی طرح پریشانی کے عالم میں کہا۔

''وہ کون''......عمران نے اس کی جانب غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''وہی جن زادی۔ جس کے بارے میں آپ مجھے بتا رہے تھے''...... جوزف نے کہا۔

''ہونہہ۔ لگتا ہے اس جن زادی کا خوف تم پر ضرورت سے زیادہ ہی غالب آ گیا ہے''......عمران نے منہ بنا کر کہا۔

''یس باس۔ آپ مجھے بس ایک بار تفصیل بتا دیں۔ اس کے بعد میں آپ کو اپنے خوف کی وجہ بھی بتا دوں گا''...... جوزف نے بے چین لہجے میں کہا۔

''ٹھیک ہے۔ بتاؤ کہاں چلیں جہاں میں بیٹھ کر تم سے اطمینان سے بات کر سکوں۔ کیا رانا ہاؤس چلیں''......عمران نے کہا۔

''نو باس۔ رانا ہاؤس میں جوانا موجود ہے۔ میں اس سلسلے میں آپ سے اکیلے میں بات کرنا چاہتا ہوں''...... جوزف نے کہا۔

''تو پھر کسی ریسٹورنٹ میں چلتے ہیں۔ وہاں کسی کیبن میں بیٹھ کر ناشتہ بھی کر لیں گے اور بات بھی''......عمران نے کہا۔

''یس باس۔ یہ ٹھیک ہے''...... جوزف نے کہا تو عمران نے

اثبات میں سر ہلایا اور اس کے ساتھ چل پڑا۔ جوزف نے عمران
کے باہر آنے سے پہلے ہی پارکنگ سے کار باہر نکال لی تھی جو
سڑک پر کھڑی تھی۔ عمران نے اپنی سپورٹس کار میں جانے کی
بجائے جوزف کے ساتھ اس کی کار میں ہی جانے کا فیصلہ کر لیا۔
جوزف نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی جبکہ عمران اس کے ساتھ
والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ جوزف نے کار سٹارٹ کی اور پھر وہاں سے
نکالتا لے گیا۔

تھوڑی ہی دیر بعد وہ ایک ریسٹورنٹ کے ایک الگ کیبن میں
بیٹھے ہوئے تھے اور عمران نے ویٹر کو بلا کر اپنے لئے اور جوزف
کے لئے ناشتے کا آرڈر دے دیا۔ جب تک ناشتہ آتا عمران نے
جوزف کو زارکا کے بارے میں تفصیلات بتانی شروع کر دیں جسے
سنتے ہوئے جوزف کا رنگ سیاہ ہوتا جا رہا تھا اور اس کی پھیلی ہوئی
آنکھیں سکڑتی چلی جا رہی تھی۔

''صرف ایک رات۔ اس جن زادی نے آپ کو سوچنے کے
لئے صرف ایک رات کا وقت دیا ہے''...... ساری تفصیل سن کر
جوزف نے ہکلاتی ہوئے کہا۔

''ہاں۔ وہ جس انداز میں مجھے دھمکیاں دے رہی تھی اس سے
میں بھی پریشان ہو گیا تھا اور میں اس کے جانے کے بعد سو نہیں سکا
تھا اسی لئے میں نے فون کر کے صبح صبح تمہیں بلا لیا تا کہ تم سے
اس سلسلے میں ڈسکس کر سکوں مگر تمہاری حالت دیکھ کر لگ رہا ہے

کہ میں نے زارکا کے بارے میں تمہیں سب کچھ بتا کر غلطی کی
ہے۔ وہ میرے سامنے تھی مگر مجھے اس سے کوئی خوف محسوس نہیں ہو
رہا تھا جبکہ تمہارے چہرے سے یوں لگ رہا ہے جیسے زارکا کے نام
سے ہی تمہارے پسینے چھوٹ رہے ہوں''...... عمران نے جوزف کا
پسینے سے بھرا ہوا چہرہ دیکھ کر منہ بناتے ہوئے کہا۔

''باس آپ نہیں جانتے۔ میں ابھی آپ کو صرف اتنا بتا سکتا
ہوں کہ اقارم ایک ایسی طاقت کا نام ہے جو اگر جاگ گیا تو سمجھ لو
کہ وہ اس دنیا میں ہر طرف قیامت برپا کر دے گا۔ وہ شیطانوں کا
شیطان ہے جو ایک بار جاگ گیا تو پھر اس پر قابو پانا مشکل ہو
جائے گا۔ زارکا اور باقی چار کنیزیں جو خود کو اقارم کی شہزادیاں کہتی
ہیں وہ بھی آفت کی پرکالہ ہیں جو انتہائی طاقتور اور خوفناک ہیں وہ
بھی دنیا میں طوفان برپا کر سکتی ہیں۔ اسی لئے میں ان کے جاگنے کا
سن کر چونک پڑا تھا اور آپ کی باتیں سن کر میں اور زیادہ پریشان
ہو گیا ہوں کہ زارکا اور اس کی ساتھی چاروں کنیزیں جاگ گئی ہیں
اور انہوں نے اقارم کو جگانے کے لئے آپ کو اور آپ کے
ساتھیوں کو چن لیا ہے۔ وہ ایک بار جس کے پیچھے پڑ جائیں اس کا
پھر تک پیچھا نہیں چھوڑتیں۔ انہیں نہ تو کسی طرح سے قید کیا جا سکتا
ہے اور نہ فنا۔ وہ چونکہ تاریک دنیا کی مخلوق ہیں اس لئے وہ صرف
روشنی سے ڈرتی ہیں اور روشنی میں نہیں آتیں ورنہ انہیں کسی بھی
صورت میں زیر نہیں کیا جا سکتا ہے۔ زارکا اور اس کی چاروں ساتھی

کنیزوں سے سفلی طاقتیں بھی ٹکرا جائیں تو وہ بھی ختم ہو جاتی ہیں اور روحانی دنیا کی طاقتیں بھی ان سے دور رہتی ہیں کیونکہ بلیک پرنسز انتہائی گھناؤنی اور انتہائی رذیل مخلوق ہیں جو اپنے مفادات کے لئے کچھ بھی کرسکتی ہیں''...... جوزف نے کہا تو عمران نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔

''ہونہہ۔ تم کہنا کیا چاہتے ہو کیا ان رذیل مخلوق کو روحانی طاقتیں بھی فنا نہیں کرسکتیں''...... عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

''نو باس۔ میں نے یہ نہیں کہا ہے۔ میں نے کہا ہے کہ روحانی طاقتیں ان رذیل مخلوق کے سامنے جانا پسند نہیں کرتیں۔ بلیک پرنسز غلاظت اور ناپاکی کی بدترین مثال ہیں جن سے روحانی طاقتیں اور ان کے نمائندے دور رہنا ہی پسند کرتے ہیں''۔ جوزف نے جواب دیا تو عمران نے سمجھ جانے والے انداز میں سر ہلا دیا۔

''تو پھر ان بلیک پرنسز سے چھٹکارہ کیسے پایا جا سکتا ہے اور وہ میرے اور میرے ساتھیوں کی ہی مدد سے اقارم کو کیوں جگانا چاہتی ہیں اس کے علاوہ اقارم ہے کہاں''...... عمران نے ایک ساتھ کئی سوال کرتے ہوئے کہا۔

''اقارم کہاں ہے اس کے بارے میں مجھے کچھ علم نہیں ہے اور بلیک پرنسز نے آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو اقارم کو جگانے کے لئے کیوں منتخب کیا ہے اس کے بارے میں مجھے فادر جوشوا سے پوچھنا پڑے گا اور فادر جوشوا ہی اب میری رہنمائی کرسکتا ہے کہ

آپ ان رذیل مخلوق سے کیسے چھٹکارہ پا سکتے ہیں اور یہ کام مجھے آج ہی کرنا پڑے گا کیونکہ زارکا نے آپ کو صرف ایک رات کا وقت دیا تھا۔ اگلی رات اگر آپ نے اسے انکار کیا تو وہ آپ کی زندگی اجیرن کر دے گی''...... جوزف نے کہا۔

''ہونہہ۔ کیا کرے گی وہ میرے ساتھ کیا مجھے کچا چبا جائے گی''...... عمران نے اسی طرح سے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''یس باس۔ اس سے کوئی بعید نہیں ہے۔ وہ رذیل ترین شیطانی مخلوق ہیں اور پھر ان کا تعلق جنات سے بھی ہے اس لئے آپ کو ہر حال میں اپنی حفاظت کا انتظام کرنا ہو گا ورنہ آپ کے لئے مشکل ہو جائے گی''...... جوزف نے اسی انداز میں کہا اور عمران اس کی جانب غصیلی نظروں سے گھورنے لگا۔

''کیا تم شام تک اپنے فادر جوشوا سے بات کر لو گے۔ زارکا رات کو دو بجے یعنی آدھی رات کے وقت آئی تھی اور اس نے کہا تھا کہ وہ اگلی رات اسی وقت ہی آئے گی''...... عمران نے کہا۔

''یس باس۔ میں کوشش کروں گا کہ جلد سے جلد فادر جوشوا سے بات ہو جائے۔ یہ انتہائی نازک اور حساس مسئلہ ہے۔ یہ جتنی جلد حل ہو جائے اتنا ہی اچھا ہو گا''...... جوزف نے سنجیدگی سے کہا۔

''ٹھیک ہے تم ناشتہ کر کے جاؤ اور جا کر فادر جوشوا سے رابطہ کرنے کی کوشش کرو اور جلد سے جلد اس مسئلے کا حل معلوم کرو تب تک میں شاہ صاحب سے جا کر بات کر لیتا ہوں۔ تمہاری باتیں

سن کر تو میرے بھی رونگٹے کھڑے ہو گئے ہیں اور جسے میں عام معاملہ سمجھ رہا ہوں یہ ضرورت سے زیادہ ہی خطرناک معلوم ہو رہا ہے''...... عمران نے کہا۔

''یس باس۔ فار گاڈ سیک۔ اس معاملے کو آپ لائٹ نہ لیں یہ واقعی انتہائی خوفناک اور انتہائی ڈینجرس معاملہ ہے۔ آپ شاہ صاحب سے جا کر ضرور ملیں۔ ہو سکتا ہے کہ وہ آپ کو کوئی ایسا راستہ بتا دیں جس سے بلیک پرنسز دوبارہ آپ کے سامنے آنے کی جرأت نہ کریں''...... جوزف نے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا اور جوزف اٹھ کھڑا ہوا۔

''ارے ارے۔ کہاں جا رہے ہو۔ میں نے تمہارے لئے ناشتہ منگوایا ہے وہ تو کر لو۔ میں سنگل پسلی کا آدمی ہوں۔ کہاں ڈبل ڈبل ناشتہ کرتا پھروں گا''...... عمران نے اسے اٹھتے دیکھ کر کہا۔

''نو باس۔ میرے پاس ناشتہ کرنے کا وقت نہیں ہے۔ اس وقت میرے لئے ایک ایک لمحہ قیمتی ہے۔ مجھے جانے دیں۔ مجھے فادر جوشوا کو براہِ راست اپنے سامنے بلانا پڑے گا۔ اس کے بغیر بات نہیں بنے گی''...... جوزف نے سنجیدگی سے کہا۔

''اچھا بھائی تمہاری مرضی۔ میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ جاؤ تم۔ تمہارے حصے کا ناشتہ بھی میں کر لوں گا لیکن جاتے جاتے میرے اور اپنے حصے کے ناشتے کا بل ضرور دیتے جانا۔ میری جیب میں تو صرف ایک کپ چائے پینے کے ہی پیسے ہیں باقی سب اس چڑ ن

مار صوفی سلیمان نے نکال لئے ہیں''...... عمران نے جیسے بے بسی کے عالم میں کہا تو جوزف کے ہونٹوں پر نہ چاہتے ہوئے بھی مسکراہٹ آ گئی۔

''او کے باس۔ میں بل پے کر دوں گا''...... جوزف نے کہا اور کیبن کا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ اس نے کاؤنٹر پر جا کر بل پے کیا اور پھر وہ تیزی سے بیرونی دروازے کی جانب بڑھتا چلا گیا۔ کچھ ہی دیر میں وہ اپنی کار میں نہایت تیز رفتاری سے رانا ہاؤس کی جانب اُڑا جا رہا تھا اس وقت اس کے چہرے پر ٹھوس چٹانوں جیسی سنجیدگی تھی اور اس کے ذہن میں بھونچال سا آیا ہوا تھا۔ وہ فل سپیڈ سے کار دوڑا رہا تھا اس وقت اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ کار اُڑاتا ہوا لے جائے۔

جوزف مین سڑک سے گزر کر رانا ہاؤس جانے والی سڑک کی طرف مڑا ہی تھا کہ اچانک اس کی کار کی رفتار ہلکی ہونا شروع ہو گئی۔ اس نے ایکسیلیٹر پر دباؤ بڑھایا لیکن کار تیز ہونے کی بجائے مزید سلو ہوتی چلی گئی اور پھر کار کو یوں جھٹکے لگنے لگے جیسے اس کا پٹرول ختم ہو گیا ہو اور کار محض پٹرول ریزرو پر چل رہی ہو۔ جوزف نے میٹر کی طرف دیکھا لیکن میٹر کے مطابق ابھی کار کی ٹینکی میں آدھا پٹرول موجود تھا۔ جوزف بار بار گیئر بدل رہا تھا اور ایکسیلیٹر پر دباؤ ڈال رہا تھا لیکن کار آہستہ ہوتی جا رہی تھی اور پھر آخر کار آہستہ ہوتے ہوئے بیچ سڑک پر ہی رک گئی۔ رکتے ہی اس کا انجن

خود بخود بند ہو گیا۔

''کیا مطلب۔ یہ کار کو کیا ہوا ہے۔ اچھی بھلی تو چل رہی تھی اور اس میں پٹرول بھی موجود ہے''...... جوزف نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ اس نے کار سٹارٹ کرنے کے لئے اگنیشن میں چابی گھمائی۔ کار کا انجن گھرگھرایا اور پھر بند ہو گیا۔ جوزف بار بار کار چابی گھما کر کار سٹارٹ کرنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن ہر بار انجن گھرگھراتا ہوا بند ہو جاتا تھا۔

''ہونہہ۔ یہ اس کار کو بھی ابھی خراب ہونا تھا''...... جوزف نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ وہ چند لمحے کار سٹارٹ کرنے کی کوشش کرتا رہا لیکن جب کار سٹارٹ نہ ہوئی تو وہ جھلائے ہوئے انداز میں کار سے نکل آیا۔ اس نے کار کو دھکا دے کر سڑک کے کنارے پر کر دیا تاکہ سڑک پر گزرنے والی دوسری گاڑیوں کو کوئی پرابلم نہ ہو۔ اس کی کار خراب ہو چکی تھی اس لئے اس نے کار وہیں چھوڑ کر پیدل ہی رانا ہاؤس کی طرف جانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ ویسے بھی اب رانا ہاؤس زیادہ دور نہیں تھا۔ جوزف نے سوچا تھا کہ وہ رانا ہاؤس جا کر جوانا کو یہاں بھیج دے گا تاکہ وہ اس کی کار لے آئے۔

سڑک بالکل خالی تھی۔ دور نزدیک نہ کوئی گاڑی تھی اور نہ کوئی انسان۔ جوزف کار چھوڑ کر ابھی کچھ ہی دور گیا ہو گا کہ اچانک اس کے عقب میں ایک زور دار دھماکہ ہوا۔ دھماکہ اس قدر شدید تھا کہ جوزف بے اختیار اچھل کر گر پڑا۔ اس نے فوراً دونوں ہاتھ آگے کر

دیئے تھے ورنہ ٹھوس سڑک سے ٹکرا کر اس کے چہرے کا بھرتہ بن جاتا۔

جوزف نے گرتے ہی تیزی سے پلٹ کر دیکھا اور پھر اس کی آنکھیں حیرت سے پھیلتی چلی گئیں۔ دھماکہ اس کی کار میں ہوا تھا۔ دھماکے سے اس کی کار کے ٹکڑے اُڑتے ہوئے سڑک پر دور دور تک پھیل گئے تھے۔ سڑک کے کنارے کھڑی کار کے ڈھانچے میں آگ لگی ہوئی تھی اور وہ دھڑا دھڑ جل رہا تھا۔

''کک۔ کک۔ کیا مطلب۔ یہ کیسے ہو گیا۔ میری کار میں بم لگا ہوا تھا کیا جو یہ دھماکہ ہوا ہے''...... جوزف نے اٹھ کر کھڑے ہوتے ہوئے حیرت سے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

''یہ۔ یہ۔ یہ سب کیسے ہو گیا۔ اگر میری کار میں بم لگا ہوا تھا تو پھر مجھے اس کے بارے میں احساس کیوں نہیں ہوا''...... جوزف نے ہکلاتے ہوئے کہا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس کی کار میں کس نے اور کیوں بم لگایا تھا۔ اس کی کسی سے کیا دشمنی تھی جس نے سامنے آنے کی بجائے اس طرح چھپ کر اور بزدلانہ انداز میں وار کیا ہے۔ وہ کچھ دیر جلتی ہوئی کار کے ٹکڑوں کو دیکھتا رہا پھر وہ سر جھٹک کر مڑا اور تیز تیز چلتا ہوا رانا ہاؤس کی جانب بڑھنا شروع ہو گیا۔ جلد ہی رانا ہاؤس کے گیٹ کے پاس پہنچ کر وہ رک گیا۔ جوزف نے کال بیل بجائی تو چند ہی لمحوں میں جوانا نے آ کر گیٹ کھول دیا۔

’’کیا مطلب۔ کیا تم پیدل آئے ہو۔ تمہاری کار کہاں ہے‘‘...... جوانا نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

’’میری کار کو کسی نے بم سے تباہ کر دیا ہے‘‘...... جوزف نے سنجیدگی سے کہا اور اندر آ گیا۔

’’بم سے تباہ کر دیا ہے لیکن کس نے۔ کیا تم پر حملہ کیا گیا تھا‘‘...... جوانا نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

’’میری کار میں بم لگا ہوا تھا۔ وہ بم کس نے لگایا تھا اس کے بارے میں مجھے کچھ علم نہیں ہے۔ میں تو باس سے ملنے گیا تھا۔ واپسی پر جب میں نے کار رانا ہاؤس کی طرف آنے والی سڑک پر موڑی تو اچانک کار حیرت انگیز طور پر رک گئی تھی جیسے اس کا پٹرول ختم ہو گیا ہو حالانکہ ایسا نہیں ہوا تھا۔ ٹینکی میں پٹرول موجود تھا۔ میں نے کئی بار کار سٹارٹ کرنے کی کوشش کی مگر کار سٹارٹ نہ ہوئی۔ مجھے چونکہ یہاں پہنچنے کی جلدی تھی اس لئے میں نے کار دھکیل کر سڑک کے کنارے پر کر دی تھی تاکہ سڑک خالی ہو جائے پھر میں رانا ہاؤس کی طرف بڑھ ہی رہا تھا کہ اچانک زور دار دھماکہ ہوا اور میں اچھل کر سڑک پر گر گیا۔ میں نے جب پلٹ کر دیکھا تو مجھے اپنی کار کے ٹکڑے دکھائی دیئے اور کار کا بچا کھچا ڈھانچہ آگ میں جل رہا تھا‘‘...... جوزف نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ جوانا نے گیٹ بند کر دیا تھا اور اس کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

’’اوہ۔ تو کار میں ٹائم بم لگا ہوا تھا۔ کار اچانک خراب ہونے کی وجہ سے تم کار سے نکل گئے تھے ورنہ اس کار کے ساتھ تمہارے بھی ٹکڑے ہو جاتے‘‘...... جوانا کے نے کہا۔

’’شاید‘‘...... جوزف نے مبہم سے انداز میں کہا۔

’’شاید نہیں یقیناً۔ بہرحال یہ تمہاری خوش قسمتی ہی ہے کہ تم پر جان لیوا حملہ کیا گیا اور تم اس میں بچ گئے‘‘...... جوانا نے کہا تو جوزف نے اثبات میں سر ہلا دیا وہ گہرے خیالوں میں کھویا ہوا تھا۔

’’کیا تمہیں ذرا بھی اندازہ ہے کہ تم پر کس نے مرڈر اٹیک کیا تھا‘‘...... جوانا نے جوزف کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

’’نہیں۔ میں نہیں جانتا‘‘...... جوزف نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

’’میں جانتا ہوں‘‘...... جوانا نے کہا تو جوزف بے اختیار چونک پڑا اور حیرت بھری نظروں سے جوانا کی طرف دیکھنے لگا جس کے ہونٹوں پر ایک سفاک اور انتہائی درندگی آمیز مسکراہٹ تیر رہی تھی۔

’’کیا کہا تم نے۔ تم جانتے ہو کہ میری کار میں کس نے بم لگایا تھا اور کس نے مجھے ہلاک کرنے کی کوشش کی تھی‘‘...... جوزف نے حیرت زدہ لہجے میں کہا۔

’’ہاں۔ مجھے معلوم ہے کہ تم پر کس نے اور کیوں حملہ کیا تھا‘‘...... جوانا نے اسی انداز میں جواب دیا۔

"اوہ۔ کون ہے وہ کیا نام ہے اس کا اور تم اس کے بارے میں کیسے جانتے ہو"...... جوزف نے بری طرح سے اچھلتے ہوئے کہا۔

"موت کا کوئی نام نہیں ہوتا جوزف۔ موت صرف موت ہوتی ہے جو ایک بار کسی کے پیچھے لگ جائے تو اسے قبر تک پہنچا کر ہی چھوڑتی ہے"...... جوانا کے حلق سے غراہٹ بھری آواز نکلی اور جوزف حیرت سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر جوانا کی طرف دیکھنے لگا جس کا چہرہ بگڑا ہوا تھا اور اس کے چہرے پر وحشت تھی۔ ایسی وحشت جیسی جنگل کے بھوکے شیر کی شکار کو دیکھ کر ہوتی ہے اور جو ہر حال میں اپنی بھوک مٹانے کے لئے اپنے شکار پر جھپٹ پڑنا چاہتا ہو۔

"کیا کہنا چاہتے ہو تم اور تم مجھ سے اس انداز میں کیوں بات کر رہے ہو اور تمہارے چہرے پر اس قدر وحشت اور خونخواری کیوں دکھائی دے رہی ہے"...... جوزف نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"یہ وحشت اور خونخواری تمہارے لئے ہے جوزف۔ تم کار میں لگائے گئے ٹائم بم سے تو اپنی موت کو چکمہ دے کر نکل آئے ہو لیکن وہی موت ایک بار پھر تمہارے سامنے آ گئی ہے اور وہ موت اس بار تمہارے سامنے میرے روپ میں موجود ہے۔ پہچانو مجھے میں جوانا کے روپ میں تمہاری موت ہوں۔ بھیانک موت"۔ جوانا نے غراہٹ بھرے لہجے میں کہا اور اس کا بدلا ہوا لہجہ سن کر جوزف

بے اختیار اچھل کر پیچھے ہٹ گیا۔ جوانا کے دونوں پہلوؤں میں ہولسٹر لگے ہوئے تھے جن میں بھاری دستوں والے ریوالور موجود تھے۔ اس سے پہلے کہ جوزف کچھ کہتا جوانا نے اچانک دونوں ریوالور نکال لئے اور ان کے رخ جوزف کی طرف کر دیئے۔

"یہ تم کیا کر رہے ہو جوانا۔ کیا تم پاگل ہو گئے ہو۔ مجھ پر ریوالور کیوں تان رہے ہو تم"...... جوزف نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"تمہیں موت سے ہمکنار کرنے کے لئے۔ تیار ہو جاؤ مرنے کے لئے۔ اگر چاہو تو آخری وقت میں تم اپنے فادر جوشوا کو یاد کر سکتے ہو۔ میں صرف تین گنوں گا اور پھر تم پر فائر کھول دوں گا"...... جوانا نے غراہٹ بھرے لہجے میں کہا۔ جوزف حیرت سے آنکھیں پھاڑے جوانا کی طرف دیکھ رہا تھا جو اس وقت واقعی خونخوار درندہ بنا ہوا تھا اور اس کے چہرے پر سوائے وحشت اور خونخواری کے اور کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ جوزف نے جوانا کا یہ روپ پہلی بار دیکھا تھا اور اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آخر ایسا کیا ہوا ہے کہ جوانا اسے موت کے گھاٹ اتارنے کے درپے ہو گیا ہے۔ وہ جانے سے پہلے جوانا کو اچھا بھلا چھوڑ کر گیا تھا لیکن اب۔ اب جوانا ایسا دکھائی دے رہا تھا جیسے اس سے بڑا جوزف کا کوئی اور دشمن ہی نہ ہو۔

"ایک"...... جوانا نے گنتی شروع کرتے ہوئے کہا۔

"رکو۔ میری بات سنو۔ تمہیں آخر ہوا کیا ہے۔ میں نے ایسا کیا

کیا ہے کہ تم اس طرح میری جان کے دشمن بن گئے ہو"۔ جوزف
نے اسے گنتی گننے سے روکتے ہوئے کہا۔
"دو"...... جوانا نے اس کی بات کا جواب دینے کی بجائے گنتی
جاری رکھتے ہوئے کہا۔
"جوانا۔ ہوش کے ناخن لو۔ تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے
کیا"...... جوزف نے اس بار جوانا غراتے ہوئے کہا۔
"تین"...... جوانا جیسے جوزف کی بات سن ہی نہیں رہا تھا او
پھر اس نے تین کہتے ہی دونوں ریوالورو کے ٹریگر ایک ساتھ د
دیئے اور ماحول یکلخت تیز دھماکوں سے گونج اٹھا۔

عمران کیبن میں بیٹھا کافی دیر تک جوزف کے بارے میں سوچتا
رہا جس نے اقارم اور اس کی پانچ کنیزوں کے بارے میں عجیب و
غریب باتیں بتائی تھیں۔
جوزف کے کہنے کے مطابق اقارم کی کنیزیں جو بلیک پرنسز
کہلاتی تھیں انتہائی رذیل، خطرناک اور طاقتور تھیں جن سے روحانی
طاقتیں بھی دور رہنا ہی پسند کرتی تھیں اور اقارم جو صدیوں سے
پتھر کا بت بنا ایک چٹان میں قید تھا اگر وہ جاگ جاتا تو اس کے
جاگتے ہی دنیا پر قیامت برپا ہو جاتی۔ وہ شیطانوں کا ایسا شیطان
تھا جسے بلاشبہ شیطان اعظم کا نائب کہا جاسکتا تھا۔ گو کہ جوزف فادر
جوشوا سے مدد مانگنے کے لئے چلا گیا تھا لیکن اس کے باوجود عمران
کا دل مطمئن نہیں ہو رہا تھا۔ یہ اس کی زندگی کا پہلا موقع تھا کہ وہ
ماورائی معاملے میں انتہائی سنجیدہ دکھائی دے رہا تھا ورنہ وہ ایسے

معاملات میں ہمیشہ دور ہی رہنے کی کوشش کرتا تھا اور جب تک اشد ضرورت نہ ہوتی تھی یا اسے شاہ صاحب کا حکم نہیں ملتا تھا وہ اس معاملے میں ایک انچ بھی آگے نہیں بڑھتا تھا۔ لیکن اس بار اسے نجانے کیا ہوا تھا کہ وہ اس معاملے میں خود ہی دلچسپی لینے پر مجبور ہو گیا تھا۔ اس کی وجہ شاید زارکا کی باتیں تھیں یا پھر شاید جوزف کا خوف۔

جوزف چونکہ اپنی کار میں واپس گیا تھا اس لئے عمران کچھ دیر کیبن میں بیٹھا رہا پھر وہ اٹھا اور کیبن سے باہر آ گیا۔ اس نے کاؤنٹر پر جا کر بل دینا چاہا تو کاؤنٹر مین نے اسے بتایا کہ جو سیاہ فام حبشی اس کے ساتھ کیبن میں بیٹھا تھا وہ اس کا بل ادا کر گیا ہے تو عمران نے ایک طویل سانس لی اور ہوٹل سے باہر آ گیا۔ عمران نے پہلے سوچا تھا کہ وہ شاہ صاحب سے فون پر بات کر لے لیکن معاملہ چونکہ انتہائی حساس اور خطرناک تھا اس لئے عمران نے اب خود ہی شاہ صاحب کے پاس جانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

ہوٹل سے باہر آ کر عمران نے ایک ٹیکسی ہائر کی اور شاہ صاحب کی طرف روانہ ہو گیا۔ ٹیکسی مین روڈ سے گزرتی ہوئی مضافات کی طرف جانے والی سڑک کی طرف مڑ کر تھوڑی ہی دور گئی کہ اچانک ایک پہاڑی موڑ مڑتے ہی ڈرائیور نے اچانک بریکس لگا دیئے۔ ٹیکسی چونکہ تیز رفتاری سے جا رہی تھی اس لئے اچانک بریک لگنے کی وجہ سے ٹیکسی کے ٹائر سڑک پر احتجاجاً بری طرح سے چیخ اٹھے

تھے اور سڑک پر لمبی لکیریں کھینچتے چلے گئے تھے۔ ٹیکسی ایک جھٹکے سے رک گئی۔ جھٹکا لگنے کی وجہ سے عمران جو گہرے خیالوں میں کھویا ہوا تھا وہ اچھل کر ڈیش بورڈ سے ٹکرایا۔ اس نے فوراً دونوں ہاتھ آگے کر دیئے تھے ورنہ اس کا سر ونڈ سکرین سے ٹکرا جاتا اور ونڈ سکرین ٹوٹ کر بکھر جاتی۔

''یہ بریکیں لگانے کا کون سا طریقہ ہے۔ ٹیکسی چلانی نہیں آتی کیا''...... عمران نے ٹیکسی ڈرائیور کو تیز نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

''سامنے دیکھیں صاحب''...... ٹیکسی ڈرائیور نے کہا تو عمران نے چونک کر سامنے دیکھا تو اسے سڑک پر ایک تباہ شدہ اور الٹی ہوئی کار دکھائی دی۔ کار مکمل طور پر تباہ ہو چکی تھی۔ کار کے ارد گرد لاشیں پڑی ہوئی تھیں جن کی تعداد چار تھی۔ ان لاشوں کے گرد خون پھیلا ہوا تھا۔ کار اور لاشیں سڑک کے بیچوں بیچ موجود تھیں جن کی وجہ سے وہاں آگے جانے کا راستہ نہیں تھا۔

''حادثہ شاید کار کی تیز رفتاری کے باعث پیش آیا ہے۔ وہ دیکھیں سامنے ایک پہاڑی کی چٹان بھی ٹوٹی ہوئی ہے۔ لگتا ہے کار موڑ مڑتے ہوئے اس چٹان سے ٹکرائی تھی اور پھر الٹ گئی تھی''...... ٹیکسی ڈرائیور نے دائیں طرف موجود ایک پہاڑی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا جہاں واقعی ایک بڑی چٹان کے ٹکڑے بکھرے ہوئے تھے۔

"باہر جا کر دیکھو۔ شاید ان میں سے کوئی زندہ ہو تب تک میں ریسکیو والوں کو کال کرتا ہوں"...... عمران نے سنجیدگی سے کہا۔

"ریسکیو کو میں کال کر لیتا ہوں صاحب۔ انہیں آپ باہر جا کر خود دیکھ لیں۔ خون دیکھ کر میری حالت خراب ہو جاتی ہے"۔ ٹیکسی ڈرائیور نے کہا تو عمران نے ایک طویل سانس لیا اور وہ کار کا دروازہ کھول کر باہر آ گیا۔

سڑک پر گرے ہوئے افراد کے جسموں میں کوئی حرکت دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ اس لئے اس بات کی امید کم ہی تھی کہ ان میں سے کوئی زندہ ہو لیکن عمران اپنی تسلی کے لئے ان کے قریب آ گیا۔ چاروں افراد ساکت تھے اور ان کے گرد خون ہی خون بکھرا ہوا تھا۔ عمران ابھی لاشیں دیکھ ہی رہا تھا کہ اسے عقب میں گاڑی کے انجن کی تیز آواز سنائی دی۔ عمران نے چونک کر اور پلٹ کر دیکھا تو یہ دیکھ کر وہ حیران رہ گیا کہ ٹیکسی ڈرائیور، ٹیکسی ریورس کر کے واپس لے جا رہا تھا۔

"ارے۔ اسے کیا ہوا۔ یہ کہاں بھاگ رہا ہے۔ سنو۔ میری بات سنو"...... عمران نے پہلے حیرت سے کہا اور پھر وہ چیخ کر ٹیکسی ڈرائیور کو آوازیں دینے لگا لیکن ٹیکسی ڈرائیور شاید اس ماحول سے کچھ زیادہ ہی خائف ہو گیا تھا اس لئے اس نے عمران کی ایک نہ سنی اور ٹیکسی لے کر وہاں سے نکل گیا۔

"احمق مجھے یہاں اکیلا چھوڑ گیا ہے"...... عمران نے منہ بناتے

ہوئے کہا۔

وہاں ہر طرف خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ اتفاق کی ہی بات تھی کہ اس وقت اس سڑک پر نہ کوئی کار آ رہی تھی اور نہ جا رہی تھی۔ ویسے بھی یہ سڑک عام طور پر ٹریفک کے لئے کم ہی استعمال ہوتی تھی۔ دارالحکومت سے دوسرے علاقوں میں جانے کے لئے ایک جدید روڈ بنا دیا گیا تھا جس کی سڑکیں نہ صرف چوڑی تھیں بلکہ انتہائی ہموار اور خوبصورت تھیں یہی وجہ تھی کہ چھوٹی بڑی گاڑیاں اسی روڈ پر سفر کرتی تھیں۔ اس لئے یہ پرانا روڈ ارد گرد کے نواح میں ہی جانے کے لئے استعمال کیا جاتا تھا اور نواح میں اکا دکا ہی سواریاں جاتی تھیں۔ عمران شاہ صاحب کے نواحی گاؤں میں جا رہا تھا اس لئے اس نے ٹیکسی ڈرائیور سے خاص طور پر اس راستے سے جانے کے لئے کہا تھا کیونکہ اس راستے سے شاہ صاحب کا نواحی گاؤں کافی نزدیک پڑتا تھا۔

یہ روڈ چونکہ ناقابل استعمال تھا اسی لئے یہاں ہونے والے حادثے کا کسی کو ابھی تک علم نہیں ہوا تھا اور نجانے حادثہ کب ہوا تھا اور کب سے کار الٹی اور لاشیں بکھری پڑی تھیں۔ لاشوں کے پاس پڑا ہوا خون جم چکا تھا اور قدرے سیاہی مائل ہو گیا تھا۔ عمران چند لمحے ٹیکسی ڈرائیور کو کوستا رہا جو اس ویران سڑک پر اسے اکیلا چھوڑ کر بھاگ گیا تھا پھر وہ واپس مڑا اور غور سے لاشوں کی جانب دیکھنے لگا۔ ہلاک ہونے والے چاروں نوجوان مرد تھے اور چاروں

ہی ویل ڈریس تھے جس سے اندازہ ہو رہا تھا کہ ان کا تعلق کسی امیر خاندان سے ہے۔ عمران نے آگے بڑھ کر باری باری ان چاروں کو چیک کیا مگر اس کا اندازہ صحیح تھا۔ وہ چاروں ہلاک ہو چکے تھے۔ ان کے جسموں پر موجود زخم کافی بڑے تھے۔ ان سب کے ہاتھوں اور پاؤں کی ہڈیاں ٹوٹی ہوئی تھیں۔ ان میں سے ایک کا سینہ پچکا ہوا تھا۔ ایک کا سر کچلا ہوا تھا اور ایک نوجوان کا جسم الٹی طرف کسی کمان کی طرح مڑا ہوا تھا جیسے اس کی کمر کی ہڈی ٹوٹ کر مڑ گئی ہو۔ چوتھے شخص کے جسم سے بھی ہڈیاں گوشت پھاڑتے ہوئی باہر آ گئی تھیں۔ ان کی حالت سے ہی اندازہ ہو رہا تھا کہ انہیں ہلاک ہوئے کافی دیر ہو چکی ہے۔

”لگتا ہے۔ ان لاشوں کو یہاں سے اٹھوانے اور خود بھی یہاں سے نکلنے کے لئے اب مجھے ہی کچھ نہ کچھ کرنا پڑے گا۔ ٹیکسی ڈرائیور صاحب تو مجھے ان لاشوں کے پاس چھوڑ کر چکمہ دے کر نکل گئے ہیں“...... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا اور اس نے جیب سے سیل فون نکال لیا۔ ابھی عمران ریسکیو والوں کا نمبر پریس کرنے ہی لگا تھا کہ اچانک اسے ایک کراہ سنائی دی۔ کراہ کی آواز سن کر عمران چونک پڑا۔ اس نے سر گھما کر دیکھا تو اسے ایک نوجوان کے جسم میں حرکت ہوتی ہوئی دکھائی دی۔

نوجوان کے جسم میں حرکت دیکھ کر عمران حیران رہ گیا کیونکہ اس نے ان سب کو تسلی سے چیک کیا تھا ان میں سے کسی کے جسم

میں زندگی کی معمولی سی بھی رمق نہیں تھی لیکن اب ایک نوجوان کا جسم یوں حرکت کر رہا تھا جیسے اس میں نئے سرے سے جان پھونک دی گئی ہو۔ عمران ابھی آنکھیں پھاڑے اس نوجوان کو دیکھ ہی رہا تھا کہ اچانک ایک اور نوجوان کے جسم میں حرکت ہونا شروع ہو گئی۔

پہلے حرکت کرنے والا نوجوان کراہتا ہوا اٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔ اس کا سر جھکا ہوا تھا اور اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام رکھا تھا جیسے اسے اپنے دماغ میں شدید تکلیف کا احساس ہو رہا ہو۔ دوسرا نوجوان بھی کراہتا ہوا آہستہ آہستہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس سے پہلے کہ عمران کچھ کرتا اس نے باقی دو نوجوانوں کو بھی حرکت کرتے اور اٹھ کر بیٹھتے دیکھا تو حیرت کے مارے وہ اپنی جگہ پر ساکت سا ہو کر رہ گیا۔ وہ چاروں جن کی اس نے دل کی دھڑکنیں، سانس اور نبضیں چیک کی تھیں۔

چاروں نوجوان جن کے جسم زخموں سے چور تھے چند لمحے یونہی بیٹھے رہے پھر وہ اچانک اٹھ کر کھڑے ہونا شروع ہو گئے۔ عمران نے انہیں چیک کیا تھا ان چاروں کے ہاتھ اور پاؤں ٹوٹے ہوئے تھے لیکن وہ اب اس طرح اٹھ کر کھڑے ہو رہے تھے جیسے ان کی ہڈیاں خود بخود جڑ گئی ہوں۔

”یہ۔ یہ۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ یہ سب تو ہلاک ہو چکے تھے۔ پھر یہ دوبارہ کیسے زندہ ہو گئے ہیں“...... عمران نے آنکھیں

پھاڑتے ہوئے کہا۔

چاروں نوجوان اٹھ کر اپنے پیروں پر کھڑے ہو گئے تھے۔ ان کے جسم خون سے بھرے ہوئے تھے اور چونکہ خون ان کے چہروں پر بھی پھیلا ہوا تھا اس لئے وہ انتہائی بھیانک دکھائی دے رہے تھے۔ وہ چاروں عمران کی جانب مڑے اور سر اٹھا کر عمران کی جانب دیکھنے لگے۔

ان چاروں کے چہروں پر انتہائی وحشت اور خونخواری دکھائی دے رہی تھی۔ انہوں نے اپنے مڑے تڑے ہاتھ اٹھائے تو ان کے ہاتھوں کی ٹوٹی ہوئی انگلیاں لٹکنے لگیں اور وہ ٹیڑھی میڑھی ٹانگوں سے چلتے ہوئے آہستہ آہستہ عمران کی جانب بڑھنے لگے۔ عمران غور سے ان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ان چاروں کی آنکھیں سفید تھیں۔ انہیں اس طرح اپنی طرف بڑھتے دیکھ کر عمران نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔ ان چاروں کو دیکھ کر بلاشبہ ایسا لگ رہا تھا جیسے ان کی لاشیں زندہ ہوگئی ہوں۔ ان چاروں کے منہ سے خون بھری رالیں ٹپک رہی تھیں اور ان کے حلقوں سے جیسے خونخوار درندوں جیسی غراہٹیں نکل رہی تھیں۔ اس کے علاوہ عمران یہ دیکھ کر اور زیادہ حیران ہو رہا تھا کہ ان چاروں کے اوپر نیچے والے دائیں بائیں نوکیلے دانت یوں باہر کی طرف نکل آئے تھے جیسے وہ انسان نہ ہوں بلکہ بھیڑیے ہوں۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے عمران کی جانب دیکھتے ہوئے اس کی جانب بڑھے چلے آ رہے تھے۔

''ارے ارے۔ رک جاؤ۔ کون ہو تم اور میری طرف کیوں آ رہے ہو''...... عمران نے ان کی جانب غور سے دیکھتے ہوئے کہا لیکن ان چاروں نے کوئی جواب نہ دیا۔ ان کی ٹانگوں کی ہڈیاں چونکہ ٹوٹی ہوئی تھیں اس لئے وہ لڑکھڑاتے اور لہراتے قدموں سے عمران کی جانب بڑھ رہے تھے۔ انہیں اپنی طرف بڑھتے دیکھ کر عمران کے قدم بے اختیارانہ انداز میں پیچھے ہٹنا شروع ہو گئے تھے۔

''رک جاؤ۔ میں کہتا ہوں رک جاؤ''...... عمران نے تیز لہجے میں کہا لیکن شاید وہ چاروں اس کی آواز سن ہی نہیں رہے تھے عمران کی طرف بڑھتے ہوئے ان کی غراہٹیں تیز ہوتی جا رہی تھی۔ عمران چند لمحے پیچھے ہٹتا رہا پھر اس نے لباس کی اندرونی جیب سے ریوالور نکال لیا۔

''رک جاؤ۔ ورنہ گولی مار دوں گا''...... عمران نے سخت لہجے میں کہا لیکن ان چاروں لاشوں پر عمران کی کسی بات کا کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔ وہ ہاتھ پھیلائے اس انداز میں عمران کی جانب بڑھ رہے تھے جیسے وہ اسے دبوچنا چاہتے ہوں۔

''میں تم سے آخری بار رکنے کے لئے کہہ رہا ہوں۔ اس کے بعد میں گولی چلا دوں گا''...... عمران نے اس بار غراہٹ بھرے لہجے میں کہا لیکن چاروں لاشیں بدستور عمران کی جانب بڑھتی رہیں۔ عمران نے ایک نوجوان کی ٹانگ کا نشانہ لیا اور فائر کر دیا۔

گولی چلنے کی آواز سے ماحول گونج اٹھا۔ گولی نوجوان کی پنڈلی پر لگی تھی۔ ایک لمحے کے لئے نوجوان لڑکھڑایا لیکن اس نے ایک بار پھر عمران کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔ عمران نے اس کی اسی ٹانگ پر ایک اور گولی چلائی۔ نوجوان کو پھر ہلکا سا جھٹکا لگا وہ ایک لمحے کے لئے رکا مگر دوسرے لمحے وہ ٹانگ گھسیٹتا ہوا پھر عمران کی جانب بڑھنے لگا۔

اب عمران کو سنگین حالت کا اندازہ ہو گیا کہ اس کی طرف جیتے جاگتے انسان نہیں بلکہ زندہ لاشیں آ رہی ہیں کیونکہ اس نے نوجوان کی ٹانگ پر دو گولیاں ماری تھیں لیکن نہ تو نوجوان کی ٹانگ سے خون نکلا تھا اور نہ ہی اس کے منہ سے کوئی آواز نکلی تھی جیسے اسے گولی لگنے کا احساس ہی نہ ہوا ہو۔ اس بات کا احساس ہوتے ہی عمران نے اس بار گولی نوجوان کے ٹھیک سینے پر چلا دی۔ گولی نوجوان کے سینے پر لگی۔ نوجوان کو پھر جھٹکا لگا وہ رکا اس نے سر نیچے کر کے ایک بار اس طرف دیکھا جہاں عمران نے گولی ماری تھی پھر اس نے سر اٹھایا اور اس نے نوکیلے دانتوں والا منہ کھول دیا۔ اس بار اس کے منہ سے تیز غراہٹ کی آواز نکلی تھی اور پھر اس نے تیز تیز انداز میں عمران کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔ اسے تیزی سے عمران کی طرف جاتے دیکھ کر باقی تین لاشیں بھی غراتی ہوئیں اور تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئیں عمران کی طرف بڑھنے لگیں۔ عمران مسلسل پیچھے ہٹتا جا رہا تھا۔ اس نے ان چاروں لاشوں پر باری

باری فائرنگ کی تھی اور اس بار اس نے ان کے سینوں پر ٹھیک دل کے مقام پر گولیاں ماری تھیں لیکن ان گولیوں کا لاشوں پر کچھ اثر نہیں ہو رہا تھا۔ وہ رکے بغیر عمران کی جانب بڑھی آ رہی تھیں۔ ریوالور کی ساری گولیاں ختم ہو گئی تھیں لیکن ان گولیوں کا لاشوں پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا وہ بالکل فلموں کی زندہ لاشوں کی طرح مسلسل غراتی ہوئی عمران کی جانب بڑھ رہی تھیں اور انہیں اس طرح اپنی طرف آتے دیکھ کر عمران کے چہرے پر اب تشویش کے سائے لہرانے شروع ہو گئے تھے۔ عمران ابھی الٹے قدموں پیچھے ہٹ ہی رہا تھا کہ اچانک ایک لاش نے چھلانگ لگائی اور ہوا میں تیرتی ہوئی عمران کی جانب آئی۔ اسے ہوا میں تیر کر اپنی طرف آتے دیکھ کر عمران نے فوراً اپنی جگہ چھوڑ دی۔ عمران نے دائیں طرف چھلانگ لگاتے ہی الٹی قلابازی کھائی اور پھر اس کی گھومتی ہوئی ٹانگیں ہوا میں اٹھی ہوئی لاش کے ٹھیک پہلو پر پڑیں۔ لاش کو ایک زور دار جھٹکا لگا اور وہ ہوا میں رول ہوتی ہوئی دوسری طرف جا گری۔

عمران نے ہوا میں نہایت ماہرانہ انداز میں اپنا جسم پلٹایا اور ماہر جمناسٹ کی طرح مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے پیروں پر آ کھڑا ہوا لیکن ابھی اس کے قدم زمین سے لگے ہی تھے کہ ایک اور لاش اچھلی اور اس کے سر کی زور دار ٹکر عمران کے سینے سے لگی۔ عمران کو ایک لمحے کے لئے یوں محسوس ہوا جیسے اس کے سینے پر گرز مار دیا گیا ہو۔ وہ اچھلا اور دوہرا ہو کر اُڑتا ہوا دور جا گرا۔ سینے پر لگنے

والی ٹکر اور اچھل کر پختہ سڑک پر گرنے کی وجہ سے عمران کی ہڈیاں کڑکڑا اٹھی تھیں اور ایک لمحے کے لئے اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا سا آ گیا۔ اس نے سر جھٹک کر آنکھوں کے سامنے آنے والا اندھیرا دور کرنا شروع کر دیا۔ ابھی وہ زور زور سے سر جھٹک ہی رہا تھا کہ اسے اپنے اردگرد تیز غراہٹوں کی آوازیں سنائی دیں جیسے وہ چاروں زندہ لاشیں اس کے قریب آ گئی ہوں اور انہوں نے عمران کو گھیرے میں لے لیا ہو۔ عمران کی آنکھوں کے سامنے سے اندھیرا ختم ہوا تو اس نے واقعی چاروں لاشوں کو اپنے قریب پایا۔ ان چاروں نے اسے گھیر رکھا تھا اور غراتی ہوئیں اس کی جانب ہاتھ بڑھا رہی تھیں۔ انہیں اپنے نزدیک دیکھ کر عمران بوکھلا کر تیزی سے اٹھا اور اٹھتے ہی اس نے چھلانگ لگا دی۔ ہوا میں بلند ہوتے ہی اس نے قلابازی کھائی اور گھومتا ہوا ان لاشوں کے اوپر سے گزرتا چلا گیا۔ پھر جیسے ہی اس کے پیر زمین سے لگے اس نے وہاں رکنے کی بجائے تیزی سے سامنے کی جانب دوڑ لگا دی۔

عمران کو اپنے گھیرے سے نکلتے پا کر لاشیں مڑیں اور خونخوار نظروں سے عمران کو دیکھنے لگیں اور پھر انہوں نے عمران کو دوڑتے دیکھا تو اچانک ان کے حلقوں سے انتہائی تیز اور دلخراش چیخیں نکلنے لگیں۔ ان کی چیخیں اس قدر تیز اور خوفناک تھیں جن سے عمران کو اپنے کانوں کے پردے پھٹتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔ عمران نے بدکتے ہوئے پلٹ کر ان لاشوں کی طرف دیکھا تو اس کے

چہرے پر پہلی بار قدرے خوف کے تاثرات ابھر آئے۔ لاشوں کے جبڑے کٹے ہوئے تھے اور ان کے منہ اس قدر کھلے ہوئے تھے کہ ان کا آدھا منہ سینے کے پاس اور آدھا سر سے ملتا ہوا دکھائی دے رہا تھا اور ان کا کھلا ہوا حلق صاف دکھائی دے رہا تھا۔

”یہ میں کس مصیبت میں پھنس گیا ہوں۔ یہ لاشیں زندہ کیسے ہو گئی ہیں اور یہ میری دشمن کیوں بن گئی ہیں“...... عمران کے ذہن میں سوالات کی بوچھاڑ سی ہو رہی تھی۔ اس نے چونکہ ان لاشوں پر فائرنگ کی تھی اور ریوالور کی ساری گولیاں ختم ہو گئی تھیں لیکن ان گولیوں کا لاشوں پر کچھ اثر نہیں ہوا تھا اس لئے عمران وہاں رکنے کی حماقت نہیں کرنا چاہتا تھا۔ شیطانی لاشیں اسے نقصان پہنچا سکتی تھیں اس لئے عمران نے وہاں سے نکل جانا ہی مناسب سمجھا تھا۔

وہ رکے بغیر بھاگا چلا جا رہا تھا۔ موڑ مڑ کر وہ سڑک کی دوسری طرف آ گیا۔ سڑک خالی تھی۔ لاشوں کی ڈراؤنی اور خوفناک چیخیں بازگشت کی طرح ہر طرف سے گونجتی ہوئی سنائی دے رہی تھیں۔

عمران ابھی بھاگ کر کچھ ہی دور گیا ہو گا کہ اچانک اس کے کچھ فاصلے پر ایک پہاڑی کی چٹان پر زوردار دھماکہ ہوا۔ دھماکہ اس قدر شدید تھا کہ زمین بری طرح سے لرز اٹھی اور عمران اچھل کر گرتے گرتے بچا۔ وہ رکا اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس پہاڑی کی طرف دیکھنے لگا جس کی چوٹی کے ٹکڑے ہوا میں پھیل گئے تھے۔ کئی چٹانوں کے ٹکڑے اور بڑے بڑے پتھر ہوا میں اچھلے

ہوئے تھے جو اب تیزی سے نیچے آتے دکھائی دے رہے تھے۔
چٹانوں اور پتھروں کو نیچے آتے دیکھ کر عمران نے بجلی کی سی تیزی
سے سڑک کے دائیں کنارے کی طرف غوطہ لگانے والے انداز میں
چھلانگ لگا دی۔ سڑک کے دوسرے کنارے کی طرف نشیب تھی۔
عمران فوراً نشیب کی طرف آیا اور سڑک کے کنارے سے لگ کر
زمین سے چپک گیا۔ اسی لمحے اس کے ارد گرد چٹانیں اور بڑے
بڑے پتھر گرنا شروع ہو گئے۔ عمران نے دونوں ہاتھ اپنے سر کے
پیچھے رکھے ہوئے تھے اور وہ زمین سے کسی جونک کی طرح چپکا ہوا
تھا۔ اس پر چھوٹی چھوٹی کنکریوں کی بوچھاڑ سی ہو رہی تھی جو اسے
اپنے جسم پر سوئیوں کی طرح چبھتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔ اس کی
قسمت اچھی تھی کہ اس پر ابھی تک کوئی پتھر یا کوئی چٹان نہیں گری
تھی ورنہ اس کا کچومر بن جاتا۔

کچھ دیر تک اسی طرح پتھروں اور چٹانوں کی بوچھاڑیں ہوتی
رہیں پھر یہ سلسلہ ختم ہو گیا البتہ زمین ابھی تک یوں لرز رہی تھی
جیسے زلزلہ آ رہا ہو۔ عمران نے آہستہ آہستہ سر اٹھایا تو اسے ہر
طرف دھول کے بادل اڑتے دکھائی دیے۔ عمران کو یوں محسوس ہوا
تھا جیسے پہاڑی کی دوسری طرف سے کسی نے طاقتور میزائل داغا ہو
جو اس پہاڑی کی چوٹی سے ٹکرایا ہو جس کی وجہ سے اس قدر
خوفناک دھماکہ ہوا تھا اور پہاڑی کی چوٹی تباہ ہو گئی تھی۔ اس
دھماکے کی شدت اتنی زیادہ تھی کہ عمران کو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے

اس کے کانوں کے پردے پھٹ گئے ہوں۔ اسے اپنے کانوں میں
تیز سائیں سائیں کی آوازیں سنائی دے رہی تھی۔ وہ ایک بار پھر
زور زور سے سر جھٹکنے لگا لیکن کانوں کی سائیں سائیں کسی طرح
سے ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی تھیں اور عمران کو اپنا سر درد سے
پھٹتا ہوا محسوس ہونا شروع ہو گیا تھا۔

تکلیف کی وجہ سے عمران کا چہرہ بگڑا ہوا تھا۔ وہ چند لمحے اسی
طرح سر اٹھائے دھول میں دیکھنے کی کوشش کرتا رہا پھر اس نے
دونوں کانوں پر ہاتھ رکھے اور پھر وہ آہستہ آہستہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا
اور زور زور سے اپنے کانوں پر ہاتھ مارنے لگا لیکن کانوں کی
سائیں سائیں ختم نہ ہوئی۔

عمران کا سارا جسم گرد سے اٹ گیا تھا وہ گرد میں اٹا ہوا بھوت
دکھائی دے رہا تھا۔ اس کے ارد گرد مسلسل دھول کے بادل اڑ رہے
تھے۔ وہ چند لمحے ادھر ادھر دیکھتا رہا پھر وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا
سڑک پر آ گیا۔ دھول کی وجہ سے اسے ارد گرد کا ماحول دکھائی نہیں
دے رہا تھا۔ عمران آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ادھر ادھر دیکھ ہی رہا تھا کہ
اچانک عمران کو اپنے سامنے اور دائیں بائیں تین ہیولے سے
دکھائی دیے۔ اس سے پہلے کہ عمران کچھ سمجھتا اچانک ایک ہیولے
نے ہاتھ بڑھا کر عمران کی گردن پکڑ لی۔ عمران کو یوں محسوس ہوا تھا
جیسے اس کی گردن پر انتہائی سرد شکنجہ جم گیا ہو۔ گردن دبوچنے والا
جب سامنے آیا تو عمران کی آنکھیں پھیل گئیں۔ یہ ان چار

نوجوانوں میں سے ایک کی زندہ ہونے والی لاش تھی جونجانے کب
وہاں آ گئی تھی اور اس نے عمران کی گردن دبوچ لی تھی۔ اس
دائیں بائیں موجود دوسرے ہیولوں نے عمران کے دونوں بازو
لئے اس سے پہلے کہ عمران کچھ کرتا اسے یوں محسوس ہوا جیسے
ہاتھوں نے اس کی ٹانگیں بھی پکڑ لی ہوں۔

گردن پکڑنے والی زندہ لاش کی گرفت اس قدر سخت تھی کہ
عمران کا سانس رکنے لگا تھا۔ وہ خود کو ان لاشوں سے چھڑانے
لئے اپنا جسم زور زور سے جھٹک رہا تھا لیکن بے سود۔ گردن
پکڑنے والی لاش کا بھیانک چہرہ عمران کی آنکھوں کے سامنے تھا
اس کی سفید سفید آنکھیں عمران کو اپنی آنکھوں کے راستے دل
اترتی ہوئی معلوم ہو رہی تھیں۔ تکلیف کی وجہ سے اس کے جسم
سارا خون سمٹ کر جیسے اس کے چہرے پر آ گیا تھا جو کچے
ٹماٹر کی طرح سرخ ہو رہا تھا۔

زندہ لاش عمران کی جانب سفید سفید آنکھوں سے گھور رہی تھی
پھر اچانک لاش کا منہ کھلا اور اس کے اوپر اور نیچے والے چار دانت
لمبے اور نوکیلے ہوتے چلے گئے۔ لاش حقیقتاً ہارر فلموں میں
جانے والا خون آشام ڈریکولا دکھائی دے رہا تھا جو رات
اندھیرے میں انسانی شکار تلاش کر کے اس کی گردن میں دانت
کر خون چوس جاتا تھا۔

زندہ لاش کے جبڑے کھل گئے تھے اور وہ نوکیلے دانت عمران

گردن کی طرف لا رہا تھا۔ اس کا شکنجہ اس قدر سخت تھا کہ سانس
رکنے کے ساتھ ساتھ عمران کو اپنا دل بھی ڈوبتا ہوا محسوس ہونے
لگا۔ پھر لاش نے اچانک اپنا منہ عمران کی گردن پر رکھ دیا۔ عمران
اس کے دانتوں کی چبھن اپنی گردن پر صاف محسوس کر رہا تھا۔ لاش
کسی بھی لمحے اس کی گردن میں اپنے دانت گاڑ سکتی تھی۔ عمران کو
یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کا آخری وقت آ گیا ہو۔ سانس رکنے
کی وجہ سے اس کی آنکھیں بند ہوتی جا رہی تھیں اور اس کے دماغ
میں ایک بار پھر اندھیرا سا بھرنا شروع ہو گیا تھا۔ اس بار چونکہ وہ
لاش کے شکنجے میں ہونے کی وجہ سے اپنا سر نہیں جھٹک سکتا تھا
اس لئے جلد ہی اس کے دماغ پر اندھیرا غالب آ گیا اور وہ بے
ہوش ہوتا چلا گیا۔ پھر جب اسے ہوش آیا تو اس نے خود کو ایک کار
کی پچھلی سیٹ پر لیٹے پایا۔ کار ہچکولے کھاتی ہوئی چل رہی تھی۔
ایک لمحے کے لئے عمران کو سمجھ میں نہ آیا کہ وہ کہاں ہے۔ اس کا
ذہن ہوش میں آنے کے باوجود ماؤف تھا۔

عمران صاحب نے آنکھیں کھول دی ہیں۔ انہیں ہوش آ گیا
ہے..... اچانک عمران کو ایک جانی پہچانی سی نسوانی آواز سنائی
دی۔ عمران نے آواز سن کر سر اٹھایا اور کار کے اگلے حصے کی طرف
دیکھا تو اسے ڈرائیونگ سیٹ پر صالحہ جبکہ سائیڈ والی سیٹ پر کراسٹی
دکھائی دی۔ کراسٹی، عمران کی جانب ہی دیکھ رہی تھی۔ کراسٹی
کی بات سن کر صالحہ نے بھی سر گھما کر عمران کی طرف دیکھا اور پھر

عمران کی کھلی ہوئی آنکھیں دیکھ کر اس کے چہرے پر بھی اطمینان
آ گیا۔ ان دونوں کو دیکھ کر عمران کی آنکھوں میں شناسائی کی چمک
نہیں ابھری تھی بلکہ وہ انہیں یوں دیکھ رہا تھا جیسے وہ صالحہ اور کراسٹی
کو زندگی میں پہلی بار دیکھ رہا ہو۔
"اب آپ کی طبیعت کیسی ہے عمران صاحب"...... کراسٹی نے
عمران سے مخاطب ہو کر پوچھا۔ عمران ذہن ماؤف ہونے کے
باوجود اٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔ اسے اپنے جسم میں بے پناہ نقاہت
محسوس ہو رہی تھی۔ اس کے کانوں میں سائیں سائیں کی آوازوں
کے ساتھ ہلکی ہلکی سیٹیاں بھی سنائی دے رہی تھیں لیکن اس کے
باوجود اس نے کراسٹی کی آواز سن لی تھی۔
"کیوں کیا ہوا تھا مجھے"...... عمران نے سر جھٹک کر خود کو
کنٹرول کرنے کی کوشش کرتے ہوئے پوچھا۔
"ہمیں نہیں معلوم۔ میں اور صالحہ سیر و تفریح کے لئے
علاقوں کی طرف گئی ہوئی تھیں۔ واپسی پر لینڈ سلائیڈنگ کی وجہ سے
ہمیں رکنا پڑا۔ ایک پہاڑی ٹوٹ کر سڑک پر آ گری تھی۔ میں
اور صالحہ نے راستہ بنانے کے لئے سڑک صاف کرنی شروع کی
سڑک کے کنارے پر ہمیں آپ پڑے ہوئے مل گئے۔ آپ کا
گرد سے اٹا ہوا تھا اور آپ بے ہوش تھے۔ ہم دونوں آپ کو
دیکھ کر حیران رہ گئیں۔ ہماری حیرانی اس وقت اور زیادہ بڑھ
جب ہم نے وہاں آپ کی کار نہ دیکھی۔ ہم دونوں اس لئے حیران

ہو رہی تھیں کہ آپ ویران علاقے میں بغیر کار کے کیسے آ گئے تھے
اور آپ اس طرح بے ہوش کیوں پڑے ہوئے تھے۔ میں نے
آپ کے دل کی دھڑکن اور نبض چیک کی تو آپ کی نبض چل رہی
تھی۔ آپ کی حالت ایسی تھی جیسے آپ اس لینڈ سلائیڈنگ کا شکار
ہو گئے ہوں۔ لیکن خیریت گزری تھی کہ آپ پر چٹانوں اور پتھروں
کی بارش نہیں ہوئی تھی۔ ہم نے آپ کو چیک کیا ہے آپ کے جسم
پر کسی زخم کا کوئی نشان نہیں ہے"...... کراسٹی نے کہا اور عمران حیرت
سے خود کو دیکھنے لگا اس کا جسم واقعی گرد سے اٹا ہوا تھا لیکن اسے یاد
نہیں آ رہا تھا کہ اس کے ساتھ ہوا کیا تھا۔ وہ شمالی پہاڑی علاقے
میں کیسے آیا تھا اور وہاں بے ہوش کیسے ہوا تھا۔ شاہ صاحب سے
ملاقات کے لئے جانے، ٹیکسی کا سفر، سڑک پر ہونے والے چار
افراد کے ایکسیڈنٹ اور پھر ان چاروں نوجوانوں کی لاشوں کے زندہ
ہونے کے واقعات جیسے اس کے ذہن سے محو ہو گئے تھے۔ عمران
کراسٹی کی باتوں پر غور کرنے لگا تو اسے اپنے سر میں شدید درد ہونا
شروع ہو گیا۔ اس کی آنکھوں میں ایک بار پھر اندھیرے کی یلغار
ہونے لگی۔ عمران نے بے اختیار دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا۔
"اوہ۔ کیا ہوا عمران صاحب"...... کراسٹی نے اسے سر تھامتے
اور اس کے چہرے پر تکلیف کے تاثرات نمایاں ہوتے دیکھ کر
پریشانی کے عالم میں کہا۔ صالحہ بھی بیک ویو مرر سے عمران کی طرف
دیکھ رہی تھی۔ عمران کی حالت دیکھ کر اس کے چہرے پر بھی پریشانی

کے تاثرات نمودار ہو گئے۔

''عمران صاحب۔ آپ ٹھیک ہیں''...... صالحہ نے بے چینی سے پوچھا لیکن عمران نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔

''میرا خیال ہے کہ عمران صاحب کے سر پر چوٹ لگی ہے۔ ہمیں جلد سے جلد کسی ڈاکٹر کے پاس پہنچنا چاہئے''۔ کراسٹی نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

''ہاں۔ ٹھیک ہے''...... صالحہ نے کہا اور اس نے گیئر بدل کر کار کی رفتار بڑھا دی۔

''رک۔ رک۔ رکو''...... اچانک عمران نے ہذیانی انداز میں چیختے ہوئے کہا تو صالحہ نے کار کی رفتار کم کرتے ہوئے کار سڑک کی سائیڈ میں روک دی۔

''کیا ہوا عمران صاحب۔ آپ نے کار کیوں رکوائی ہے''۔ صالحہ نے پیچھے پلٹ کر عمران کی جانب پریشان نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ عمران نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا بلکہ وہ کار کا دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ اسے کار سے باہر نکلتے دیکھ کر کراسٹی اور صالحہ بھی کار سے باہر آ گئیں۔ عمران کا چہرہ بدلا ہوا تھا اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں لیکن اس کی آنکھیں بجھی بجھی سی تھیں اور اس کے دماغ پر جیسے دھند سی چھائی ہوئی تھی۔ کراسٹی اور صالحہ اسے دھندلی دھندلی سی دکھائی دے رہی تھیں۔ عمران کے چہرے پر زردی دیکھ کر صالحہ اور کراسٹی عمران کے نزدیک آ گئیں۔

''کون ہو تم دونوں''...... عمران نے ان کی طرف دیکھ کر غراتے ہوئے کہا اور وہ دونوں بری طرح سے چونک پڑیں۔

''کیا مطلب۔ کیا آپ ہمیں پہچان نہیں رہے کہ ہم کون ہیں''...... کراسٹی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''نہیں۔ میں نہیں جانتا''...... عمران نے انتہائی سنجیدگی سے کہا۔ اس کی آنکھوں میں بدستور ان دونوں کے لئے شناسائی کی کوئی چمک نمودار نہیں ہوئی تھی۔

''آپ شاید مذاق کر رہے ہیں''...... صالحہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''مذاق۔ کیسا مذاق۔ میں تمہیں جانتا ہی نہیں تو پھر مذاق کیسا''...... عمران نے اسی انداز میں کہا اور وہ دونوں حیرت سے اس کی شکل دیکھنا شروع ہو گئیں۔

''اس طرح سے میری طرف کیا دیکھ رہی ہو تم دونوں۔ بولو کون ہو تم اور مجھے کہاں لے جا رہی تھی''...... عمران نے اس بار غراہٹ بھرے انداز میں پوچھا۔

''ہم نے آپ کو بتایا تو ہے''...... کراسٹی نے کہا۔

''کیا بتایا ہے۔ تمہاری کوئی بھی بات میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ جلدی بتاؤ ورنہ......'' عمران نے غصیلے لہجے میں کہا اور اس نے اچانک لباس کی اندرونی جیب میں ہاتھ ڈالا اور ریوالور نکال لیا۔ وہ یہ بھی بھول چکا تھا کہ اس نے ریوالور کی ساری گولیاں اپنی

طرف بڑھنے والی لاشوں پر چلا دی تھیں۔

ریوالور نکالتے ہی عمران نے اس کا رخ کراسٹی اور صالحہ کی طرف کر دیا اور اسے ریوالور نکال کر اپنی طرف کرتے دیکھ کر کراسٹی اور صالحہ چونک پڑیں۔

"یہ آپ کیا کر رہے ہیں عمران صاحب۔ آپ......" صالحہ نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

"کون عمران۔ میں کسی عمران کو نہیں جانتا"...... عمران نے غرا کر کہا۔

"لگتا ہے آپ کے سر پر لگنے والی چوٹ نے آپ کی یادداشت پر اثر ڈالا ہے۔ آپ ایک کام کریں۔ ہمارے ساتھ چلیں ہم آپ کو فاروقی ہسپتال لے چلتے ہیں"...... کراسٹی نے کہا۔

"مجھے کسی ہسپتال میں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم دونوں جاؤ یہاں سے"...... عمران نے کہا۔

"نہیں عمران صاحب۔ ہم آپ کو اس حال میں یہاں چھوڑ کر کہیں نہیں جائیں گی"...... صالحہ نے جیسے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"نہیں جاؤ گی تو میں گولی چلا دوں گا"...... عمران نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

"گولی چلا دیں گے۔ لیکن کیوں۔ آپ ہم پر گولی کیسے چلا سکتے ہیں"...... کراسٹی نے حیرت زدہ لہجے میں کہا۔

"اگر تم دونوں اگلے ایک منٹ میں یہاں سے نہ گئیں تو تمہیں

خود ہی معلوم ہو جائے گا کہ میں تم دونوں پر کیسے گولی چلاتا ہوں"...... عمران نے اسی انداز میں کہا۔

"آپ ہمارے ساتھ آئیں"...... صالحہ نے سر جھٹک کر عمران کی جانب بڑھتے ہوئے کہا جیسے وہ عمران کا ہاتھ پکڑ کر اسے زبردستی کار میں بٹھانا چاہتی ہو۔ اس سے پہلے کہ صالحہ، عمران کے نزدیک پہنچتی، عمران نے اچانک ٹریگر دبا دیا۔ ایک زور دار دھماکہ ہوا اور صالحہ کو ایک زور دار جھٹکا سا لگا۔ گولی ٹھیک اس کی پیشانی میں لگی تھی۔ اس پر چونکہ قریب سے فائر کیا گیا تھا اس لئے ریوالور کی گولی صالحہ کے سر کے پچھلے حصے سے نکلتی چلی گئی۔ صالحہ کے منہ سے چیخ بھی نہ نکل سکی تھی۔ البتہ اس کی آنکھیں ضرور پھیل گئی تھیں جیسے اسے یقین ہی نہ آ رہا ہو کہ عمران اس پر گولی چلا سکتا ہے۔ اگلے لمحے اس کے سر میں ہونے والے سوراخ سے خون پھوٹ پڑا اور وہ منہ کے بل نیچے گرتی چلی گئی۔ کراسٹی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر عمران اور اس کے ہاتھ میں موجود ریوالور کی طرف دیکھ رہی تھی جس سے دھواں نکل رہا تھا۔ صالحہ کے سر میں سوراخ ہوتے دیکھ کر اسے گرتے دیکھ کر کراسٹی جیسے ساکت سی ہو گئی۔

"یہ۔ یہ۔ یہ آپ نے کیا کیا ہے عمران صاحب۔ آپ نے صالحہ کو گولی کیوں مار دی ہے"...... اچانک کراسٹی کو جیسے ہوش آیا تو اس نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا لیکن اسی لمحے ایک اور دھماکہ ہوا اور کراسٹی کے سینے میں عین دل کے مقام پر گولی گھستی چلی گئی۔

عمران نے اس پر بھی گولی چلا دی تھی۔ کراشی گولی کھا کر اچھل کر
پیچھے کار سے ٹکرائی اور الٹ کر گرتی چلی گئی۔ اس کی آنکھیں بھی
پھٹی ہوئی تھیں۔ وہ یک ٹک عمران کی جانب دیکھ رہی تھی جیسے
اسے یقین ہی نہ آ رہا ہو کہ عمران نے صالحہ اور اسے گولی مار دی ہے
اور پھر کراشی کی آنکھیں بے نور ہوتی چلی گئیں۔

جیسے ہی کراشی ہلاک ہوئی اسی لمحے اچانک عمران کی آنکھوں
کے سامنے سے جیسے پردہ ہٹ گیا۔ نہ صرف اس کی آنکھوں کے
سامنے سے پردہ ہٹ گیا تھا بلکہ اس کا بند دماغ بھی کھل گیا تھا۔

جوانا نے چونکہ ایک ساتھ دونوں ریوالوروں کے ٹریگر دبائے
ے اس لئے ایک ساتھ گولیاں چلیں اور جوزف نے فوراً اپنی جگہ
ڑ دی۔ اگر اسے اپنے جگہ سے ہٹنے میں ایک لمحے کی بھی دیر ہو
ی تو جوانا کی گولیاں اس کے سینے میں گھس جاتیں۔

جوزف کو بچتے دیکھ کر جوانا رکے بغیر ٹریگر دباتا چلا گیا اور
ول یکلخت مسلسل فائرنگ کی آوازوں سے گونجنے لگا۔ جوزف،
نا کو اس طرح فائرنگ کرتے دیکھ کر چھلاوے کی طرح ادھر ادھر
ل کود کرتا ہوا خود کو بچا رہا تھا۔

چند ہی لمحوں میں جوانا کے دونوں ریوالور خالی ہو گئے۔ جب
ں کے ریوالوروں سے ٹرچ ٹرچ کی آوازیں نکلیں تو اس نے غصے
ے دونوں ریوالور ایک ساتھ جوزف پر کھینچ مارے۔ جوزف فوراً
چے جھک گیا۔ ریوالور اس کے اوپر سے گزرتے ہوئے دور جا

گرے۔

"تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا ہے جوانا۔ یہ تم کیا کر رہے
ہو"...... جوزف نے جوانا کی جانب قہر بار نظروں سے دیکھتے ہوئے
کہا لیکن جوانا نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ اپنے نشانے
خطا جاتے دیکھ کر اس کا چہرہ غیظ و غضب سے اور زیادہ سیاہ ہو گیا
تھا اور اس کی آنکھیں شعلے اگلنا شروع ہو گئی تھیں۔ اس کی یہ
ہوئی کیفیت جوزف کے لئے حیران کن تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں
رہا تھا کہ آخر یکلخت جوانا کو ہوا کیا ہے۔ وہ اچانک اس کی جان
دشمن کیوں بن گیا ہے۔ جوانا چند لمحے جوزف کو خونخوار نظروں سے
گھورتا رہا پھر وہ جنگلی بھینسے کی طرح جھومتا ہوا تیزی سے جوزف
کی طرف بڑھا۔ اس سے پہلے کہ جوزف کچھ سمجھتا جوانا نے اچانک
اس پر چھلانگ لگا دی۔

جوزف نے اس سے خود کو بچانے کے لئے دائیں طرف
چھلانگ لگانی چاہی لیکن اسی لمحے جوانا نے اپنا رخ پلٹا اور اس کی
دونوں ٹانگیں اچانک جوزف کے سینے پر پڑیں۔ جوزف کو ایک زور
دار جھٹکا لگا اور وہ کئی قدم لڑکھڑا کر پیچھے ہٹتا چلا گیا۔ جوزف ابھی
لڑکھڑا ہی رہا تھا کہ جوانا نے زمین پر قدم رکھتے ہی لیفٹ گھما
جوزف کے پہلو میں مار دی۔ اس بار جوزف اچھل کر پشت کے بل
گرا۔ زمین پر گرتے ہی جوزف یوں اچھل کر کھڑا ہو گیا جیسے اس
کے جسم میں سپرنگ لگے ہوں وہ اٹھا ہی تھا کہ اسی لمحے جوانا ایک

بار پھر اچھلا اور اس نے اپنا جسم پلٹایا اور ترچھے انداز میں جوزف
سے آ ٹکرایا اور جوزف کو لئے گرتا چلا گیا۔ جوزف کو یکبارگی یوں
محسوس ہوا جیسے اس پر منوں وزنی چٹان آ گری ہو لیکن اس نے فوراً
دونوں ہاتھوں سے جوانا کو پوری قوت سے پیچھے دھکیل دیا۔ جوانا
لڑکھڑا کر پیچھے ہٹا تو جوزف فوراً اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

"تم خواہ مخواہ مجھے غصہ دلا رہے ہو جوانا۔ مجھے بتاؤ۔ معاملہ کیا
ہے۔ تمہاری اس طرح سے اچانک کایا کیسے پلٹ گئی ہے"۔ جوزف
نے حتی الوسع جوانا پر جوابی کارروائی کرنے کی بجائے اس کی جانب
غصیلی نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

"میں تم سے نفرت کرتا ہوں۔ آج یا تو تم زندہ رہو گے یا پھر
میں"...... جوانا نے غرا کر کہا۔

"نفرت۔ کیا مطلب۔ تمہارے دل میں میرے لئے اچانک
نفرت کہاں سے پیدا ہو گئی"...... جوزف نے حیرت بھرے لہجے
میں پوچھا۔

"بس ہو گئی۔ میں تمہارا وجود برداشت نہیں کر سکتا۔ آج میں
تمہیں ہلاک کر کے تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کر کے گٹر میں پھینک
دوں گا"...... جوانا نے اسی انداز میں کہا۔ جوزف غور سے جوانا کی
طرف دیکھ رہا تھا۔ جوانا کی آنکھیں غصے اور نفرت سے شعلے اڑا
رہی تھیں اور اس کا چہرہ غیظ و غضب سے سیاہ ہو رہا تھا۔ اسے دیکھ
کر جوزف کو نہ تو ایسا لگ رہا تھا جیسے جوانا اپنے ہوش و حواس میں

نہ ہو اور نہ ہی جوزف کو ایسا احساس ہو رہا تھا کہ کسی غیر مرئی
طاقت نے جوانا کو اپنے کنٹرول میں لے رکھا ہو۔ اس کے چہرے
اور آنکھوں میں فطری غصے اور نفرت کی جھلک دکھائی دے رہی
تھی۔

''کیا کسی نے تمہیں میرے خلاف بھڑکایا ہے''...... جوزف نے
اس کی جانب غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''نہیں۔ میرے اندر تمہارے لئے بہت عرصہ سے غصہ بھرا ہوا
ہے جو اب لاوا بن کر پھوٹ نکلا ہے۔ مجھے اس وقت تک سکون
نہیں آئے گا جب تک کہ تم اس لاوے میں جل کر خاکستر نہ ہو
جاؤ''...... جوانا نے کہا۔

''کس بات کا غصہ ہے تمہیں۔ تم اچھے بھلے تو میرے ساتھ
رہتے تھے۔ تم سے میرا کبھی کسی بات پر جھگڑا بھی نہیں ہوا تھا پھر
اچانک''...... جوزف نے اور زیادہ حیران ہوتے ہوئے کہا۔

''مجھے تم سے کوئی بحث نہیں کرنی ہے''...... جوانا نے منہ بنا کر
کہا اور ایک بار پھر انتہائی جارحانہ انداز میں جوزف کی جانب
بڑھا۔ جوزف کی طرف بڑھتے ہوئے اس نے جوزف پر چھلانگ
لگائی۔ جوزف اپنی جگہ پر تن کر کھڑا ہو گیا۔ جوانا جیسے ہی اُڑتا ہوا
اس کے نزدیک آیا جوزف کے دونوں ہاتھ حرکت میں آئے اور
اس نے اچانک جوانا جیسے دیو کے پہلوؤں میں ہاتھ ڈال کر اسے
دونوں ہاتھوں سے دبوچ لیا۔ اس سے پہلے کہ جوانا کچھ کرتا جوزف

کے ہاتھ حرکت میں آئے اور جوانا اس کے ہاتھوں سے نکل کر دور
جا گرا۔ جوانا کو نیچے گراتے ہی جوزف تیزی سے اس کی طرف
بڑھتا چلا گیا لیکن وہ ابھی جوانا کے نزدیک پہنچا ہی تھا کہ اچانک
جوانا نے لیٹے لیٹے اپنی ٹانگیں گھمائیں اور جوزف کی ٹانگوں پر مار
دیں جوزف جھٹکا کھا کر آگے کی طرف جھکا ہی تھا کہ ایک بار پھر
جوانا کی ٹانگیں چلیں اور اس بار جوزف چیختا ہوا الٹ کر گرتا چلا
گیا۔ جوانا نے دونوں پیر جوڑ کر پوری قوت سے جوزف کی گردن
پر مار دیئے تھے۔

جوزف نیچے گرا ہی تھا کہ جوانا جمناسٹک کا بہترین مظاہرہ کرتے
ہوئے فوراً اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ جوزف دونوں ہاتھوں سے اپنی گردن
پکڑے تڑپ رہا تھا۔ جوانا تیزی سے اس کے نزدیک آیا اور پھر
جوزف جیسا دیو ہیکل انسان اس کے ہاتھوں میں کسی کھلونے کی
طرح سے اٹھتا چلا گیا۔ جوزف نے تڑپ کر خود کو اس سے چھڑانا
چاہا لیکن جوانا نے ایک جھٹکے سے جوزف کو اٹھا کر اپنے سر سے بلند
کر لیا تھا اور پھر وہ ایک پیر پر گھوما اور دوسرے لمحے جوزف ہوا
میں اُڑتا ہوا پیچھے موجود ایک کمرے کی دیوار سے جا ٹکرایا۔ جوزف
کے منہ سے ایک بار پھر چیخ نکل گئی تھی۔ دیوار سے ٹکراتے ہی وہ
دھب سے نیچے آ گرا۔ یہ دیکھ کر جوانا ایک بار پھر اچھل کر جوزف
کے نزدیک آ گیا۔ اس نے جھک کر جوزف کو پکڑنا چاہا لیکن اسی
لمحے جوزف نے اپنا جسم کسی زخمی سانپ کی طرح پلٹایا اور پھر اس

کے بھی دونوں پیر پوری قوت سے جوانا کے انداز میں اس کی تھوڑی
پر پڑے۔ جوانا کو ایک زور دار جھٹکا لگا وہ اچھلا اور قلابازی کھانے
والے انداز میں گھوم کر نیچے آ گرا۔ جوانا نے فوراً دونوں ہاتھ آگے
کر دیئے تھے ورنہ زمین سے ٹکرا کر اس کے چہرے کا بھرتہ بن
جاتا۔ جیسے ہی جوانا نیچے گرا اسی لمحے جوزف نے لیٹے لیٹے چھلانگ
لگائی اور وہ جوانا کے اوپر سے ہوتا ہوا اس کے عقب میں آ گیا۔
جوانا اٹھا اور پھر وہ اپنے سامنے سے جوزف کو غائب دیکھ کر چونک
پڑا۔ اس نے شاید جوزف کو چھلانگ لگاتے نہیں دیکھا تھا۔ اسی
لمحے جوزف نے عقب سے اس کے کاندھے پر ہاتھ مارا تو جوانا
بجلی کی سی تیزی سے پلٹا۔ ٹھیک اسی لمحے جوزف کا ایک زور دار
جوانا کے منہ پر پڑا۔ جوانا کا منہ دوسری طرف گھوم گیا۔ جوزف کے
پنچ نے جوانا کے جبڑے پر نشان سا چھوڑ دیا تھا اور اس کے منہ
سے خون کی پتلی سی دھار نکل آئی اس نے پلٹ کر جوزف کی
جانب خونخوار نظروں سے دیکھا اور پھر اچانک اس نے بھی جوزف
کے انداز میں اس کے منہ پر پنچ مار دیا۔ جوزف کا منہ بھی گھوما
اس کے منہ سے بھی خون کی لکیر نکل آئی۔ جوانا نے اچھل کر
جوزف کے سینے پر دونوں پیر جوڑ کر ضرب لگانی چاہی لیکن جوزف
فوراً دائیں طرف کسی کمان کی طرح مڑ گیا۔ کمان کی طرح مڑتے
ہی اس کی ایک ٹانگ ٹھیک جوانا کی پشت پر پڑی اور جوانا
جس طرح اچانک گھوم کر جوزف پر حملہ کرنے کی کوشش کی تھی

طرح الٹا گھومتا ہوا اسی دیوار سے جا ٹکرایا جس سے جوزف ٹکرایا
تھا۔ جوانا دیوار سے کمر کے بل ٹکرایا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ گر
پڑتا اسی لمحے جوزف اچھل کر اس کے سامنے آ گیا اور اس نے
اچانک ایک ٹانگ جوانا کے سینے پر رکھ کر اسے دیوار کے ساتھ لگا
دیا۔ اب پوزیشن یہ تھی کہ جوزف کی ایک ٹانگ زمین پر تھی اور
ایک ٹانگ جوانا کے سینے سے لگی ہوئی تھی اور جوزف اسے پوری
قوت سے دیوار کے ساتھ پریس کر رہا تھا۔ جوانا نے دونوں ہاتھوں
سے جوزف کی ٹانگ پکڑی اور اسے اپنے سینے سے ہٹا کر پوری
قوت سے پیچھے دھکیلنا چاہا لیکن اسی لمحے جوزف نے جیب سے
ریوالور نکالا اور اس کا رخ جوانا کی طرف کر دیا۔

"بس۔ اب حرکت کی تو گولی مار دوں گا"...... جوزف نے غرا
کر کہا اور اس کے ہاتھ میں ریوالور دیکھ کر جوانا وہیں ساکت ہو
گیا۔ اس کے منہ سے زخمی بھیڑیئے جیسی غراہٹیں نکلنے لگیں اور وہ
جوزف کی جانب کھا جانے والی نظروں سے گھورنے لگا۔ دونوں دیو
تھے اور ایک دوسرے سے ٹکرا کر انہوں نے ثابت کر دیا تھا کہ
فائٹنگ میں ان دونوں میں سے کوئی کم نہیں تھا۔ دونوں میں ایک
جیسی صلاحیتیں تھیں اور دونوں کی طاقت ایک جیسی تھی۔ نہ جوزف
جوانا سے کم تھا اور نہ جوانا جوزف سے کم۔

"لگتا ہے تمہارے ہاتھوں پیروں میں جان ختم ہو گئی ہے جو تم
نے مجھ پر ریوالور تان لیا ہے"...... جوانا نے جوزف کو خونخوار

نظروں سے گھورتے ہوئے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''میں نے تو ریوالور صرف تم پر تانا ہی ہے۔ تم نے تو اپنے دونوں ریوالوروں کی گولیاں مجھ پر چلا دی تھیں''...... جوزف نے بھی اسی انداز میں کہا۔

''جو بھی ہے۔ اب تمہاری اور میری دست بدست لڑائی ہو رہی ہے۔ ریوالور پھینکو اور مجھ سے فائٹ کرو۔ آج میں تمہارے سر سے تمہاری ساری طاقت کا نشہ اتار دوں گا''...... جوانا نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہا۔

''پہلے مجھے وجہ بتاؤ۔ تمہارا انداز کیوں بدلا ہوا ہے۔ تم جوانا جیسے ضرور ہو لیکن اب مجھے احساس ہو رہا ہے کہ تم جوانا نہیں ہو''...... جوزف نے اس کی جانب غور سے دیکھتے ہوئے کہا تو جوانا بے اختیار ہنس پڑا۔

''اپنی آنکھوں کا علاج کراؤ۔ میں جوانا ہی ہوں۔ جوانا دی گریٹ جو اپنے دشمن کے سر میں انگلی مارے تو اس کی کھوپڑی میں سوراخ کر سکتا ہے''...... جوانا نے مخصوص انداز میں کہا۔

''ابھی تک تو ایسا نہیں ہوا ہے۔ تم نے مجھ پر جو داؤ آزمائے ہیں وہ تمہارا مخصوص اسٹائل نہیں ہے۔ تم تو مجھ سے یوں لڑ رہے ہو جیسے تم مارشل آرٹس کی ابجد سے بھی واقف نہیں ہو اور میں جوزف دی گریٹ ہوں جس سے افریقہ کے جنگلوں کا سب سے طاقتور نی می نسل کا شیر بھی ڈرتا ہے کیونکہ جوزف دی گریٹ کا ایک تھپڑ اس

شیر کی گردن اس کے تن سے الگ کر سکتا ہے''...... جوزف نے منہ بنا کر اور جواباً غرا کر کہا۔

''شیر۔ ہونہہ۔ تم شیر ضرور ہو لیکن جنگل کے خونخوار اور طاقتور شیر نہیں بلکہ تمہارا تعلق ان شیروں سے ہے جو چڑیا گھروں میں پنجرے میں قید بوڑھے ہو جاتے ہیں''...... جوانا نے تلخ لہجے میں کہا۔

''شیر بوڑھا ہو یا جوان اس کے بازوؤں میں اتنی طاقت ہوتی ہے کہ وہ اپنے شکار کے ٹکڑے کر سکے۔ بلاوجہ میرا اور اپنا وقت ضائع مت کرو اور مجھے بتاؤ کہ تمہیں اچانک ہوا کیا ہے جو تم مجھ پر اس طرح سے اپنا غصہ نکال رہے ہو''...... جوزف نے غراتے ہوئے کہا۔

''اس کا جواب تمہیں ماسٹر دے گا''...... جوانا نے کہا۔

''باس۔ کیا مطلب۔ کیا تمہاری کایا پلٹ کے بارے میں باس کو علم ہے''...... جوزف نے چونکتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ اگر تمہیں میری بات پر یقین نہیں ہے تو پیچھے دیکھو۔ ماسٹر تمہارے پیچھے ہی موجود ہے''...... جوانا نے زخمی انداز میں مسکراتے ہوئے کہا اور عمران کی اپنے پیچھے موجودگی کا سن کر جوزف چونک پڑا۔ اس نے فوراً سر گھمایا مگر وہاں کوئی نہیں تھا۔ اس سے پہلے کہ جوزف جوانا سے کچھ کہتا اچانک جوزف کو ایک زور دار جھٹکا اور وہ ایک ٹانگ پر اچھل کر پیچھے ہٹتا چلا گیا۔ جوانا نے عمران کا

نام لے کر اسے ڈاج دیا تھا اور جوزف جو خود کو عمران کا غلام سمجھتا
تھا آسانی سے جوانا کے ڈاج میں آ گیا اور پھر جیسے ہی جوزف نے
پلٹ کر پیچھے عمران کو دیکھنا چاہا اسی لمحے جوانا نے دونوں ہاتھوں
سے اپنے سینے پر تنی ہوئی جوزف کی ٹانگ پکڑ کر اسے پوری قوت
سے پیچھے دھکیل دیا۔ جوزف ابھی لڑکھڑا ہی رہا تھا کہ جوانا آگے
بڑھا اور بجلی کی سی تیزی سے گھوما۔ گھومتے ہوئے اس نے بیک
کک پوری قوت سے جوزف کے پیٹ میں مار دی۔ جوزف جو
پہلے ہی لڑکھڑا رہا تھا اچھل کر پشت کے بل زمین پر گر گیا۔ پیٹ
میں زوردار کک لگنے کی وجہ سے اس کے منہ سے زوردار چیخ نکل
گئی تھی اور وہ چونکہ پوری قوت سے فرش پر گرا تھا اس لئے اس
کے ہاتھ سے ریوالور نکل کر دور جا گرا۔ زمین پر گرتے ہی جوزف
نے اچھل کر اٹھنا چاہا لیکن اسی لمحے جوانا اچھل کر زمین پر آیا اس
کے دونوں ہاتھ زمین سے لگے اور وہ ایک بار پھر اچھل کر قلابازی
کھاتا ہوا تیزی سے ہوا میں اٹھتا چلا گیا۔ ہوا میں قلابازی کھاتے
ہوئے جیسے ہی اس کے پیر زمین پر لگے اس نے ایک زوردار گھونسا
اٹھتے ہوئے جوزف کے سر پر مار دیا۔ جوزف کو یوں محسوس ہوا جیسے
اچانک اس کے سر پر گرز مار دیا گیا ہو۔ اس کے منہ سے زوردار
چیخ نکلی اور وہ ایک بار پھر زمین بوس ہو گیا۔ اس سے پہلے کہ وہ
اٹھتا جوانا نے ایک اور قلابازی کھائی اور ہوا میں گھومتا ہوا جوزف
کے سر کے پاس پیروں کے بل کھڑا ہو گیا۔ اسی لمحے اس کی پھر

ٹانگ چلی اور جوزف ماہی بے آب کی مانند تڑپنے لگا۔ جوانا نے
موقع ضائع کئے بغیر جوزف کے سر پر ٹھوکر مار دی تھی۔ پھر جیسے
جوانا کے جسم میں چابی سی بھر گئی۔ اس کی ٹانگ مشینی انداز میں چل
رہی تھی اور جوزف کو اپنے سر کے ٹکڑے ٹکڑے ہوتے ہوئے محسوس
ہو رہے تھے اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پکڑ لیا تھا لیکن جوانا
نے جیسے اس کے سر کو فٹ بال بنا لیا تھا وہ رکے بغیر جوزف کے سر
پر ٹھوکریں رسید کرتا جا رہا تھا۔ مگر اس کے مقابلے پر عمران کا تربیت
یافتہ جوزف تھا وہ بھلا ان ٹھوکروں سے کیسے ختم ہو سکتا تھا۔ چند
لمحے تو جوزف جوانا کی ٹھوکروں سے خود کو بچانے کی کوشش کرتا رہا
پھر اس نے اچانک دونوں ہاتھ بڑھا کر جوانا کی ٹانگ پکڑی اور
اسے پوری قوت سے اپنی طرف کھینچ لیا۔ ایسا کرنے سے جوانا کو
جھٹکا لگا اور وہ پشت کے بل نیچے گرا۔ اس کی ٹانگ بدستور جوزف
کے ہاتھ میں تھی۔ جوانا نے اپنا آدھا دھڑ اوپر اٹھایا اور دوسری
ٹانگ گھما کر جوزف کے چہرے پر مارنی چاہی لیکن اسی لمحے
جوزف نے اس کی ٹانگ چھوڑ دی اور لڑھکنیاں کھاتا ہوا جوانا تیزی
سے پیچھے ہٹ گیا۔ لڑھکنیاں کھاتے ہی اس نے دونوں ٹانگوں کو
مخصوص انداز میں حرکت دی اور فوراً اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس اثناء
میں جوزف بھی اٹھ گیا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے دو طاقتور سیاہ دیو
ایک دوسرے کے سامنے کھڑے ہوں اور ایک دوسرے کے خون
کے پیاسے بن گئے ہوں۔

جوانا کی زوردار ٹھوکریں کھانے کی وجہ سے جوزف کی آنکھوں کے سامنے رنگ برنگے تارے سے ناچ رہے تھے اور اسے اپنے دماغ میں شدید ہلچل سی ہوتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی لیکن اس کے باوجود وہ اپنے پیروں پر کھڑا ہو گیا تھا۔

سر میں تکلیف ہونے کی وجہ سے جوزف کو جوانا ایک کی بجائے کئی کئی دکھائی دینا شروع ہو گئے تھے اور وہ بھی دھندلکوں کی شکل میں اس کے پیر بار بار لڑکھڑا رہے تھے لیکن وہ جوزف ہی کیا جو کسی سے اس قدر آسانی سے شکست مان جائے۔

"تمہارا کھیل ختم ہو گیا ہے جوزف۔ اب تم نہیں بچ سکتے"۔ جوزف کی بگڑی ہوئی حالت دیکھ کر جوانا نے غراتے ہوئے کہا اور اس نے دوڑ کر اچانک چھلانگ لگائی اور جوزف کو فلائنگ کک مارنے کے لئے اڑتا ہوا اس کی طرف آیا لیکن جوزف فوراً اپنی جگہ سے ہٹ گیا نہ صرف وہ ایک طرف ہٹ گیا بلکہ جیسے ہی جوانا اڑتا ہوا اس کے نزدیک پہنچا جوزف نے بجلی کی سی تیزی سے اپنا جسم گھمایا اور جوانا کے عقب میں آ گیا۔ اس سے پہلے کہ جوانا زمین پر گرتا جوزف نے چار چار ہیولے نما نظر آنے والے جوانا کو اچانک ایک ہاتھ سے گردن پکڑ لی اور اچھال کر اسے پوری قوت سے زمین پر پٹخ دیا۔ جوانا کے جسم کے ساتھ اس کا سر بھی زمین سے ٹکرایا تو جوانا کے منہ سے بھی زوردار چیخ نکل گئی۔ جوزف نے اس کی گردن سے ہاتھ ہٹایا اور اچھل کر جوانا کے سینے پر سوار ہو گیا

لیکن اسی لمحے جوانا کی ٹانگیں سمٹ کر پھیلیں اور جوزف ہوا میں اٹھتا چلا گیا۔ اس سے پہلے کہ وہ دوبارہ جوانا پر گرتا جوانا بجلی کی سی تیزی سے کروٹ بدل گیا۔ جوزف دھپ سے فرش پر گرا اس نے ایک بار پھر ہاتھ آگے کر دیئے تاکہ اپنا چہرہ بچا سکے۔

کروٹیں بدلتا ہوا جوانا اس جگہ آ گیا جہاں ایک ریوالور گرا ہوا تھا۔ جوانا نے فوراً ریوالور اٹھایا اور اس کا رخ جوزف کی طرف کر دیا۔ اتفاق سے جوزف بھی ایک ریوالور کے پاس گرا تھا اس نے بھی ریوالور اٹھانے میں دیر نہیں کی تھی اور پھر اس نے لیٹے لیٹے ہی ریوالور کا رخ جوانا کی جانب کر دیا۔ جوانا کے ریوالور کا رخ جوزف کے سر کی طرف تھا جبکہ جوزف لیٹے لیٹے جوانا کے سینے پر فائر کر سکتا تھا۔

"بس جوزف۔ تمہارا کھیل اب ختم ہو گیا ہے"...... جوانا نے غرا کر کہا اور اس نے ایک بار پھر ریوالور کا ٹریگر دبا دیا۔ اسے ٹریگر دباتے دیکھ کر اس بار جوزف بھی نہ چوکا تھا اس نے بھی ریوالور کا ٹریگر دبا دیا۔ ان میں سے چونکہ ایک ریوالور بھرا ہوا تھا اور دوسرا خالی تھا اس لئے ایک ہی گولی چلی تھی اور وہ گولی ان طاقتور سیاہ فاموں میں سے ایک کو لگ گئی اور ماحول تیز اور انتہائی دردناک چیخ سے گونج اٹھا۔

ڈاکٹر کرسٹائن کی آنکھوں میں کامیابی کی بے پناہ چمک دکھائی دے رہی تھی۔ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوگیا تھا اس نے ایک ایسی مخلوق تسخیر کر لی تھی جو انسان بھی تھا۔ جن بھی اور ایک مشینی روبوٹ بھی۔

ڈاکٹر کرسٹائن نے اپنی شیطانی طاقت زامبا کو اس انوکھی مخلوق کے جسم میں گھسا دیا تھا اور پھر اس نے اس مخلوق کے مشینی دماغ میں اپنی ہدایات فیڈ کرنی شروع کر دیں۔ ان ہدایات کے فیڈ ہوتے ہی وہ مخلوق ڈاکٹر کرسٹائن کے تابع ہوگئی تھی۔ اب وہ مخلوق جسے ڈاکٹر کرسٹائن نے زامبا کا ہی نام دیا تھا اس کے ہر حکم کی پابند تھی۔ ڈاکٹر کرسٹائن نے اس کے دماغ میں ہدایات فیڈ کرنے کے بعد اسے گہری نیند سلا دیا تھا اور اب وہ اس انوکھی مخلوق پر باقاعدہ سائنسی تجربات کر رہا تھا۔

سائنسی تجربات سے ڈاکٹر کرسٹائن یہ جاننے کی کوشش کر رہا تھا کہ اس نے جو مخلوق تسخیر کی ہے وہ کس قدر پاورفل اور خطرناک ہے اور اس کے کیا کیا کام آ سکتی ہے۔ تجربات کرنے کے بعد ڈاکٹر کرسٹائن نے زامبا سے جناتی، ماورائی اور شیطانی دنیا کے بارے میں معلومات بھی لی تھیں۔

زامبا گو کہ چار مختلف وجود سے بنایا گیا تھا۔ اس کا جسم انسانی لیکن اس کے باوجود اس میں جناتی طاقتیں بدرجہ اتم موجود تھیں۔ ڈاکٹر کرسٹائن کے پوچھنے پر زامبا نے بتایا تھا کہ انسانی جسم اور مشینی دماغ ہونے کے باوجود وہ جنات کی طرح سے کام کر سکتا ہے۔ وہ دھواں بن کر غائب بھی ہوسکتا ہے، ٹھوس دیواروں سے بھی گزر سکتا ہے، اپنا روپ بھی بدل سکتا ہے اور چاہے تو ایک لمحے میں دنیا کے کسی بھی کونے میں پہنچ سکتا ہے۔ اس کے علاوہ زامبا ڈاکٹر کرسٹائن کے لئے دنیا کی ہر چیز مہیا کر سکتا تھا۔ زامبا میں جناتی طاقتوں کا سن کر ڈاکٹر کرسٹائن بے حد خوش تھا۔ اس نے زامبا کو حکم دیا تھا کہ وہ جلد سے جلد اقارم اور اس کی بلیک پرنسز کے بارے میں معلومات حاصل کرے اور جیسے بھی ممکن ہو یہ معلوم کرے کہ اقارم تک کیسے پہنچا جا سکتا ہے اور اسے پھر سے جگا کر کیسے اس پر اپنا تسلط جمایا جا سکتا ہے۔

زامبا نے ڈاکٹر کرسٹائن کے حکم پر فوراً اپنا کام شروع کر دیا تھا۔ وہ اقارم اور بلیک پرنسز کے بارے میں معلومات حاصل

کرنے کے ساتھ ساتھ ان تک پہنچنے کی بھی کوشش کر رہا تھا۔

زامبا چونکہ اپنے کام میں مصروف تھا اس لئے ڈاکٹر کرسٹائن نے اس تجرباتی غار کو تباہ کر دیا تھا اور ایک بار پھر شہر میں شفٹ ہو گیا تھا۔ اس کے پاس دولت کی کمی نہیں تھی اس لئے اس نے شہر سے ہٹ کر ایک نواحی علاقے میں ایک رہائش گاہ حاصل کر لی تھی جو کسی بھی لحاظ سے شہری کوٹھیوں اور بنگلوں سے کم نہ تھی اور چونکہ اس علاقے میں ڈاکٹر کرسٹائن کو کوئی نہیں جانتا تھا اس لئے ڈاکٹر کرسٹائن وہاں اطمینان سے زندگی بسر کر سکتا تھا۔ احتیاط کے طور پر ڈاکٹر کرسٹائن وہاں میک اپ میں رہتا تھا تاکہ اس کے بارے میں کوئی کچھ بھی نہ جان سکے۔

ڈاکٹر کرسٹائن زیادہ تر اپنی رہائش گاہ میں رہتا تھا۔ اپنی سہولت کے لئے اس نے کوٹھی میں ملازم اور ملازمائیں رکھ لی تھیں جو اس کی ضروریات پوری کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی رہائش گاہ کی دیکھ بھال بھی کرتے تھے۔ زامبا کو بنانے کے باوجود ڈاکٹر کرسٹائن شیطانی طاقتوں کے حصول کے لئے کوشاں رہتا تھا۔ وہ زیادہ تر تہہ خانے میں ہی رہتا تھا اور زیادہ سے زیادہ شیطانی طاقتوں تک رسائی حاصل کرنے اور انہیں اپنے قابو میں کرنے میں مصروف رہتا تھا۔ رہائش گاہ کی ملازمائیں اور ملازم کبھی تہہ خانے میں نہیں گئے تھے اور نہ ہی انہیں معلوم تھا کہ ڈاکٹر کرسٹائن تہہ خانے میں کیوں جاتا ہے اور وہاں کیا کرتا ہے۔ انہیں اپنے کام سے مطلب تھا جس

کے لئے ڈاکٹر کرسٹائن انہیں معقول معاوضہ دیتا تھا اس لئے وہ سب اس کے وفاداروں میں شامل تھے۔ ڈاکٹر کرسٹائن نے اس علاقے میں خود کو پروفیسر بلیک کے نام سے متعارف کرا رکھا تھا۔ گھر کے ملازمین اور علاقے والے انہیں پروفیسر بلیک کے نام سے ہی جانتے تھے۔ ڈاکٹر کرسٹائن نے اپنے لئے ایک کمرہ بھی مخصوص کر رکھا تھا جہاں اس کے چند قابل اعتماد ملازمین کے سوا کوئی نہیں آتا تھا۔ ڈاکٹر کرسٹائن یا تو تہہ خانے میں ہوتا تھا یا پھر اپنے مخصوص کمرے میں۔ جس کا دروازہ بند رہتا تھا اور ڈاکٹر کرسٹائن کی مرضی سے ہی کھلتا تھا اور ملازمین اندر آتے تھے۔

خاصا دن نکل آیا تھا لیکن ڈاکٹر کرسٹائن اس وقت اپنے مخصوص کمرے میں بیڈ پر گہری نیند سویا ہوا تھا۔ اچانک ڈاکٹر کرسٹائن ہڑبڑا کر یوں اٹھ کر بیٹھ گیا جیسے کسی نے اسے جھنجھوڑ کر جگایا ہو۔ وہ اٹھ کر حیرت سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔

”کون ہے۔ کس نے مجھے جگایا ہے“...... ڈاکٹر کرسٹائن نے غصیلے لہجے میں کہا جیسے اسے اس طرح نیند سے جگانے پر غصہ آ رہا ہو۔

”میں ہوں آقا“...... اچانک اسے کان کے پاس زامبا کی آواز سنائی دی۔

”زامبا تم“...... ڈاکٹر کرسٹائن نے آواز پہچان کر کہا۔

”ہاں آقا“...... زامبا کی جواباً آواز سنائی دی۔

"کہاں ہو تم سامنے آؤ"...... ڈاکٹر کرسٹائن نے سخت لہجے میں کہا۔

"جو حکم آقا"...... جواب میں زامبا کی آواز سنائی دی اور پھر اچانک بند دروازے سے ایک لمبا تڑنگا اور بھاری وجود والا ایک ہیولا سا اندر آیا اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا ڈاکٹر کرسٹائن کے بیڈ کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا دوسرے لمحے اس ہیولے نے ایک جیتے جاگتے انسان کا روپ دھار لیا۔ اس انسان کا جسم بے حد مضبوط، جسیم اور انتہائی طاقتور تھا۔ دیکھنے میں وہ ایک باڈی بلڈر دکھائی دے رہا تھا۔ اس کا سر گنجا تھا اور اس کی آنکھیں بڑی بڑی تھیں اور وہ پلکیں نہیں جھپک رہا تھا۔ اس عجیب و غریب انسانی مخلوق نے سیاہ رنگ کی پتلون اور سیاہ رنگ کی ہی چست بنیان پہن رکھی تھی۔ اس کا رنگ سیاہ تھا اور وہ جنگل میں رہنے والے قبیلے کا سیاہ فام حبشی دکھائی دے رہا تھا۔

"تم بلیک پرنسز کا پتہ لگانے کے لئے گئے تھے کیا ہوا ان کا کچھ پتہ چلا کہ وہ کہاں ہیں"...... ڈاکٹر کرسٹائن نے اس کی جانب غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں آقا۔ میں نے ان کے معبد کا پتہ چلا لیا ہے"...... زامبا نے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"بہت خوب۔ کہاں ہے ان کا معبد"...... ڈاکٹر کرسٹائن نے خوش ہو کر پوچھا۔

"ان کا معبد مصر کے ایک اہرام کے نیچے دفن ہے آقا جہاں تک آج تک دنیا کا کوئی فرد نہیں پہنچ سکا ہے"...... زامبا نے جواب دیا۔

"اوہ۔ کیا بلیک پرنسز اس معبد میں سوئی ہوئی ہیں"...... ڈاکٹر کرسٹائن نے چونک کر پوچھا۔

"نہیں آقا۔ وہ پچھلے دو ہزار سالوں سے وہاں سوئی ہوئی تھیں لیکن اب وہ جاگ گئی ہیں"...... زامبا نے کہا تو ڈاکٹر کرسٹائن بری طرح سے چونک پڑا۔

"جاگ گئی ہیں۔ کیا مطلب۔ تم نے تو کہا تھا کہ اقارم اور اس کی بلیک پرنسز پانچ ہزار سالوں تک سوئی رہیں گی پھر وہ کیسے جاگ گئی ہیں"...... ڈاکٹر کرسٹائن نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"وہ میری وجہ سے جاگی ہیں آقا"...... زامبا نے کہا تو ڈاکٹر کرسٹائن بے اختیار چونک پڑا۔

"تمہاری وجہ سے۔ کیا مطلب۔ تمہاری وجہ سے وہ کیسے جاگی ہیں"...... ڈاکٹر کرسٹائن نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"آپ نے مجھے اقارم تک رسائی حاصل کرنے کے لئے تسخیر کیا ہے آقا اور میں آپ کے حکم سے بلیک پرنسز اور اقارم تک پہنچنے کے لئے راستے تلاش کرتا ہوا اس تاریک معبد میں پہنچ گیا جہاں بلیک پرنسز پتھروں کے تابوتوں میں سوئی ہوئی تھیں۔ میرا وجود انسانی بھی ہے اور جناتی بھی۔ اس لئے میرے اس معبد میں

جاتے ہی وہاں کا سکون غارت ہو گیا تھا۔ تاریک معبد میں چونکہ ان شہزادیوں کی محافظ شیطانی طاقتیں ہو سکتی تھیں اس لئے میں نے اپنے جسم پر کالی چمگادڑوں کا خون لگا لیا تھا۔ میں تاریک معبد میں گیا اور میں نے پتھروں کے بنے ہوئے تابوتوں میں جھانکنے کی کوشش کی تاکہ ان میں سوئی ہوئی اقارم کی کنیزوں کو دیکھ سکوں تو میرے ہاتھ ان تابوتوں سے چھو گئے جس کی وجہ میرے ہاتھوں پر لگا ہوا چمگادڑوں کا خون ان کے تابوتوں سے لگ گیا اور بلیک پرنسز جاگ گئیں۔ انہیں جاگتے دیکھ کر میں گھبرا گیا تھا۔ وہ مجھ سے زیادہ طاقتور تھیں اور وہ چونکہ اپنے معبد میں تھیں اس لئے وہ مجھے نقصان پہنچا سکتی تھیں اس لئے انہیں جاگتے دیکھ کر میں وہاں سے فوراً بھاگ نکلا۔ اگر میں وہاں رک جاتا تو بلیک پرنسز میرے ٹکڑے کر دیتیں“...... زامبا نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”اوہ تو اس طرح سے بلیک پرنسز جاگی ہیں“...... ڈاکٹر کرسٹائن نے کہا۔

”ہاں آقا۔ اب میں چاہوں بھی تو ان کے پاس نہیں جا سکتا“...... زامبا نے جواب دیا۔

”تو کیا اب میں بلیک پرنسز کو اپنے قابو میں نہیں کر سکوں گا“...... ڈاکٹر کرسٹائن نے پوچھا۔

”نہیں آقا۔ وہ سوئی رہتیں اور میں آپ کو وہاں لے جاتا اور آپ ان کے پتھر کے تابوتوں پر عمل کر کے انہیں جگاتے تو وہ

آسانی سے آپ کے قابو آ سکتی تھیں لیکن اب وہ چونکہ جاگ گئی ہیں اس لئے اب آپ انہیں اپنے قابو میں نہیں کر سکیں گے“۔ زامبا نے جواب دیا تو ڈاکٹر کرسٹائن نے غصے اور پریشانی سے بے اختیار جبڑے بھینچ لئے۔

”جب تمہیں معلوم تھا کہ تابوتوں کو ہاتھ لگانے سے بلیک پرنسز جاگ جائیں گی تو تم نے یہ حماقت کیوں کی تھی“...... ڈاکٹر کرسٹائن نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”میں ان کی شکلیں دیکھنا چاہتا تھا آقا اور ان کی شکلیں دیکھنے کے لئے میرا ان کے تابوتوں پر جھکنا ضروری تھا“...... زامبا نے جواب دیا۔

”ہونہہ۔ اس کا مطلب ہے کہ بلیک پرنسز میرے ہاتھوں سے نکل گئی ہیں۔ وہ میرے قابو میں نہیں آئیں گی تو پھر میں اقارم تک بھی نہیں پہنچ سکوں گا“...... ڈاکٹر کرسٹائن نے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

”نہیں آقا۔ ایسا نہیں ہے۔ آپ چاہیں تو آپ میرے ساتھ اب بھی اقارم تک پہنچ سکتے ہیں“...... زامبا نے کہا تو ڈاکٹر کرسٹائن چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔

”کیا مطلب۔ تم نے تو کہا تھا کہ جب تک میں بلیک پرنسز کو اپنے قابو میں نہیں کروں گا اس وقت تک میرا اقارم تک پہنچنا اور اسے جگانا ناممکن ہے۔ اب تم کیسے کہہ رہے ہو کہ میں اقارم

تک پہنچ سکتا ہوں''...... ڈاکٹر کرسٹائن نے حیرت زدہ لہجے میں کہا۔
''میں نے آپ کو یہ بھی تو بتایا ہے کہ میں نے وہ جگہ بھی دیکھ لی ہے جہاں اقارم کا مدفن ہے۔ میں جناتی طاقت کی وجہ سے آسانی سے وہاں پہنچ سکتا ہوں لیکن میرے جسم میں چونکہ دوسری طاقتیں بھی ہیں اس لئے میں اکیلا اقارم کو وہاں سے نکال کر نہیں لا سکتا۔ اس لئے آپ کو میرے ساتھ چلنا پڑے گا۔ میں نے وہ تمام راستے بھی دیکھ لئے ہیں جن سے گزار کر میں آپ کو اقارم تک لے جا سکتا ہوں اس کے بعد جب آپ اقارم کے بت کو وہاں سے نکالیں گے تو میں آپ کو اس کے دوبارہ زندہ ہونے کے بارے میں بتا دوں گا''...... زامبا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔
''اوہ۔ تو یہ بات ہے لیکن جس طرح تم جناتی طاقت سے غائب ہو کر وہاں پہنچ سکتے ہو کیا تم مجھے اپنے ساتھ غائب کر کے وہاں نہیں لے جا سکتے''...... ڈاکٹر کرسٹائن نے پوچھا۔
''نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو میں آپ کو ابھی اپنے ساتھ لے جاتا۔ ویسے بھی آپ نے چونکہ اقارم کو وقت سے پہلے جگانا ہے اور اسے اپنے بس میں بھی کرنا ہے تو آپ کو پانچ خاص راستوں پر ضرور سفر کرنا پڑے گا۔ ان خاص راستوں سے گزر کر ہی آپ اقارم کے بت کو پہاڑ کے نیچے سے نکال سکیں گے اور اسے جگا کر اپنے بس میں کر سکیں گے''...... زامبا نے کہا۔
''کیا مطلب۔ کیسے خاص راستے''...... ڈاکٹر کرسٹائن نے چونک

پوچھا تو زامبا اسے ان خاص راستوں کے بارے میں بتانے لگا ڈاکٹر کرسٹائن کو اقارم تک پہنچنے اور اسے پہاڑ کے نیچے سے نکال کر دوبارہ زندہ کرنے یا جگانے کے لئے لازمی طور پر طے کرنے ے۔
''اوہ۔ وہاں تو ہر طرف شیطانی طاقتوں کی بھرمار ہو گی۔ کیا میں شیطانی طاقتوں کی موجودگی میں یہ خاص راستے طے کر لوں گا''...... ڈاکٹر کرسٹائن نے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔
''ہاں آقا۔ میں آپ کے ساتھ ہوں۔ کچھ شیطانی طاقتوں کا بندوبست کر لوں گا اور کچھ شیطانی طاقتیں ایسی ہیں جو انسانی بھینٹ لے کر آسانی سے ہمارے راستے سے ہٹ جائیں گی۔ آپ کو اس پراسرار سفر پر جانے کے لئے چند افراد ساتھ لے جانے ہوں گے جو راستے میں بھی آپ کے کام آئیں گے اور شیطانی طاقتوں کو خوش کرنے کے لئے بھینٹ کے طور پر بھی''۔ زامبا نے کہا تو ڈاکٹر کرسٹائن نے اثبات میں سر ہلا دیا۔
''ہمیں پانچ دشوار گزار اور خطرناک راستوں سے گزرنا ہے۔ راستے پر ہمیں شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ مجھے اپنے ساتھ لے جانے والے افراد کو کسی خزانے کا ہی لالچ دینا ہو گا ورنہ ان دشوار گزار اور خطرناک راستوں پر سفر کرنے کے لئے کوئی تیار نہیں ہو گا''...... ڈاکٹر کرسٹائن نے سوچتے ہوئے انداز میں کہا۔
''ہاں آقا۔ آپ کو اپنے ساتھ کم از کم پندرہ افراد لے جانے

ہوں گے۔ ہر راستے کے لئے تین انسانی بھینٹوں کی ہمیں ضرورت

پڑے گی''...... زامبا نے کہا۔

''تم میرے ساتھ ہی ہو گے نا''...... ڈاکٹر کرسٹائن نے پوچھا

''ہاں آقا۔ میرا آپ کے ساتھ رہنا بے حد ضروری ہے۔ ور

ان راستوں کو تلاش کرنا اور ان سے گزرنا آپ کے لئے ناممکن

جائے گا۔ میں ایک سیاہ فام انسان کی شکل میں آپ کے ساتھ

رہوں گا''...... زامبا نے کہا تو ڈاکٹر کرسٹائن کے چہرے پر اطمینا

آ گیا۔

''ٹھیک ہے۔ میں پہلے پندرہ افراد کا بندوبست کر لوں پھر

فوراً پراسرار دنیا میں جانے کے لئے نکل کھڑے ہوں گے''۔ ڈاک

کرسٹائن نے کہا۔

''جو حکم آقا''...... زامبا نے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا

ڈاکٹر کرسٹائن گہرے خیالوں میں گم ہو گیا۔

اپنے سامنے کراسٹی اور صالحہ کی خون میں لت پت لاشیں دیکھ کر

ران کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر

کی لاشیں اور اپنے ہاتھ میں موجود ریوالور کی طرف دیکھ رہا تھا

سے ابھی تک دھواں نکل رہا تھا۔

''کک۔ کک۔ کیا مطلب۔ کیا ان دونوں پر میں نے گولیاں

ئی ہیں۔ کیا میں نے انہیں ہلاک کیا ہے''...... عمران نے حیرت

سے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اس نے پریشان نظروں سے ادھر ادھر

ھا لیکن وہاں اس کے اور کراسٹی اور صالحہ کی لاشوں کے سوا کوئی

ں تھا۔ عمران نے ریوالور ایک طرف پھینکا اور تیزی سے صالحہ

کراسٹی کی طرف لپکا اور ان کے سانس اور نبضیں چیک کرنے لگا

ن وہ دونوں ہلاک ہو چکی تھیں ان میں زندگی کی ہلکی سی بھی رمق

جود نہیں تھی۔

”یہ میں نے کیا کر دیا۔ کیسے کر دیا“...... عمران نے بے
کے عالم میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ وہ حیرانی سے سوچ رہا تھا کہ
دونوں یہاں کیسے آ گئی تھیں اور اس نے ان پر گولیاں کیوں چ
تھیں۔ اسے بخوبی یاد تھا ایک پہاڑی پر دھاکہ ہوا تھا جس سے
بچنے کے لئے اس نے سڑک کے کنارے کی طرف چھلانگ لگا
تھی۔ پہاڑی کے پھٹنے کی وجہ سے ہر طرف پتھروں اور چٹانوں
بارش ہو رہی تھی۔ اس کے بعد جب پتھروں کی بارش کا طوفان
تو وہ اٹھ کر دوبارہ سڑک کی طرف گیا تھا۔ اس کے گرد چونکہ
کے بادل جمع تھے اس لئے اسے وہاں کچھ دکھائی نہیں دے رہا
پھر اچانک اسے اپنے گرد چار ہیولے سے دکھائی دیئے۔ یہ
چار لاشوں کے ہیولے تھے جو کار ایکسیڈنٹ میں ہلاک ہو گئے
اور ان کی لاشیں اچانک زندہ ہو کر عمران پر حملے کے لئے اٹھ کھڑ
ہوئی تھیں۔ عمران نے دھول میں ان زندہ لاشوں سے بچنے کی
کوشش کی لیکن ان لاشوں نے اس کی گردن اور اس کے دونو
ہاتھ پکڑ لئے اور چوتھی لاش جو زمین پر لیٹی ہوئی تھی اس نے یکلخت
عمران کی ٹانگیں پکڑ لی تھیں۔ ان لاشوں کے ہاتھ اس قدر سرد تھے
کہ عمران کو اپنا جسم مفلوج ہوتا ہوا محسوس ہونا شروع ہو گیا تھا اور
پھر اچانک ان میں سے ایک لاش جس کے لمبے اور نوکیلے دانت
تھے اس نے اپنا منہ عمران کی گردن سے لگا دیا اور عمران کو اپنی
گردن میں اس کے دانتوں کی چبھن سی محسوس ہوئی۔ پھر اس سے

پہلے کہ لاش کے دانت عمران کی گردن میں پیوست ہو جاتے عمران
کے دماغ میں اندھیرا چھا گیا۔ اس کے بعد کیا ہوا تھا عمران کو کچھ
یاد نہیں آ رہا تھا۔ اب وہ اسی پہاڑی علاقے میں موجود تھا لیکن اس
کے سامنے ایک کار کھڑی تھی جو صالحہ کی تھی اور صالحہ کے ساتھ
وہاں کراسٹی کی خون میں لت پت لاش پڑی ہوئی تھی۔ عمران کے
ہاتھ میں ریوالور تھا جس سے دھواں نکل رہا تھا جس سے عمران کو یہ
اندازہ لگانے میں دیر نہیں لگی تھی کہ کراسٹی اور صالحہ پر اسی نے
گولیاں چلائی تھیں۔ لیکن صالحہ اور کراسٹی وہاں کیسے آ گئی تھیں اور
وہ ان کے ساتھ کیسے موجود تھا یہ عمران کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا اور
پھر عمران اس بات سے بھی حیران تھا کہ اس نے لاشوں کو جب
زندہ ہو کر اپنی طرف بڑھتے دیکھا تھا تو اس نے لاشوں پر گولیاں
چلا کر ریوالور خالی کر دیا تھا۔ ریوالور میں ایک گولی بھی موجود نہیں
تھی۔ اگر صالحہ اور کراسٹی کو عمران نے ہی ہلاک کیا تھا تو اس کے
ریوالور میں گولیاں کہاں سے آ گئی تھیں۔

عمران چند لمحے پریشانی کے عالم میں صالحہ اور کراسٹی کی لاشیں
دیکھتا رہا پھر وہ اٹھا اور اس نے آگے بڑھ کر اپنا ریوالور اٹھا لیا۔
اس نے ریوالور کا چیمبر کھولا اور پھر یہ دیکھ کر اس نے بے اختیار
ہونٹ بھینچ لئے کہ چیمبر میں گولیاں موجود تھیں البتہ چیمبر کے دو
خانے خالی تھے۔ جن سے نکلنے والی گولیاں صالحہ اور کراسٹی کے جسم
میں اتر گئی تھیں۔

"لگتا ہے میرے ساتھ یہ سب جو کچھ بھی ہو رہا ہے اس میں زارکا کا ہاتھ ہے۔ وہ مجھے خواہ مخواہ پریشان کر رہی ہے"...... عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"لیکن۔ اس نے تو کہا تھا کہ وہ مجھے آج رات تک سوچنے کا موقع دے گی۔ پھر اس نے میرے ساتھ یہ سب کچھ ابھی سے کیوں کرنا شروع کر دیا ہے"...... عمران نے کہا۔ وہ چند لمحے سوچتا رہا پھر اچانک اس کے ذہن میں جھماکہ سا ہوا۔

"ہونہہ۔ اس کا مطلب ہے کہ زارکا مجھے شاہ صاحب کے پاس جانے سے روکنے کے لئے یہ سب کر رہی ہے"...... عمران نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ زارکا اسے شاہ صاحب تک نہیں پہنچنے دینا چاہتی تھی اسی لئے نہ صرف چار لاشیں زندہ ہو گئی تھیں اور انہوں نے عمران پر حملہ کرنے کی بھی کوشش کی تھی۔ اگر ان لاشوں نے عمران کو نقصان پہنچانا ہوتا تو جب انہوں نے عمران کو پکڑا تھا اور ایک لاش عمران کی گردن میں دانت گاڑ رہی تھی تو پھر اس نے عمران کی گردن میں دانت گاڑ کر اس کا خون کیوں نہیں پیا تھا۔ عمران نے گردن پر ہاتھ لگایا تو اسے وہاں کسی زخم یا کسی نشان کا کوئی احساس نہ ہوا۔ پہلے اس کے ذہن میں اندھیرا چھا گیا تھا اور پھر جب اس کے ذہن سے اندھیرا ختم ہوا تو وہ ایکسیڈنٹ ہونے والی جگہ اور تباہ ہونے والی پہاڑی سے کافی دور یہاں موجود تھا اور یہ سب چونکہ انتہائی حیرت انگیز اور انوکھے طریقے سے رونما ہوا تھا اس لئے عمران کو یہی محسوس ہو رہا تھا کہ ان سب کے پیچھے اقارم کی کنیز زارکا کا ہی ہاتھ ہے جو اسے آگے جانے سے روکنا چاہتی ہے۔ عمران کو شاہ صاحب تک پہنچنے سے روکنے کے لئے زارکا نے شاید عمران کے دماغ پر قبضہ کر لیا تھا اور اسی وجہ سے عمران نے بغیر کچھ سوچے سمجھے صالحہ اور کراسٹی کو گولیاں مار کر ہلاک کر دیا تھا۔ سیکرٹ سروس کی دو بہترین اور اہم لیڈی ایجنٹس عمران کے ہاتھوں ہلاک ہو گئی تھیں اور ان کی خون میں لت پت لاشیں عمران کے سامنے پڑی تھیں۔ جنہیں دیکھ کر عمران کے دل و دماغ میں زارکا کے خلاف نفرت کی آگ اور زیادہ بھڑک اٹھی تھی۔

"تم میرے ساتھ اچھا نہیں کر رہی ہو زارکا۔ اگر تمہیں اپنی طاقتوں پر اتنا ہی غرور ہے تو میرے سامنے آؤ۔ سامنے آ کر میرا مقابلہ کرو۔ بزدلوں کی طرح تم مجھ پر حاوی ہو کر اور مجھ سے میرے ہی ساتھیوں کو ہلاک کرا کر میرے دل میں تم اپنے لئے اور زیادہ نفرت پیدا کر رہی ہو"...... عمران نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا لیکن جواب میں اسے کوئی آواز سنائی نہ دی۔

"زارکا۔ میں جانتا ہوں تم یہیں کہیں موجود ہو۔ میرے سامنے آؤ۔ مجھ سے بات کرو اور مجھے بتاؤ کہ تم نے میرے ہاتھوں ان دونوں کو کیوں ہلاک کرایا ہے۔ ان دونوں نے تمہارا کیا بگاڑا تھا"...... کوئی جواب نہ پا کر عمران نے ایک بار پھر چیختے ہوئے

کہا۔ اس کی آواز بازگشت کی طرح ہر طرف گونج رہی تھی لیکن
جواب میں اسے کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔

صالحہ اور کراسٹی کی لاشیں دیکھ کر عمران کا چہرہ غصے سے سرخ ہو
رہا تھا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ زارکا کو سامنے لا کر
ریوالور میں موجود باقی تمام گولیاں اس کے جسم میں اتار دے۔ کچھ
دیر تک عمران زارکا کو آوازیں دیتا رہا پھر وہ خاموش ہو گیا۔ صالحہ
اور کراسٹی کی ہلاکت عمران کے لئے انتہائی دردناک تھی۔ وہ کافی دیر
تاسف بھری نظروں سے ان دونوں کی لاشیں دیکھتا رہا پھر اس نے
باری باری ان دونوں کی لاشیں اٹھائیں اور کار کی پچھلی سیٹوں پر
رکھ دیں۔ کار کے اگنیشن میں چابی موجود تھی۔ عمران ڈرائیونگ ا
سیٹ پر بیٹھ گیا۔ جیسے ہی وہ کار میں بیٹھا اسے کافور کی تیز خوشبو کا
احساس ہوا۔ عمران نے پلٹ کر صالحہ اور کراسٹی کی طرف دیکھا جو
ساکت پڑی ہوئی تھیں۔ عمران ابھی کافور کی خوشبو کا منبع ڈھونڈ ہی
رہا تھا کہ اچانک سیٹ سے پتلی پتلی دھاگوں جیسی سیاہ رسیاں سی
نکلیں اور عمران کے جسم پر لپٹتی چلی گئیں۔ عمران نے ان رسیوں
سے بچنے کے لئے بہت کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکا۔ رسیوں نے
خود بخود حرکت کرتے ہوئے اس کے ہاتھ پاؤں اور سارا جسم کار
کی سیٹ کے ساتھ اس بری طرح سے جکڑ دیا تھا کہ عمران اب
معمولی سی جنبش بھی نہیں کر سکتا تھا اور پھر اچانک کار کا انجن خود بخود
سٹارٹ ہو گیا۔

"تو تم یہاں میرے ساتھ ہی ہو"...... عمران نے غرا کر کہا لیکن
اسے جواب نہ ملا۔ عمران کو یہی احساس ہو رہا تھا جیسے رات کو
اندھیرے میں آنے والی جن زادی زارکا اس کے آس پاس ہی
کہیں موجود ہے۔ عمران کو اس بات کی بھی حیرت ہو رہی تھی کہ
زارکا نے کہا تھا کہ وہ تاریکی کی مخلوق ہے۔ روشنی اس کے لئے
ہلاکت خیز ہے۔ اگر وہ روشنی میں نہیں آ سکتی تو پھر عمران کے ساتھ
یہ سب کچھ کیوں اور کیسے ہو رہا تھا۔ عمران ابھی یہ سب سوچ ہی رہا
تھا کہ اسی لمحے کار کا گیئر لگا اور ساتھ ہی سپیڈ پیڈل خود بخود دبتا چلا
گیا اور کار کا اسٹیئرنگ گھومنے لگا اور کار ایک ہلکا سا جھٹکا کھا کر
آگے بڑھتی چلی گئی۔

"ہونہہ۔ میں جانتا ہوں زارکا یہ سب تمہاری کارستانی ہے۔ تم
یہاں کار میں میرے ساتھ ہی موجود ہو۔ میرے سامنے آؤ"۔
عمران نے غصیلی نظروں سے سائیڈ والی سیٹ کی طرف دیکھتے ہوئے
کہا مگر زارکا نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ کار واپس شہر کی
طرف جا رہی تھی۔ کار کی رفتار انتہائی تیز تھی۔ گیئر خود بخود بدلے جا
رہے تھے۔ اسٹیئرنگ بھی حرکت کر رہا تھا جیسے کسی ماہر ڈرائیور کے
ہاتھوں میں ہو۔ کار سڑک کا موڑ مڑتی تو ایک لمحے کے لئے کار
کے ٹائر بری طرح سے چیخ اٹھتے اور سڑک پر سیاہ لکیریں سی بن
جاتیں لیکن کار رکے بغیر آگے بڑھتی چلی جا رہی تھی۔

عمران خود کو ان باریک دھاگوں جیسی رسیوں سے آزاد کرانے

کی ہر ممکن کوشش کر رہا تھا لیکن بظاہر دھاگے جیسی باریک دکھائی دینے والی رسیاں اس قدر مضبوط تھیں کہ عمران جیسا انسان بھی ان کے سامنے خود کو بے بس سا محسوس کر رہا تھا۔

کار شہر میں داخل ہو کر سبک رفتاری سے آگے بڑھتی جا رہی تھی۔ عمران کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ زارکا اسے اس طرح سے باندھ کر کہاں لے جا رہی ہے۔ وہ کار میں بندھا ہوا تھا اور پچھلی سیٹوں پر صالحہ اور کراسٹی کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں جنہیں عمران فاروقی ہسپتال لے جانا چاہتا تھا لیکن اب جبکہ کار خود ہی اسے لے جا رہی تھی تو وہ ان دونوں کی لاشیں فاروقی ہسپتال کیسے لے جا سکتا تھا۔

کار مختلف راستوں سے ہوتی ہوئی جب ایک بڑی سڑک کا موڑ مڑی تو عمران بے اختیار چونک پڑا۔ یہ سڑک کوٹھی کی طرف جاتی تھی جہاں سر عبدالرحمٰن اور اماں بی رہتے تھے۔

''کیا مطلب۔ تم مجھے کوٹھی کی طرف کیوں لے جا رہی ہو''۔ عمران نے حیرت زدہ لہجے میں کہا لیکن جواب ندارد۔ کچھ ہی دیر میں کار کوٹھی کے گیٹ کے سامنے جا کر رک گئی۔ پھر اچانک ہی کار کا ہارن خود بخود بجا اور یہ دیکھ کر عمران ایک طویل سانس لے کر رہ گیا کہ ہارن بجتے ہی کوٹھی کا گیٹ خود بخود کھلنا شروع ہو گیا تھا۔ جیسے ہی گیٹ کھلا کار آگے بڑھی اور پورچ میں جا کر رک گئی۔ کوٹھی کے گیٹ کے پاس گارڈ اور لان میں چند مسلح افراد موجود تھے لیکن

وہ اس انداز میں اپنی جگہوں پر موجود تھے جیسے ان میں سے کسی نے گیٹ کھلتے اور کار اندر آتے دیکھی ہی نہ ہو۔

گارڈ بھی بڑے اطمینان بھرے انداز میں گیٹ کے سائیڈ پر بنے ہوئے کیبن کے باہر بیٹھا چائے پی رہا تھا۔ جیسے نہ اس نے گیٹ کھولا اور نہ کار اندر آتے دیکھی ہو۔ کار کے اندر آتے ہی کوٹھی کا گیٹ اسی طرح سے بند ہوتا چلا گیا جس طرح سے کھلا تھا۔ جیسے ہی کار رکی اسی لمحے عمران کے سامنے ونڈ سکرین سیاہ ہو گئی اور سکرین پر سفید رنگ کے نشانات سے بننا شروع ہو گئے۔ جیسے سکول کے بلیک بورڈ پر سفید چاک سے یا پھر بھاپ زدہ سکرین پر انگلی سے لکھا جا رہا ہو۔ عمران غور سے ان بنتے ہوئے نشانات کی طرف دیکھ رہا تھا پھر اچانک وہ بری طرح سے چونک پڑا۔ وہ جنہیں نشانات سمجھ رہا تھا وہ قدیم دور کی مصری زبان میں لکھے جانے والے الفاظ تھے۔

''مجھ سے بات کرنی ہے تو اس کوٹھی میں کسی خالی کمرے میں جا کر اندھیرا کرو اور کمرے کے وسط میں آلتی پالتی مار کر بیٹھ جاؤ اور آنکھیں بند کر لو اور ہاں کسی کمرے میں جانے سے پہلے اپنی اماں بی اور اپنے باپ کا حال ضرور دیکھ لینا''...... یہ الفاظ پڑھ کر عمران کی فراخ پیشانی پر بل پڑ گئے۔

''ڈیڈی اور اماں بی۔ کیا مطلب۔ کیا کیا ہے تم نے ان کے ساتھ''...... عمران نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا لیکن اس بار سکرین

پر کوئی الفاظ نہیں ابھرے تھے بلکہ سکرین یوں صاف ہو گئی جیسے تختہ سیاہ کو اچانک ڈسٹر سے صاف کر دیا گیا ہو۔

''زارکا میں تم سے میں پوچھ رہا ہوں۔ کیا کیا ہے تم نے ڈیڈی اور اماں بی کے ساتھ۔ مجھے جواب دو''...... عمران نے غصیلے لہجے میں کہا لیکن نہ تو زارکا کی آواز سنائی دی اور نہ ہی سکرین پر کوئی الفاظ نمودار ہوئے بلکہ اچانک عمران نے اپنے جسم کے گرد لپٹی ہوئی رسیاں ڈھیلی ہوتی ہوئی محسوس کیں۔ عمران نے چونک کر دیکھا تو رسیاں اسی طرح خود بخود کھلتی جا رہی تھیں جس طرح سے اس کے جسم کے گرد لپٹی تھیں۔ کچھ ہی دیر میں عمران رسیوں سے آزاد ہو گیا۔ رسیاں کار کی سیٹ سے نکلی تھیں اور کار کی سیٹ میں ہی واپس غائب ہو گئی تھیں۔

جیسے ہی عمران رسیوں سے آزاد ہوا اس نے جھپٹ کر دروازہ کھولا اور اس تیزی سے باہر نکل گیا جیسے اسے خطرہ ہو کہ اگر اس نے کار سے باہر نکلنے میں دیر لگائی تو زارکا اسے ایک بار پھر جکڑ دے گی۔ کار سے نکلتے ہی وہ تیزی سے پیچھے ہٹتا چلا گیا چند لمحے وہ غصے اور پریشانی سے کار کی طرف دیکھتا رہا پھر وہ سر جھٹک کر مڑا اور تیزی سے اندرونی حصے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

اماں بی زیادہ تر اپنے مخصوص کمرے میں رہتی تھیں۔ ان کے گھٹنے چونکہ عموماً ورم زدہ رہتے تھے اس لئے انہیں چلنے پھرنے میں کافی دشواری ہوتی تھی اس لئے انہیں کھانا پینا کمرے میں ہی سرو

کر دیا جاتا تھا۔

عمران نے اماں بی کے کمرے کی طرف بڑھتے ہوئے اپنا گرد آلود لباس جھاڑنا شروع کر دیا تھا۔ لباس کے ساتھ اس نے چہرے اور سر پر بھی ہاتھ مار کر گرد صاف کی اور پھر وہ دروازے کے پاس آ کر رک گیا۔ کمرے کا دروازہ بند تھا۔ دروازہ عام طور پر بند ہی رہتا تھا۔ یہ اماں بی کا ہی حکم تھا کہ جب بھی ان کے کمرے میں کوئی آئے تو وہ باقاعدہ دستک دے کر آیا کرے کیونکہ وہ زیادہ تر عبادت میں مصروف ہوتی ہیں۔

عمران نے انگلی کا ہک بنا کر دروازے پر دستک دینے کے لئے ہاتھ اٹھایا ہی تھا کہ اچانک کمرے کا دروازہ خود بخود کھلتا چلا گیا۔ دروازے کو خود بخود کھلتے دیکھ کر عمران کا ہاتھ اٹھے کا اٹھا رہ گیا۔ اس نے اندر جھانک کر دیکھا لیکن اسے دروازے کے پاس کوئی دکھائی نہیں دیا۔ عمران نے ایک طویل سانس لیا اور کمرے میں داخل ہو گیا۔ سامنے پلنگ تھا جس پر اماں بی لیٹی ہوئی تھیں جیسے وہ گہری نیند سو رہی ہوں۔ ان کے سارے جسم پر لحاف تھا۔ لحاف سے انہوں نے منہ تک ڈھک رکھا تھا۔ عمران جیسے ہی کمرے میں داخل ہوا اس کے پیچھے دروازہ آہستہ آہستہ خود بخود بند ہوتا چلا گیا۔ عمران کو دروازے کے بند ہونے کا کوئی احساس نہیں ہوا تھا۔ عمران آگے بڑھا اور قدموں کی چاپ کئے بغیر پلنگ کے نزدیک آ گیا۔ اماں بی کو سوئے دیکھ کر عمران کے چہرے پر اطمینان آ گیا۔

اس نے اماں بی کو جگانا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اماں بی کی ان دنوں چونکہ طبیعت ٹھیک نہیں رہتی ہے اس لئے ڈاکٹروں نے انہیں بیڈ ریسٹ کا کہہ رکھا ہے اور اماں بی اس حالت میں جس قدر ریسٹ کریں ان کے لئے اتنا ہی اچھا ہوگا۔

عمران اماں بی کو اسی طرح سوتا چھوڑ کر واپس جانے کے لئے پلٹا ہی تھا کہ اچانک اسے ایک عجیب سا احساس ہوا۔ وہ پلٹا اور ایک بار پھر اماں بی کی طرف دیکھنے لگا۔ اسے لحاف میں کوئی حرکت دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ عمران جانتا تھا کہ اماں بی کو سانس کی بھی تکلیف ہے۔ انہیں سانس لینے میں خاصی دقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ خاص طور پر سوتے وقت وہ گہرے گہرے سانس لیتی ہیں۔ لیکن اس وقت نہ تو ان کے سانس لینے کی آوازیں آ رہی تھیں اور نہ ہی ان پر پڑے لحاف میں کوئی حرکت ہو رہی تھی۔

''اماں بی''...... عمران نے پریشان لہجے میں کہا اور وہ تیزی سے اماں بی کے سرہانے کی جانب لپکا۔

''اماں بی''...... عمران نے اماں بی کو آواز دی مگر اماں بی نے کوئی جواب نہ دیا۔ عمران کی پیشانی پر لاتعداد شکنیں پھیل گئی تھیں اس نے ڈرتے ڈرتے ہاتھ بڑھایا اور اماں بی کے چہرے پر پڑا ہوا لحاف اٹھا دیا۔ جیسے ہی اس نے لحاف اٹھایا وہ بے اختیار اچھل کر کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اس کی آنکھیں اس قدر پھیل گئیں جیسے ابھی حلقے توڑ کر باہر آ گریں گی۔ اماں بی کے بستر میں ایک انسانی

ڈھانچہ دکھائی دے رہا تھا۔ ایسا ڈھانچہ جس پر کھال نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ سرہانے پر سفید بال بکھرے ہوئے تھے اور انسانی کھوپڑی میں سیاہ رنگ کے چھوٹے چھوٹے مکوڑے سے رینگتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔ عمران چند لمحے آنکھیں پھاڑے انسانی کھوپڑی کو دیکھتا رہا پھر اس نے آگے بڑھ کر سارا لحاف ہٹایا تو اس کے چہرے پر بے پناہ خوف ابھر آیا۔ بستر میں انسانی ڈھانچہ ہی تھا جس پر سیاہ رنگ کے مکوڑے چمٹے ہوئے تھے۔ اس انسانی ڈھانچے کے جسم پر اماں بی کا مخصوص لباس تھا جسے دیکھ کر عمران جیسے ساکت سا ہو کر رہ گیا تھا۔

''نن۔ نن۔ نہیں نہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ یہ اماں بی نہیں ہو سکتیں۔ یہ۔ یہ......'' عمران کے منہ سے لرزتی ہوئی آواز نکلی۔

ڈھانچے کی حالت ایسی تھی جیسے وہاں کئی روز سے لاش پڑے پڑے گل سڑ گئی ہو اور لاش پر چمٹے ہوئے سیاہ مکوڑے لاش کا سارا گوشت اور کھال چٹ کر گئے ہوں۔ اس بھیانک منظر نے جیسے عمران کے سچ مچ ہوش اُڑا دیئے تھے۔ اس کے دماغ میں آندھیاں سی چلنا شروع ہو گئی تھیں اور اس کی آنکھیں یوں بھیگ گئی تھیں جیسے ابھی چھلک پڑیں گی۔ اماں بی کی لاش نے عمران کو جیسے بُت سا بنا دیا تھا۔ وہ اپنی جگہ پر ساکت کھڑا یک ٹک اماں بی کا ڈھانچہ دیکھ رہا تھا۔

''یہ اماں بی نہیں ہیں۔ یہ کوئی اور ہے۔ یہ ضرور کوئی اور ہے۔

یہ سب میری نظروں کا دھوکہ ہے۔ صرف دھوکہ“...... اچانک عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر وہ تیزی سے پلٹا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا دروازے کی جانب بڑھتا چلا گیا۔ دروازے کے پاس پہنچ کر اس نے دروازہ کھولا اور باہر نکل آیا۔ اس کا ذہن ایک بار پھر سائیں سائیں کرنا شروع ہو گیا تھا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے بار بار اماں بی کا ڈھانچہ دکھائی دے رہا تھا۔ اماں بی کے کمرے سے نکلتے ہی عمران تیزی سے ساتھ والے کمرے کی طرف لپکا جو سر عبدالرحمٰن کا کمرہ تھا۔ کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ عمران رکے بغیر اور سر عبدالرحمٰن کے غصے کی پرواہ کئے بغیر تیزی سے کمرے میں داخل ہو گیا۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی اسے ایک اور زور دار جھٹکا لگا اور وہ اپنی جگہ ٹھٹھک کر رہ گیا۔ کمرے میں ایک اور دلخراش منظر تھا جسے دیکھ کر عمران کو اپنے رونگٹے کھڑے ہوتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔ کمرے کی چھت کے ساتھ لگے ہوئے پنکھے پر ایک موٹی رسی لٹکی ہوئی تھی۔ اس رسی کا دوسرا سرا سر عبدالرحمٰن کی گردن میں تھا اور سر عبدالرحمٰن ساکت اس رسی میں جھول رہے تھے۔ ان کی آنکھیں باہر کی طرف ابلی ہوئی تھیں اور زبان بھی منہ سے باہر نکلی ہوئی تھی۔ یہی نہیں سر عبدالرحمٰن کا سارا جسم خون سے نہایا ہوا تھا۔ ان کے جسم پر زخموں کے بڑے بڑے نشان دکھائی دے رہے تھے جیسے کسی نے انہیں پھانسی پر لٹکا کر ان پر تیز دھار چھریوں سے وار کئے ہوں۔ زمین پر ہر طرف خون ہی خون بکھرا ہوا تھا جن پر

سیاہ رنگ کے چیونٹے رینگ رہے تھے۔

سر عبدالرحمٰن کی لاش دیکھ کر عمران کی آنکھوں کے سامنے ایک بار پھر اندھیرا آ گیا۔ سر عبدالرحمٰن کو انتہائی بے رحمی سے ہلاک کیا گیا تھا۔ اماں بی کی لاش کا ڈھانچہ اور اب سر عبدالرحمٰن کی لٹکتی ہوئی اور کٹی پھٹی لاش نے واقعی عمران کے ہوش اڑا دیئے تھے۔ اس بار عمران کو اپنا دماغ کسی لٹو کی طرح سے گھومتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ اس نے خود کو سنبھالنے کی بے حد کوشش کی مگر بے سود۔ وہ لہرایا اور پھر خالی ہوتی ہوئی بوری کی طرح گرتا چلا گیا۔

جب اسے ہوش آیا تو اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ وہاں روشنی کی ہلکی سی کرن بھی دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ عمران کو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ آرام دہ بستر پر پڑا ہوا ہو۔ وہ چند لمحے آنکھیں پھاڑے یہ سب دیکھتا رہا پھر وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس کے دماغ میں تمام سابقہ مناظر کسی فلم کی طرح سے چلنا شروع ہو گئے تھے۔

”یہ کون سی جگہ ہے۔ میں کہاں ہوں“...... عمران نے اندھیرے میں آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

”تم اپنے فلیٹ میں اور اپنے بستر میں ہو“...... اچانک ایک نسوانی آواز سنائی دی اور عمران بے اختیار اچھل پڑا۔

”زارکا“...... عمران نے آواز پہچان کر کہا۔

”ہاں۔ میں زارکا ہوں“...... آواز آئی اور عمران کا چہرہ غصے

سے سرخ ہوتا چلا گیا۔

"کہاں ہو تم۔ میرے سامنے آؤ"...... عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"میں تمہارے سامنے ہی موجود ہوں"...... زارکا نے جیسے شوخ انداز میں کہا۔

"سامنے ہو تو پھر یہاں اتنا اندھیرا کیوں ہے۔ تم مجھے دکھائی کیوں نہیں دے رہی ہو اور میرے ساتھ آج سارا دن جو کچھ ہوا تھا وہ سب کیا تھا"...... عمران نے کہا۔

"کیا ہوا تھا تمہارے ساتھ"...... زارکا نے اسی انداز میں کہا۔

"تم نہیں جانتی کہ کیا ہوا تھا میرے ساتھ"...... عمران نے غرا کر کہا۔

"جانتی ہوں۔ مگر میں تمہارے منہ سے سننا چاہتی ہوں"۔ زارکا نے جواب دیا اور عمران غرا کر رہ گیا۔

"بکومت۔ بتاؤ مجھے"...... عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"اگر تم یہ پوچھنا چاہتے ہو کہ تمہاری دو ساتھی لڑکیوں کے ساتھ کیا ہوا تھا تو اس کا جواب تمہیں معلوم ہے۔ تم نے ہی انہیں اپنے ہاتھوں سے گولیاں ماری تھیں۔ ہاں یہ الگ بات ہے کہ میں نے تمہارا دماغ پر قبضہ کر رکھا تھا اور تم وہی کر رہے تھے جو میں تم سے کرانا چاہتی تھی"...... زارکا نے جواب دیا۔

"میرے دماغ پر قبضہ۔ اوہ۔ تو تم میرے دماغ پر قابض ہو گئی

ہی۔ مگر کیوں"...... عمران نے بری طرح سے چونکتے ہوئے کہا۔

"اس کا جواب تمہیں معلوم ہے"...... زارکا نے کہا۔

"میری دو ساتھی جو ہلاک ہوئی تھیں کیا انہیں میں نے گولیاں ماری تھیں"...... عمران نے ہونٹ بھینچتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں۔ وہ دونوں تمہارے ہی ہاتھوں ہلاک ہوئی ہیں"۔ زارکا نے جواب دیا تو عمران کا چہرہ تاریک ہوتا چلا گیا۔

"اور یہ کام میں نے تمہاری مرضی کے مطابق کیا ہو گا کیونکہ تم میرے دماغ پر حاوی تھی"...... عمران نے غرا کر کہا۔

"ہاں۔ یہ سچ ہے۔ میں نے ہی تمہیں ان دونوں کو ہلاک کرنے کا حکم دیا تھا اور تم نے فوراً ان پر گولیاں چلا دی تھیں"۔ زارکا نے جواب دیا۔

"اور میری اماں بی اور ڈیڈی"...... عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"تمہاری اماں بی اور تمہارے ڈیڈی کی ہلاکت میں تمہارا کوئی ہاتھ نہیں ہے۔ میں تمہیں بس ان کی لاشیں دکھانا چاہتی تھی جو تم دیکھ چکے ہو"...... زارکا نے کہا۔

"تو کیا واقعی اماں بی اور ڈیڈی......" عمران نے اس بار لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

"نہیں۔ وہ سب ایک سراب تھا۔ میں نے تمہیں یہ سب ڈرانے کے لئے دکھایا تھا"...... زارکا نے جواب دیا اور اس کا

جواب سن کر عمران کو قدرے ڈھارس بندھ گئی۔

"سراب۔ مطلب یہ کہ اماں بی اور ڈیڈی ابھی زندہ ہیں۔ میں نے انہیں جس حال میں دیکھا تھا وہ سب میری آنکھوں کا دھوکہ تھا"...... عمران نے کہا۔

"ہاں۔ وہ سب تمہاری نظروں کا دھوکہ ہی تھا لیکن تم نے جو کچھ دیکھا ہے وہ سچ بھی ہو سکتا ہے۔ میں نے تمہیں وہ سب اس لئے دکھایا ہے تا کہ تمہیں صحیح معنوں میں میری قوتوں کا ادراک ہو جائے اور تم یہ سمجھ جاؤ کہ زارکا کیا ہے اور کیا کر سکتی ہے"...... زارکا نے جواب دیا اور اماں بی اور سر عبدالرحمٰن زندہ تھے اور ان کی لاشوں کا بھیانک منظر ایک سراب تھا یہ سن کر عمران کو اطمینان ہو گیا اور اس کا ستا ہوا چہرہ بحال ہوتا چلا گیا۔

"اگر یہ سب سراب تھا تو وہ زندہ ہونے والی لاشیں بھی شاید اسی سراب کا ہی حصہ تھیں اور میرے ہاتھوں میری جو دو ساتھی ہلاک ہوئی ہیں کیا وہ بھی اسی سراب کا حصہ تھا"...... عمران نے کہا۔

"ہاں۔ یہ سراب ہی تھا لیکن میں چاہوں تو یہ سب حقیقت بھی بن سکتا ہے۔ میرے دکھائے ہوئے ان سرابوں سے تم میری جناتی طاقتوں کا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہو۔ میری ہر جگہ پہنچ ہے اور میں یہ سب کچھ بلکہ اس سے بھی زیادہ کر سکتی ہوں جو تم نے دیکھا تھا"...... زارکا نے جواب دیا تو عمران ایک طویل سانس لے کر رہ

گیا۔ صالحہ اور کراشی زندہ تھیں۔ اس نے ان دونوں کو گولیاں مار کر ہلاک نہیں کیا تھا اور اس نے اماں بی کا ڈھانچہ اور سر عبدالرحمٰن کی پنکھے سے جھولتی ہوئی جو کٹی پھٹی لاش دیکھی تھی وہ بھی اس کی نظروں کا دھوکہ تھا۔ زارکا اس کے سر پر سوار ہو گئی تھی اور اس نے عمران کو وہی کچھ دکھایا تھا جو اسے دکھانا چاہتی تھی۔

"تم کیا سمجھتی ہو کہ تم مجھے ایسے خوفناک مناظر دکھا کر ڈرا لو گی"...... عمران نے کہا۔

"ہاں۔ میں تمہیں ڈرا سکتی ہوں۔ میں نے تم سے کہا ہے تا کہ میں نے تمہیں جو کچھ دکھایا ہے وہ سب ہو سکتا ہے۔ میں تمہارا سارا خاندان ختم کر سکتی ہوں۔ تمہارے ہاتھوں تمہارے ایک ایک ساتھی کو ہلاک کرا سکتی ہوں اور میں چاہوں تو تمہارے ملک میں ہر طرف تباہی بربادی اور بدامنی پھیلا سکتی ہوں۔ میری طاقتیں لامحدود ہیں۔ میں ایک بار حرکت میں آ گئی تو پھر تمہارے ملک میں ہر طرف آگ اور خون کا ایسا طوفان اٹھ کھڑا ہو گا جسے روکنا کسی کے بس کی بات نہیں ہو گی۔ تم نے جو کچھ دیکھا ہے وہ محض ایک سراب تھا۔ میں نے تمہیں ایک دن سوچنے کے لئے دیا تھا لیکن تم نے ضائع کر دیا اور تم نے اپنی مدد کے لئے اپنے سیاہ فام غلام کو اپنے پاس بلا لیا۔ مکاشو خاندان کا پرنس میرے سامنے کچھ حیثیت نہیں رکھتا۔ میں چاہوں تو اسے کسی چیونٹی کی طرح مسل سکتی ہوں۔ میں ان شیطانی طاقتوں جیسی نہیں ہوں جس پر مکاشو اپنے فادر جوشوا

کی مدد سے قابو پا سکتا ہے اور اپنی پراسرار صلاحیتوں سے بدروحوں
اور شیطانی ذریات کی گردنیں کاٹ سکتا ہے۔ مکاشو کی تمام طاقتیں
میرے سامنے ہیچ ہیں۔ میں ان سب کو مکاشو سمیت فنا کرنے کی
طاقت رکھتی ہوں۔ وہ فادر جوشوا سے رابطہ کرنے جا رہا تھا اور تم
مجھ سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے روحانی پیشوا کے پاس جانے
کا ارادہ کر رہے تھے اس لئے مجھے تمہیں اور مکاشو کو روکنے کے
لئے یہ سب کرنا پڑا۔ یہ نہ سمجھنا کہ میں تمہارے روحانی پیشوا یا
مکاشو کے فادر جوشوا سے ڈر گئی تھی۔ وہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے ہیں
لیکن وہ تمہیں اور مکاشو کو میرے ساتھ چلنے اور میرا کام کرنے سے
روک سکتے تھے اس لئے میں نے تمہیں روحانی پیشوا کے پاس
جانے اور مکاشو کو فادر جوشوا سے رابطہ کرنے سے روکنے کے لئے
اپنی طاقتوں کا استعمال کیا تھا۔تم نے میری جو طاقتیں دیکھی ہیں یہ
میری اصل طاقتوں کا عشر عشیر بھی نہیں ہیں۔ میں اس سے بڑھ کر
کرسکتی ہوں۔ مگر میں چاہتی ہوں کہ اس کی نوبت نہ ہی آئے۔
تم میری بات مان جاؤ اور میرے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔
اسی میں تمہاری اور مکاشو کی بھلائی ہے''...... زارکا نے کہا۔

''جوزف، میرا مطلب ہے مکاشو کے ساتھ تم نے کیا کیا
ہے''......عمران نے پوچھا۔

''جب وہ تم سے ملے گا تو خود ہی اس سے پوچھ لینا''۔ زارکا
نے جواب دیا۔

''ہونہہ۔ اب کیا چاہتی ہو تم''......عمران نے ہونٹ بھینچ کر
کہا۔

''وہی جو تم سے کہا ہے۔ ہم پانچوں کنیزوں کے ساتھ مل کر
اقارم کو حاصل کرنے اور اسے جگانے میں ہماری مدد کرو''......زارکا
نے کہا۔

''انکار کی صورت میں تم وہ سب کرو گی جس کا مجھے سراب دکھایا
تھا''......عمران نے کہا۔

''ہاں۔ اس بار تمہارا انکار ہوا تو پھر وہ سب حقیقت میں ہوگا
جسے تم یا تمہارا حبشی غلام مکاشو کسی بھی صورت میں نہیں روک سکے
گا''......زارکا نے کہا۔

''مجھے سوچنے کا وقت دو''......عمران نے سر جھٹک کر کہا۔

''نہیں۔ میں نے تمہیں ایک دن کا وقت دیا تھا۔ اب میں
تمہیں سوچنے کے لئے مزید وقت نہیں دے سکتی۔ اس لئے مجھے تم
ابھی جواب دو''......زارکا نے غراہٹ بھرے لہجے میں کہا۔

''میں تمہیں ابھی کوئی جواب نہیں دے سکتا''......عمران نے منہ
بنا کر کہا۔

''میرے لئے تمہارا ہاں یا نہ میں جواب لینا بے حد ضروری
ہے۔ بولو۔تم ہمارا کام کرو گے یا نہیں''......اس بار زارکا کی غصیلی
آواز سنائی دی۔

''میرے کان بند ہیں۔ مجھے تمہاری آواز سنائی نہیں دے رہی

ہے''...... عمران نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

''بکومت۔ میں یہاں تم سے ہنسی مذاق کرنے کے لئے نہیں آئی ہوں''...... زارکا نے سرد لہجے میں کہا۔

''تو پھر کس لئے آئی ہو''...... عمران نے اسی انداز میں کہا۔

''تم ہاں کرتے ہو یا انکار''...... زارکا نے جیسے عمران کی بات ان سنی کرتے ہوئے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

''کس بات کی ہاں اور کس بات کا انکار''...... عمران نے کہا۔

''لگتا ہے تم ایسے نہیں مانو گے''...... زارکا نے غرا کر کہا۔

''میں شاید ویسے بھی نہ مانوں''...... عمران نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا اور زارکا کی پھنکارنے کی آوازیں سنائی دینے لگیں جیسے وہ شدید غصے میں آ گئی ہو۔

''ٹھیک ہے۔ اب بھگتو۔ میں تمہارا اس قدر بھیانک حشر کروں گی جس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ میں جا رہی ہوں۔ میرے جاتے ہی تم پر خوفناک عذاب کا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ ایسا سلسلہ جو تم سے روکے نہیں رک سکے گا۔ تم اس وقت تک خوفناک عذابوں میں مبتلا رہو گے جب تک تم اسی طرح کسی اندھیرے کمرے میں آ کر مجھے آواز نہیں دو گے''...... زارکا نے کہا۔

''کیا مطلب۔ اب کیا کرو گی تم میرے ساتھ''...... عمران نے چونک کر پوچھا۔

''تمہیں خود معلوم ہو جائے گا اور اب تمہارے ساتھ جو ہو گا

حقیقت میں ہو گا۔ وہ کوئی دھوکہ یا سراب نہیں ہو گا''...... زارکا نے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ عمران اس سے کچھ کہتا اسے اچانک پہلے کی طرح تیز ہوا کا جھونکا سا کھڑکی کی طرف جاتا ہوا محسوس ہوا اور کمرے میں یکلخت خاموشی چھا گئی۔

''زارکا۔ کیا تم واقعی چلی گئی ہو''...... عمران نے چند لمحے توقف کے بعد پوچھا لیکن جواب میں زارکا کی کوئی آواز سنائی نہ دی تو عمران نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔

''میں مذاق کر رہا تھا۔ واپس آؤ زارکا مجھے تم سے بات کرنی ہے''...... عمران نے کہا لیکن وہاں خاموشی چھائی رہی۔

''ہونہہ۔ یہ زارکا تو ضرورت سے زیادہ ہی خوش فہم معلوم ہوتی ہے۔ چاہتی ہے کہ میں فوراً ہاں کر دوں۔ نجانے اب یہ میرے ساتھ کیا کرے گی''...... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے اچانک کمرے میں تیز روشنی پھیل گئی۔ تیز روشنی کی وجہ سے ایک لمحے کے لئے عمران کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ عمران نے بے اختیار آنکھیں بند کر لیں۔ پھر جب اس کی آنکھیں روشنی میں دیکھنے کے قابل ہوئیں اور اس نے آنکھیں کھولیں تو وہ کمرے کا بدلا ہوا ماحول دیکھ کر یکلخت اچھل پڑا اور اس کے چہرے پر شدید حیرت اور قدرے خوف کے سائے پھیلتے چلے گئے۔

جوانا کے ہاتھ میں اسی کا ریوالور آیا تھا جس سے اس نے جوزف پر فائرنگ کی تھی۔ اس کا ریوالور چونکہ خالی ہو چکا تھا اس لئے اس کے ریوالور سے ٹرچ کی آواز نکلی تھی اور اسے ٹریگر دباتے دیکھ کر جوزف نے بھی بے اختیار ریوالور کا ٹریگر دبا دیا تھا۔ یہ ریوالور جوزف کا ہی تھا جو لوڈڈ تھا۔ ٹریگر دبتے ہی دھماکہ ہوا اور جوانا ایک زور دار جھٹکا کھا کر کئی قدم پیچھے ہٹتا چلا گیا۔ اس کے منہ سے بے اختیار چیخ نکل گئی تھی۔

پیچھے ہٹتے ہی جوانا الٹ کر گر پڑا اور بری طرح سے تڑپنا شروع ہو گیا۔ جوزف کے ریوالور سے نکلنے والی گولی ٹھیک جوانا کے سینے پر پڑی تھی۔ جوانا کو اس طرح گولی لگتے دیکھ کر جوزف ایک لمحے کے لئے اپنی جگہ پر جیسے ساکت سا ہو کر رہ گیا۔ پھر جیسے ہی اسے ہوش آیا اس نے فوراً ریوالور ایک طرف پھینکا اور بجلی کی سی تیزی

سے تڑپتے ہوئے جوانا کی جانب بڑھا۔

”جوانا۔ جوانا“...... جوزف نے ہذیانی انداز میں چیختے ہوئے کہا اور جوانا کے نزدیک آ گیا جو ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہا تھا۔ اس کے سینے سے خون بھل بھل کرتا ہوا باہر آ رہا تھا۔

”جوانا۔ میرے بھائی یہ کیا ہو گیا۔ میں تمہیں گولی نہیں مارنا چاہتا تھا۔ میں تو یہی سمجھا تھا کہ تمہارا خالی ریوالور میرے ہاتھ آ گیا ہے۔ میں نے تمہیں ڈرانے کے لئے ٹریگر دبایا تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ اس ریوالور میں گولیاں موجود ہیں“...... جوزف نے جوانا کے سرہانے بیٹھ کر تھرتھراتے ہوئے لہجے میں کہا۔ جوانا اس کی جانب حسرت بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اس کا جسم بری طرح سے لرز رہا تھا جیسے اس پر نزع طاری ہو گیا ہو۔

”جوانا جوانا۔ ہوش میں آؤ جوانا۔ تم اس طرح سے نہیں مر سکتے۔ آنکھیں کھولو۔ جلدی کرو۔ میں تمہیں اس قدر آسانی سے نہیں مرنے دوں گا۔ ہوش کرو جوانا۔ میں تمہیں ابھی کسی نزدیکی ہسپتال لے چلتا ہوں۔ تمہیں کچھ نہیں ہو گا۔ کچھ نہیں ہو گا تمہیں“...... جوزف نے کہا لیکن جوانا کی آنکھیں بند ہو گئی تھیں۔ اس کے جسم کی لرزش بھی ختم ہو گئی تھی جیسے واقعی اس کے جسم سے روح نکل گئی ہو۔ جوزف پاگلوں کی طرح جوانا کی نبض اور اس کے دل کی دھڑکن چیک کرنے لگا اور پھر یہ دیکھ کر جوزف کے ہاتھ پیر پھول گئے کہ جوانا کی نہ صرف دل کی دھڑکنیں مفقود ہو گئی تھیں بلکہ

اس کی نبض بھی نہیں چل رہی تھی یہاں تک کہ جوانا کا سانس بھی بند ہو گیا تھا اور اس کی آنکھوں میں بے نوری سی آ گئی تھی۔ وہ ہلاک ہو گیا تھا۔ جوزف کی گولی شاید جوانا کے دل کے کسی حصے میں جا لگی تھی جس کی وجہ سے اسے زیادہ دیر تڑپنے اور چیخنے کا موقع نہیں مل سکا تھا اور وہ وہیں ہلاک ہو گیا تھا۔

جوانا کی لاش دیکھ کر جوزف کا رنگ اُڑ گیا تھا۔ وہ بے اختیار جوانا کے سر کے پاس ٹانگیں پھیلا کر بیٹھ گیا اور اس نے جوانا کا سر اٹھا کر اپنی گود میں رکھ لیا اور ہذیانی انداز میں چیختا ہوا جوانا کو جھنجھوڑنے لگا لیکن جوانا خاموش تھا اس کے جسم میں معمولی سی بھی حرکت نہیں تھی۔

"آنکھیں کھولو جوانا۔ میرے بھائی۔ تمہیں کچھ ہو گیا تو میں باس کو کیا جواب دوں گا۔ اٹھو۔ میرے بھائی اٹھو۔ تم اس طرح سے نہیں مر سکتے۔ اگر تم مر گئے تو میں خود کو کبھی معاف نہیں کر سکوں گا۔ جوانا۔ فار گاڈ سیک آنکھیں کھولو۔ جوانا جوانا"...... جوزف نے بری طرح سے چیختے ہوئے کہا۔ گوشت کے اس پہاڑ اور ٹھوس چٹانوں جیسے سنجیدہ رہنے والے انسان کی آنکھوں میں نمی آ گئی تھی۔ وہ پاگلوں کی طرح چیخ رہا تھا جوانا کو جھنجھوڑ رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے جوانا کی لاش دیکھ کر وہ اپنے ہوش و حواس کھو چکا ہو۔

"جوانا۔ جوانا"...... جوزف نے جب جوانا کے جسم میں حرکت کے کوئی آثار پیدا ہوتے نہ دیکھے تو اس کی آنکھوں سے آنسو اُمڈ

آئے اور وہ جوانا جوانا کہتا ہوا بے اختیار رونا شروع ہو گیا۔ وہ جوانا کا سر اپنے سینے سے لگا کر بچوں کی طرح بلک بلک کر رو رہا تھا۔ پھر اچانک اس کے کاندھوں پر جیسے کسی نے ہاتھ رکھ دیا۔ جوزف نے سر گھما کر دیکھا تو اسے اپنے عقب میں ایک لمبا تڑنگا سیاہ فام کھڑا دکھائی دیا۔

جوزف نے ایک لمحے کے لئے اس سیاہ فام کو دیکھ کر سر موڑ لیا مگر پھر دوسرے لمحے وہ بری طرح سے چونک پڑا۔ اس نے پھر سر موڑ کر پیچھے کھڑے سیاہ فام کو دیکھا تو اس کی آنکھیں حیرت سے پھیلتی چلی گئیں۔ اس کے پیچھے موجود سیاہ فام کوئی اور نہیں جوانا تھا۔ جو حیرت سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر جوزف کی جانب دیکھ رہا تھا۔ جوزف بھی جوانا کو اس طرح زندہ سلامت اور اپنے سر پر کھڑا دیکھ کر آنکھیں پھاڑ کر رہ گیا تھا۔

"یہ تم کیا کر رہے ہو جوزف۔ کیا ہوا ہے تمہیں۔ تم اس طرح یہاں بیٹھے چیخ چیخ کر کیوں رو رہے ہو"...... جوانا نے حیرت سے جوزف کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"تت۔ تت۔ تم زندہ ہو۔ تم ٹھیک ہو۔ تمہیں گولی نہیں لگی۔ یہ۔ یہ کیسے ہو گیا۔ تم تم"...... جوزف نے انتہائی حیرت زدہ انداز میں کہا اور پھر اس نے اپنی گود کی طرف دیکھا جہاں اس نے جوانا کی لاش کا سر رکھا ہوا تھا اور پھر وہ یہ دیکھ کر بے اختیار اچھل پڑا کہ اس کی گود میں نہ تو جوانا کا سر تھا اور نہ ہی وہاں جوانا کی لاش

پڑی تھی۔

''زندہ کیسے ہو گیا ہوں۔ مجھے گولی نہیں لگی۔ یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔تم ہوش میں تو ہو'' ...... جوانا نے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

''یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے۔تمہاری لاش کہاں گئی۔ تت۔ تت۔ تم زندہ کیسے ہو سکتے ہو'' ...... جوزف نے حیرت کی شدت سے کہا اور اچھل کر کھڑا ہو گیا اور پھر وہ جوانا کو یوں ہاتھ لگا لگا کر چیک کرنے لگا جیسے اسے یقین ہی نہ آ رہا ہو کہ اس کے ہاتھوں گولی سے ہلاک ہونے والا جوانا اس طرح سے اٹھ کر کھڑا ہوسکتا ہے۔ جوانا کے سینے پر زخم کا کوئی نشان نہیں تھا۔

''یہ تم کیا کر رہے ہو۔ تمہیں ہو کیا گیا ہے۔ میں اپنے کمرے میں سو رہا تھا۔تمہارے چیخنے اور رونے کی آوازیں سن کر میں یہاں آیا تو تم زمین پر بیٹھے بچوں کی طرح بلک بلک کر رو رہے تھے۔کیا ماجرا ہے کہیں تم نے پھر سے تو شراب پینی شروع نہیں کر دی''۔ جوانا نے حیرت زدہ نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

''شراب۔نہیں نہیں۔ جب سے میں نے شراب چھوڑی ہے اسے پینا تو درکنار میں نے شراب کی کسی بوتل کو بھی ہاتھ نہیں لگایا ہے لیکن تم۔تم زندہ کیسے ہو سکتے ہو'' ...... جوزف نے اس کی طرح مسلسل آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتے ہوئے کہا جیسے اسے ابھی تک یقین نہ آ رہا ہو کہ اس نے جس جوانا کو گولی ماری تھی اور جسے اس نے اپنی آنکھوں کے سامنے ہلاک ہوتے دیکھا تھا وہ اس طرح

زندہ سلامت اس کے سامنے کھڑا ہوسکتا ہے۔

''پھر۔ پھر کیا'' ...... جوانا نے کہا اس کے لہجے میں بدستور حیرت کا عنصر تھا جیسے اسے جوزف کی باتیں سمجھ ہی نہ آ رہی ہوں۔

اس کے پوچھنے پر جوزف نے اسے تمام احوال کہہ سنایا کہ کس طرح اس کی کار تباہ ہوئی تھی اور کس طرح سے وہ رانا ہاؤس آیا تھا اور جوانا نے اس کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا تھا۔ اس نے جوانا کو جب بتایا کہ اس نے جوزف کے ساتھ انتہائی سخت برتاؤ کیا تھا اور اس نے جوزف پر اپنے دونوں ریوالوروں کی گولیاں ختم کر دی تھیں تو جوانا اور زیادہ حیران رہ گیا۔ جوزف نے اسے یہ بھی بتا دیا کہ اس کی اور جوانا کی کس طرح جان لیوا لڑائی ہوئی تھی۔ اس کے بعد دونوں کے ہاتھوں میں ریوالور آ گئے تھے اور دونوں نے ہی ایک دوسرے پر فائر کر دیا تھا لیکن چونکہ جوانا کا ریوالور خالی تھا اس لئے اس سے گولی نہیں چلی تھی جبکہ ٹریگر دبانے سے جوزف کے ریوالور سے گولی نکلی تھی جو جوانا کے سینے میں گھس گئی تھی اور جوانا وہیں گر کر ہلاک ہو گیا تھا۔

''حیرت ہے۔ میرے ساتھ یہ سب کچھ ہو گیا اور اس کی مجھے کچھ خبر ہی نہیں ہے۔ یا تو میں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں یا پھر واقعی مجھے ایسا لگ رہا ہے کہ کافی عرصہ چھوڑنے کے بعد اب تم نے پھر سے شراب پینی شروع کر دی ہے جو تمہارے دماغ پر حاوی ہو گئی ہے۔ ارے صبح جب تم باس کے بلانے پر گئے تھے تو میں اپنے

کمرے میں ہی تھا۔ اپنے لئے اور میرے لئے ناشتہ چونکہ تم بنا
ہو اس لئے میں سو گیا کہ جب تم آؤ گے تب میں جاگ جاؤں
اور پھر ہم مل کر ناشتہ کریں گے۔ میں اب بھی سو رہا تھا کہ میں
باہر سے تمہارے رونے اور چیخنے کی آوازیں سنیں تو میں باہر آ گیا
باہر تم فرش پر بیٹھے پاگلوں کے انداز میں رو رہے تھے''...... جوانا
نے کہا تو جوزف نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔ جوانا کی بات
سن کر اس کے دماغ میں شدید ہلچل سی ہونا شروع ہو گئی تھی۔

''کیا تم نے میرے ساتھ کسی اور کو بھی دیکھا تھا''...... جوزف
نے سنجیدگی سے پوچھا۔

''نہیں تم اکیلے تھے''...... جوانا نے جواب دیا۔

''کیا میرے قریب آتے ہوئے تمہیں کوئی عجیب سا احساس ہوا
تھا''...... جوزف نے اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''عجیب سا احساس۔ کیا مطلب کیسا احساس''...... جوانا نے
حیران ہو کر پوچھا۔

''تمہیں ایسا لگا ہو جیسے میرے نزدیک آتے ہوئے تمہیں اپنے
اردگرد کسی اور کی موجودگی کا احساس ہوا ہو یا تمہیں اپنے رونگٹے
کھڑے ہوتے محسوس ہوئے ہوں''...... جوزف نے کہا۔

''نہیں۔ مجھے ایسا کچھ محسوس نہیں ہوا تھا۔ کیوں۔ یہ سب تم
کیوں پوچھ رہے ہو''...... جوانا نے جوزف کی جانب حیرت بھری
نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''میری آنکھوں میں دیکھو''...... جوزف نے جوانا کے قریب آ
کر اپنی آنکھیں پھیلاتے ہوئے کہا۔

''کیوں۔ کیا ہے تمہاری آنکھوں میں''...... جوانا نے پوچھا۔

''دیکھو۔ تمہیں میری آنکھوں میں کچھ نظر آ رہا ہے تو بتاؤ''۔
جوزف نے اس بار قدرے سخت لہجے میں کہا تو جوانا نے سر ہلایا اور
اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر غور سے اس کی آنکھیں دیکھنے
لگا۔

''کچھ نظر آیا''...... جوزف نے پوچھا۔

''ہاں''...... جوانا نے جواب دیا۔

''کیا۔ کیا نظر آیا ہے۔ جلدی بتاؤ''...... جوزف نے تیز لہجے
میں کہا۔

''تمہاری آنکھیں بھیگی ہوئی ہیں اور ان میں سرخی بھری ہوئی
ہے جو رونے کی وجہ سے ہے''...... جوانا نے جواب دیا۔

''ہونہہ۔ میں تمہیں یہ سب دیکھنے کے لئے نہیں کہہ رہا۔ غور
سے دیکھو۔ میری آنکھوں میں تمہیں کوئی سایہ دکھائی دیتا ہے''۔
جوزف نے غرا کر کہا تو جوانا ایک بار پھر اس کی آنکھیں دیکھنے لگا۔
پھر وہ بے اختیار چونک پڑا اور اچھل کر کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔

''کیا ہوا۔ اس طرح اچھل کر پیچھے کیوں ہٹے ہو''...... جوزف
نے چونک کر پوچھا۔

''تمہاری آنکھوں میں سرخ رنگ کی ایک عورت کا سایہ دکھائی

دے رہا ہے جس کا چہرہ بے حد بھیانک ہے''...... جوانا نے حیرت اور قدرے خوف بھرے لہجے میں کہا۔

''سرخ عورت''...... جوزف نے چونک کر کہا۔

''ہاں۔ اس نے سرخ رنگ کا لمبا سا لبادہ پہن رکھا ہے۔ اس کا رنگ بھی سرخ ہے اور اس کے بال بھی''...... جوانا نے پریشانی کے عالم میں ہونٹ کاٹتے ہوئے جواب دیا۔

''اوہ۔ کیا تمہیں اس کا چہرہ واضح دکھائی دیا ہے''...... جوزف نے پوچھا۔

''ہاں۔ بڑا بھیانک چہرہ ہے''...... جوانا نے اثبات میں سر ہلا کر جواب دیا۔

''صرف ایک بار اور میری آنکھوں میں دیکھو اور بتاؤ کہ اس کی آنکھوں کا رنگ کیا ہے''...... جوزف نے التجائیہ لہجے میں کہا۔

''نہیں۔ میں دوبارہ اس خوفناک عورت کو نہیں دیکھوں گا''۔ جوانا نے منہ بنا کر کہا۔

''پلیز جوانا۔ ایک بار صرف ایک بار۔ تم نہیں جانتے۔ اس رذیل عورت کی وجہ سے میری اور باس کی زندگی خطرے میں پڑ گئی ہے۔ یہ عورت ہمیں نقصان پہنچانا چاہتی ہے۔ مجھے ایک بار بس اس کی آنکھوں کے رنگ کا پتہ چل جائے تو میں اس سے خود بھی چھٹکارہ پا سکتا ہوں اور باس کو بھی اس کے شر سے نجات دلا دوں گا''...... جوزف نے کہا۔

''ماسٹر۔ اوہ۔ کیا ماسٹر نے تمہیں اس سرخ عورت کے لئے بلایا تھا۔ کون ہے یہ عورت اور اس سے تمہیں اور ماسٹر کو کیا خطرہ ہو سکتا ہے''...... جوانا نے چونک کر پوچھا تو جوزف نے اسے عمران کی بتائی ہوئی تمام باتوں سے آگاہ کر دیا جسے سن کر جوانا کے چہرے پر حیرت کے ساتھ پریشانی کے تاثرات نمایاں ہو گئے۔

''اب میری سمجھ میں آ گیا ہے۔ میں یہاں فادر جوشوا سے بات کرنے کے لئے آیا تھا۔ اس بات کا علم اس جن زادی کو ہو گیا ہے اس لئے اس نے فوراً میرے دماغ پر قبضہ کر لیا تھا اور اس نے میری آنکھوں پر ایسا پردہ ڈال دیا تھا کہ مجھے ہر چیز الٹی ہی دکھائی دے رہی تھی۔ میرا دماغ جاگ رہا تھا البتہ میرے احساسات سو گئے تھے جن کی وجہ سے مجھے وہی کچھ دکھائی دے رہا تھا جو وہ سرخ عورت یا جن زادی چاہتی تھی۔ میں سوچ رہا ہوں کہ اگر وہ جن زادی میرے ساتھ یہ سب کچھ کر سکتی ہے۔ میری آنکھوں پر پردہ ڈال سکتی ہے تو وہ باس کے ساتھ کچھ بھی کر سکتی ہے اس لئے میرے لئے یہ اور بھی ضروری ہو گیا ہے کہ میں اس خطرناک سرخ عورت کا کوئی نہ کوئی بندوبست کروں اور اس سے باس کو بچاؤں''...... جوزف نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ میں دیکھتا ہوں تمہاری آنکھوں میں''...... جوانا نے اثبات میں سر ہلا کر کہا اور وہ ایک بار پھر جوزف کے نزدیک گیا اور اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔

''نہیں اب اس عورت کا عکس تمہاری آنکھوں میں نہیں ہے''...... جوانا نے کہا تو جوزف نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔

''ہونہہ۔ اس نے ہماری باتیں سن لی ہیں اس لئے وہ بھاگ گئی ہے''...... جوزف نے غراہٹ بھرے لہجے میں کہا۔

''مطلب یہ کہ وہ تمہارے سر سے اتر گئی ہے''...... جوانا نے پوچھا۔

''ہاں''...... جوزف نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔

''تب پھر اب تم کیا کرو گے''...... جوانا نے سنجیدگی سے پوچھا۔

''تم نے پہلے جو اس کا عکس دیکھا تھا کیا تمہیں ذرا بھی اندازہ نہیں ہے کہ اس کی آنکھوں کا رنگ کیا تھا''...... جوزف نے پریشانی کے عالم میں ہونٹ دانتوں سے کاٹتے ہوئے پوچھا۔

''مجھے تو اس کی آنکھیں سفید سفید سی دکھائی دی تھیں''...... جوانا نے یاد کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

''سفید آنکھیں۔ کیا ان میں اور کوئی رنگ نہیں تھا''...... جوزف نے پوچھا۔

''مجھے یاد نہیں آ رہا ہے''...... جوانا نے کہا تو جوزف ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔

''ہونہہ۔ اب مجھے خود ہی کچھ کرنا ہو گا۔ ٹھیک ہے۔ تم ایک کام کرو تم یہاں سے چلے جاؤ۔ میں فادر جوشوا کو بلانے کے لئے ایک

ل کرنا چاہتا ہوں اور میں جانتا ہوں کہ زارکا یا اس کی کوئی طاقت رے ارد گرد ہی کہیں موجود ہے وہ مجھے فادر جوشوا کو بلانے سے کنے کے لئے ضرور تنگ کرے گی۔ میں اس کے لئے جال یلاؤں گا تاکہ وہ میرے جال میں آ جائے۔ لیکن یہ کام میں اکیلا ی کر سکتا ہوں اگر تم یہاں ہوئے تو وہ تمہیں نقصان بھی پہنچا سکتی ہے اور تمہیں یرغمال بھی بنا سکتی ہے''...... جوزف نے کہا تو جوانا نے سمجھ جانے والے انداز میں سر ہلا دیا۔

''کب تک تمہارا عمل پورا ہو جائے گا''...... جوانا نے پوچھا۔

''اس میں کافی وقت لگ سکتا ہے۔ تم کسی ہوٹل میں شفٹ ہو جاؤ۔ میرا عمل پورا ہو جائے گا تو میں تمہیں سیل فون پر کال کر لوں گا''...... جوزف نے کہا۔

''ہاں یہ ٹھیک ہے''...... جوانا نے کہا۔

''وہ جن زادی تمہیں باہر بھی تنگ کر سکتی ہے اس لئے میں تمہیں ایک چیز دیتا ہوں تم اس چیز کو ہر وقت اپنے پاس رکھنا۔ جب تک وہ چیز تمہارے پاس رہے گی کوئی شیطانی طاقت یا جن زادی تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گی''...... جوزف نے کہا تو جوانا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ جوزف نے جوانا کو وہیں رکنے کے لئے کہا اور پھر وہ تیزی سے رانا ہاؤس کے تہہ خانے کی طرف دوڑتا چلا گیا۔ جہاں اس کا وہ پراسرار صندوق موجود تھا جو اس نے عمران اور کرنل فریدی کے ساتھ مل کر افریقہ کے گھنے اور پراسرار جنگلوں

سے حاصل کیا تھا۔ **(اس کے لئے عمران اور کرنل فریدی کا پہلا مشترکہ ماورائی نمبر ظہیر احمد کا "ڈارک ورلڈ" پڑھیں)** کچھ دیر بعد جوزف واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک ہار تھا۔ ہار میں چھوٹے چھوٹے سرخ دانے سے پروئے ہوئے تھے جو غور سے دیکھنے پر انسانی ہڈیوں جیسے بنے ہوئے تھے۔

"یہ لو۔ یہ ہار تم اپنے گلے میں پہن لو اور اسے کسی بھی صورت میں اپنے گلے سے نہ اتارنا"...... جوزف نے ہار جوانا کو دیتے ہوئے کہا تو جوانا ہار لے کر اسے غور سے اور حیرت بھری نظروں سے دیکھنے لگا۔

"زیادہ مت سوچو اور اسے فوراً اپنے گلے میں ڈال لو۔ ایسا نہ ہو کہ جن زادی تمہارے ہاتھوں سے یہ ہار چھین کر لے جائے اگر ایسا ہوا تو تمہارے لئے اور میرے لئے بہت بڑی مصیبت کھڑی ہو جائے گی"...... جوزف نے تیز لہجے میں کہا تو جوانا نے ہار فوراً اپنی گردن میں ڈال لیا۔ جیسے ہی اس نے ہار گلے میں ڈالا اسے ایک ہلکا سا جھٹکا لگا اور ساتھ ہی اسے اپنے جسم میں سردی کی لہریں سی سرایت کرتی ہوئی معلوم ہوئیں۔

"یہ ماکوشا تونو کا ہار ہے جس میں اس نے ناگانا قبیلے کی شیطان کھوپڑیوں کو پرو رکھا ہے۔ ان کھوپڑیوں پر اس نے چونکہ خاص عمل کیا تھا اس لئے ان کھوپڑیوں سے شیطانی طاقتیں اور جناتی مخلوق دور دور ہی رہنے کی کوشش کرتی ہیں۔ اب جب تک یہ

ہار تمہارے گلے میں رہے گا جناتی طاقتیں تمہارے نزدیک نہیں آئیں گی"...... جوزف نے کہا تو جوانا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"اب تم جاؤ یہاں سے"...... جوزف نے کہا۔

"تم نے مجھے یہ ہار پہنا دیا ہے اور کہہ رہے ہو کہ اس ہار کی موجودگی میں اب میرے نزدیک نہ کوئی شیطانی طاقت آئے گی اور نہ کوئی جناتی مخلوق تو پھر تم مجھے یہاں سے جانے کے لئے کیوں کہہ رہے ہو۔ اگر اس ہار کی وجہ سے جناتی اور شیطانی طاقتیں میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں تو مجھے یہاں سے جانے کی کیا ضرورت ہے"...... جوانا نے کہا۔

"نہیں جوانا۔ تمہارا یہاں رکنا خطرے سے خالی نہیں ہو گا۔ جناتی اور شیطانی طاقتیں تمہارے نزدیک نہیں آئیں گی لیکن یہاں کا ماحول انتہائی بھیانک اور لرزہ خیز ہو جائے گا جسے دیکھ کر تم اپنے ہوش و حواس کھو دو گے۔ اس لئے میں نہیں چاہتا کہ تمہیں کوئی نقصان ہو"...... جوزف نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ اگر تم کہتے ہو تو میں چلا جاتا ہوں"...... جوانا نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا اور وہ پورچ کی جانب بڑھ گیا۔ پورچ میں اس کی کار موجود تھی وہ کار میں سوار ہوا تو جوزف نے اس کے لئے گیٹ کھول دیا۔ جوانا نے جب کار گیٹ سے باہر نکالی تو جوزف نے گیٹ دوبارہ بند کر لیا۔

"اب دیکھتا ہوں یہ جن زادی مجھے فادر جوشوا سے ملنے سے

کیسے روکتی ہے“...... جوانا کے جانے کے بعد جوزف نے ہونٹ چباتے ہوئے انتہائی سرد لہجے میں کہا اور تیز تیز چلتا ہوا آگے بڑھنے لگا وہ دوبارہ تہہ خانے کی طرف جا رہا تھا تاکہ صندوق سے کچھ ضروری چیزیں نکال کر باہر لا سکے جو فادر جوشوا کو اس کے سامنے لانے کے لئے معاون ثابت ہو سکتی تھیں۔

جوزف صحن سے گزر کر رہائشی عمارت کی جانب بڑھ ہی رہا تھا کہ اچانک اس کے پیروں کے نیچے زمین لرزنے لگی۔ زمین کی لرزش محسوس کرتے ہی جوزف چونک کر رک گیا۔ اسی لمحے اس کے سامنے صحن کے فرش پر ایک دھماکہ سا ہوا اور فرش پر ایک شگاف سا پڑ گیا۔ اس سے پہلے کہ جوزف کچھ سمجھتا اچانک شگاف تیزی سے پھیلتا چلا گیا۔ شگاف جوزف کے گرد ایک دائرے کی شکل میں پھیل رہا تھا پھر جیسے ہی دائرہ پورا ہوا جوزف ایک دائرے میں کھڑا دکھائی دینے لگا۔ اس کے چاروں طرف فرش یوں ادھڑ گیا تھا جیسے وہاں کسی نے باقاعدہ کھدائی کی ہو۔ پھر جس طرح شیشے پر چوٹ لگنے سے لکیروں کا جال سا پھیل جاتا ہے زمین کے اس حصے پر بھی لکیروں کا جال پھیل گیا جس پر جوزف کھڑا تھا۔ دوسرے لمحے ایک چھناکے کی آواز سنائی دی اور جوزف فرش کے جس دائرے میں کھڑا تھا وہ کانچ کی طرح ٹوٹ کر نیچے گرتا چلا گیا۔ جوزف چونکہ دائرے کے اوپر کھڑا تھا اس لئے فرش ٹوٹتے ہی وہ بھی نیچے گرتا چلا گیا۔ اچانک فرش ٹوٹنے اور نیچے گرنے کی وجہ سے جوزف کے منہ

سے بے اختیار چیخ نکل گئی۔

اب فرش پر ایک گول گڑھا سا دکھائی دے رہا تھا جس کی گہرائی پندرہ فٹ سے زیادہ تھی۔ جوزف اس گڑھے میں گرا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ نیچے چونکہ بھربھری مٹی تھی اس لئے جوزف کو کوئی چوٹ نہیں لگی تھی۔ وہ گرتے ہی فوراً اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور پھر خود کو گڑھے میں دیکھ کر اس کا چہرہ غصے سے سیاہ ہو گیا۔

”تم میرے ساتھ جو کھیل کھیل رہی ہو زارکا یہ کھیل تمہیں بے حد مہنگا پڑے گا۔ مجھ سے یہ کھیل تماشے مت کرو۔ اگر تم میں اتنی طاقتیں ہیں تو میرے سامنے آؤ اور مجھ سے مقابلہ کرو“...... جوزف نے سر اٹھا کر اوپر دیکھتے ہوئے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا لیکن جواب میں زارکا کی کوئی آواز سنائی نہ دی۔ گڑھے کی چاروں طرف موجود دیواریں سپاٹ تھیں وہاں ایسی کوئی جگہ یا دراڑیں نہیں تھیں جن کے سہارے سے جوزف اوپر جا سکتا ہو۔

”میں کہتا ہوں میرے سامنے آؤ زارکا۔ اس طرح چھپ چھپ کر وار کرنا تم جیسی جن زادی کو زیب نہیں دیتا“...... جوزف نے اسی طرح سے غصیلے انداز میں کہا لیکن جواب ندارد۔ جوزف چند لمحے غصے سے زارکا کو آوازیں دیتا رہا پھر وہ گڑھے میں کسی زخمی درندے کی طرح گھومنے لگا اور گڑھے سے نکلنے کا راستہ دیکھنے لگا لیکن دیواریں سپاٹ تھیں وہ کسی بھی طرح سے اوپر نہیں چڑھ سکتا تھا۔ اچانک جوزف کو اپنے پیروں کے پاس سرسراہٹ کا احساس

ہوا۔ اس نے چونک کر دیکھا تو اس نے غصے اور پریشانی سے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔ زمین پر سیاہ رنگ کے مکوڑے رینگ رہے تھے جن کی تعداد بے حد زیادہ تھی۔ ان میں سے بے شمار مکوڑے جوزف کے جوتوں پر آگئے تھے اور اس کے پیروں پر چڑھتے جا رہے تھے۔ جوزف کی جگہ اگر کوئی اور ہوتا تو ان مکوڑوں کو دیکھ کر وہ چیخ اٹھتا اور خوف سے وہیں ناچنا شروع ہو جاتا لیکن جوزف جنگل پرنس تھا۔ ایسے مکوڑوں سے جنگلوں میں کئی بار اس کا سابقہ پڑ چکا تھا۔ وہ ان مکوڑوں کو دیکھ کر پریشان ضرور ہوا تھا لیکن وہ اپنی جگہ سے ایک انچ بھی نہیں ہلا تھا۔

مکوڑے اس کی ٹانگوں پر رینگتے ہوئے مسلسل اوپر آ رہے تھے۔ کچھ ہی دیر میں جوزف کا سارا جسم ان سیاہ مکوڑوں میں چھپ گیا۔ مکوڑے اس کے سر اور چہرے پر بھی آگئے تھے۔ مکوڑے چونکہ جسامت میں بڑے تھے اس لئے وہ جوزف کی ناک اور کانوں کے سوراخوں میں داخل نہیں ہو سکتے تھے البتہ جوزف نے اپنا منہ بند کر لیا تھا۔ جب مکوڑے اس کے چہرے پر آئے تو جوزف نے آنکھیں بند کر کے نہایت آہستہ آہستہ سانس لینا شروع کر دیا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ مکوڑے انتہائی زہریلے اور خطرناک ہیں۔ جن کے زہر سے جاندار کا سارا جسم مفلوج ہو جاتا ہے اور پھر مکوڑے جاندار کے جسم سے سارا خون چوس لیتے ہیں اور گوشت کھا جاتے ہیں۔مکوڑے اس وقت تک جاندار کے جسم پر چمٹے رہتے ہیں جب

تک کہ اس کے جسم کا سارا گوشت چٹ نہ کر جائیں۔ جوزف جانتا تھا کہ مکوڑے متحرک جانداروں کو کاٹتے تھے اگر مکوڑے کسی انسان کے جسم پر آجائیں اور وہ انسان ساکت ہو جائے تو مکوڑے اسے اس وقت تک نہیں کاٹتے تھے جب تک کہ وہ متحرک نہ ہو جائے اسی لئے ان مکوڑوں کو اپنے جسم پر چڑھتے دیکھ کر جوزف غیر متحرک ہو گیا تھا۔ اس کا سارا جسم سیاہ مکوڑوں سے ڈھک گیا تھا۔ اب جوزف کی ذرا سی حرکت اسے بھیانک اور انتہائی لرزہ خیز موت سے ہمکنار کر سکتی تھی۔ جیسے ہی وہ حرکت کرتا مکوڑے اپنی ٹانگوں سمیت اپنے ڈنگ بھی اس کے جسم میں گاڑ دیتے۔ جس کی وجہ سے جوزف کا جسم سن ہو جاتا اور مکوڑے آسانی سے اس کا خون چوس کر اس کا گوشت کھانا شروع کر دیتے۔

عمران اپنے کمرے میں ہی موجود تھا۔ اس کمرے میں صرف ایک بیڈ ہی پڑا ہوا تھا جس پر عمران موجود تھا جبکہ کمرے میں موجود دوسری تمام چیزیں غائب ہو چکی تھیں۔ جس سے سارا کمرہ خالی خالی سا دکھائی دے رہا تھا۔ اس کے علاوہ کمرے کا دروازہ اور کھڑکیاں بھی غائب تھیں۔ چاروں طرف کمرے میں ٹھوس دیواریں دکھائی دے رہی تھیں۔

کمرے کی دیواروں اور زمین پر زرد رنگ کی چھوٹی چھوٹی مکڑیاں رینگ رہی تھیں۔ جن کی سرسراہٹ کی آوازوں سے کمرہ گونج رہا تھا۔ ہر طرف مکڑیاں ہی مکڑیاں تھیں جو اب بیڈ پر چڑھ رہی تھیں جس پر عمران موجود تھا۔ چھت پر بھی باریک باریک جالے کی تاریں دکھائی دے رہی تھیں جن کے سروں پر زرد رنگ کی مکڑیاں لٹکتی ہوئی نیچے آ رہی تھیں۔ ان مکڑیوں کی آنکھیں سرخ

تھیں جو مسلسل عمران کو اپنی طرف گھورتی ہوئی دکھائی دے رہی تھیں۔ عمران ان مکڑیوں کی نسل کے بارے میں جانتا تھا یہ مکڑیاں برازیل کے خطرناک اور گھنے جنگلوں سے تعلق رکھتی تھیں جو کسی بھی جاندار کے جسم میں زخم بنا کر جسم کے اندر گھس جاتی تھیں اور پھر اس وقت تک جسم سے باہر نہیں آتی تھیں جب تک وہ جسم کے اندر موجود تمام گوشت نہ چٹ کر جائیں۔

کمرے میں عمران کو سوائے بیڈ کے ایسی کوئی جگہ دکھائی نہیں دے رہی تھی جہاں زرد مکڑیاں موجود نہ ہوں۔ جو مکڑیاں زمین پر رینگ رہی تھیں وہ بیڈ کی طرف ہی آ رہی تھیں اور چھت سے لٹکنے والی زرد مکڑیاں تو پہلے ہی تاروں پر لٹکتی ہوئی عمران کی جانب آ رہی تھیں۔

''اب یہ کیا ہے۔ اگر زارکا کو میری اتنی ہی ضرورت ہے تو اس نے مجھے ہلاک کرنے کے لئے یہ رینگتی موت یہاں کیوں بھیج دی ہے۔ کیا وہ مجھے واقعی ان مکڑیوں سے ہلاک کرانا چاہتی ہے''۔ عمران نے پریشانی کے عالم میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ کچھ ہی دیر میں بے شمار مکڑیاں بیڈ پر چڑھ آئیں اور رینگتی ہوئیں آہستہ آہستہ عمران کی جانب بڑھنے لگیں۔ چھت سے آنے والی مکڑیاں بھی کافی نیچے آ گئی تھیں اس لئے عمران فوراً بیڈ پر بیٹھ گیا۔ وہ چاروں طرف اپنے بچاؤ کا راستہ ڈھونڈ رہا تھا لیکن کمرہ چاروں طرف سے بند تھا۔ مکڑیوں کو اپنی طرف آتا دیکھ کر عمران کو واقعی گھبراہٹ ہونی

شروع ہو گئی تھی۔

"کیا مصیبت ہے۔ یہ زارکا اب میرے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہتی ہے"...... عمران نے پریشانی کے عالم میں کہا۔ اسی لمحے چھت پر موجود لٹکتی ہوئی مکڑیاں ٹپ ٹپ کر کے بیڈ پر ٹپکنے لگیں تو عمران بوکھلا کر پیچھے ہٹ گیا۔ اسی لمحے چھت سے لٹکتی ہوئی ایک مکڑی ٹھیک عمران کے سر پر گری۔ عمران نے بوکھلا کر سر پر ہاتھ مارا کر اس مکڑی کو دور پھینک دیا مگر وہاں تو سینکڑوں مکڑیاں تھیں۔ بیڈ پر رینگ کر آنے والی مکڑیاں جیسے ہی نزدیک آئیں عمران نے فوراً بیڈ کے کنارے پر آ کر چادر اٹھائی اور اسے زور سے نیچے پھینک دیا۔ چادر پر موجود تمام مکڑیاں نیچے جا گریں۔ پھر چھت سے مزید مکڑیاں ٹپکیں تو عمران ہاتھ مار مار کر انہیں بیڈ سے نیچے گرانے لگا لیکن مکڑیاں پھر بیڈ پر آ رہی تھیں۔ ایک مکڑی جو چھت سے ٹپکی تو وہ سیدھی عمران کی گردن کے پیچھے قمیض میں گھس گئی۔ اس سے پہلے کہ عمران کچھ کرتا اچانک اسے اپنی گردن کے پیچھے باریک سوئی سی گھستی ہوئی محسوس ہوئی۔ عمران نے بوکھلا کر گردن پر ہاتھ مارا اور مکڑی کو پکڑ کر اسے اپنی گردن سے کھینچ کر دور اچھال دیا۔ اس مکڑی نے ابھی عمران کی گردن پر کاٹا تھا۔ عمران کو اپنی گردن میں آگ سی بھرتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ پھر اچانک جیسے چھت پر موجود باقی مکڑیوں نے بھی ٹھیک عمران پر گرنا شروع کر دیا۔ عمران بیڈ پر بری طرح سے اچھل کود کر رہا تھا لیکن چھت سے گرنے والی

مکڑیاں اس کے لباس میں گھستی جا رہی تھیں۔ عمران لباس میں ہاتھ ڈال کر ایک مکڑی نکالتا تو مزید چار مکڑیاں اس کے لباس میں گھس جاتیں اور عمران کو اپنے جسم میں جگہ جگہ پہلے سوئیاں سی گھستی محسوس ہوتیں اور پھر اس کے جسم میں آگ سی بھرتی ہوئی محسوس ہوتی۔ عمران ان مکڑیوں سے خود کو بچانے کی ہر ممکن کوشش کر رہا تھا لیکن چونکہ اسے کئی مکڑیاں کاٹ چکی تھیں جن کا زہر اس کے جسم میں اتر گیا تھا اس لئے وہ اچانک بے دم سا ہو کر بیڈ پر گر گیا۔ چند لمحے وہ ہاتھ پاؤں مارتا رہا پھر اچانک جیسے اس کے اعصاب مفلوج ہونا شروع ہو گئے۔ کچھ ہی دیر میں وہ بیڈ پر یوں گرا پڑا تھا جیسے اس کے جسم میں جان نام کی کوئی چیز ہی نہ ہو۔ وہ سن سکتا تھا، دیکھ سکتا تھا مگر نہ بول سکتا تھا اور نہ ہی اب وہ اپنے جسم کے کسی اعضاء کو حرکت دے سکتا تھا۔ جیسے ہی وہ بستر پر گر کر ساکت ہوا اس پر بے شمار زرد مکڑیاں چڑھنا شروع ہو گئیں۔ عمران آنکھیں پھاڑے ان مکڑیوں کو اپنے جسم پر چڑھتے دیکھ رہا تھا۔ اس کا ذہن جیسے خوفناک طوفان کی زد میں آ گیا تھا۔ مکڑیاں اس کے جسم پر رینگتی ہوئی لباس کے اندر جا رہی تھیں پھر اچانک عمران کو یوں محسوس ہوا جیسے بے شمار زرد مکڑیاں اس کے جسم کے اندر اتر گئی ہوں اور اندر ہی اندر اسے کاٹ رہی ہوں۔

عمران چیخنا چاہتا تھا مگر آواز اس کے حلق میں پھنسی ہوئی تھی۔ جسم کے اندر موجود مکڑیوں کے کاٹنے کی وجہ سے اسے شدید تکلیف

کا احساس ہو رہا تھا لیکن وہ نہ تڑپ سکتا تھا اور نہ چیخ سکتا تھا۔ اس کا سارا جسم ان زرد مکڑیوں سے ڈھک گیا تھا اور ان میں سے کتنی زرد مکڑیاں اس کے جسم میں اتر گئی تھیں یہ وہ نہیں جانتا تھا۔ اندر ہی اندر اسے اپنے جسم میں چھریاں سی چلتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں پھر اس کی آنکھیں بند ہونے لگیں اس کے دماغ میں اندھیروں کی یلغار سی ہونا شروع ہو گئی۔ وہ اپنے دماغ کو کنٹرول کرنے کی کوشش کرتا رہا مگر وہ اپنی کوششوں میں کامیاب نہ ہو سکا۔ اندھیرا اس کے دماغ پر چھا گیا تھا۔

جب اسے ہوش آیا تو اس نے خود کو اپنے کمرے میں ہی پایا۔ کمرے کی حالت اب پہلے جیسی ہو چکی تھی۔ کمرے کا تمام سامان بھی موجود تھا اور کمرے کی کھڑکیاں اور دروازہ بھی دکھائی دے رہا تھا۔ ہوش میں آتے ہی عمران بوکھلا کر اٹھ بیٹھا اور خوف بھری نظروں سے چاروں طرف دیکھنے لگا لیکن اب اسے وہاں کوئی زرد مکڑی دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ عمران نے بے اختیار اپنے جسم پر ہاتھ پھیرنے شروع کر دیئے پھر یہ دیکھ کر اس کے چہرے پر حیرت ابھر آئی کہ اس کے جسم پر زخم کا معمولی سا بھی نشان نہیں تھا۔ حالانکہ اسے بخوبی یاد تھا کہ اسے کئی زہریلی زرد مکڑیوں نے کاٹا تھا جس کے زہر سے اس کا جسم مفلوج ہو گیا تھا اور پھر زرد مکڑیاں اس کے جسم کو کاٹتی ہوئی اس کے جسم کے اندر گھس گئی تھیں۔ لیکن اب نہ تو اس کے جسم پر کوئی زخم تھا اور نہ ہی اسے کسی تکلیف کا احساس

ہو رہا تھا۔

”کیا زارکا نے ایک بار پھر مجھے سراب دکھانے کی کوشش کی تھی“...... عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ وہ چند لمحے سوچتا رہا پھر وہ بیڈ سے اتر کر نیچے آ گیا۔ بیڈ کے پاس پڑے ہوئے جوتے اس نے پہنے اور دروازے کی جانب بڑھنے لگا۔ دروازے کے پاس پہنچ کر وہ ایک لمحے کے لئے رکا پھر اس نے دروازے کا ہینڈل پکڑا اور ہینڈل گھما کر دروازہ کھول دیا۔ جیسے ہی اس نے دروازہ کھولا وہ اس بری طرح سے اچھلا جیسے ایک بار پھر اس کے جسم پر زہریلی زرد مکڑیاں سوار ہو گئی ہوں اور ان زرد مکڑیوں نے اس کے جسم کے اندر گھس کر اندر سے ہی اسے کاٹنا شروع کر دیا ہو۔

عمران جس کمرے میں موجود تھا وہ اس کے فلیٹ کا ہی کمرہ تھا اس کمرے کے باہر سٹنگ روم تھا لیکن اب جب عمران نے دروازہ کھولا تو باہر سٹنگ روم کی جگہ اسے ایک قبرستان دکھائی دے رہا تھا۔ ایک بڑا، سنسان اور انتہائی ویران قبرستان۔

رات کا وقت تھا لیکن چونکہ آسمان پر چاند نکلا ہوا تھا جس کی روشنی میں عمران کو قبرستان کا ماحول صاف دکھائی دے رہا تھا۔ قبرستان سے آوارہ کتوں کے بھونکنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ کبھی کبھی وہاں کسی الو کے بھی بولنے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ عمران ابھی آنکھیں پھاڑے یہ انوکھا منظر دیکھ ہی رہا تھا کہ اچانک اسے ایک زور دار جھٹکا لگا اور وہ لڑکھڑاتے ہوئے انداز میں

دروازے سے باہر نکل آیا۔ اسے یوں محسوس ہوا تھا جیسے کسی نے عقب سے اسے زور سے دھکا دیا ہو۔

دھکا کھا کر جیسے ہی عمران کمرے سے باہر آیا اس نے تیزی سے پلٹ کر دھکا دینے والے کی طرف دیکھنا چاہا تو یہ دیکھ کر اس کی آنکھیں اور زیادہ پھیل گئیں کہ وہ اپنے فلیٹ کے جس کمرے سے نکلا تھا وہ کمرہ اور اس کا دروازہ غائب ہو چکا تھا۔ اس کے چاروں طرف اب قبرستان ہی قبرستان پھیلا ہوا تھا۔

یہ پرانا اور کافی بڑا قبرستان تھا جہاں قبروں کے ساتھ ساتھ جگہ جگہ جھاڑیاں اور درخت اگے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔ عمران پریشانی کے عالم میں چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ خود بخود اس قبرستان میں کیسے پہنچ گیا۔

زارکا عمران کو اقارم کے بت تک لے جانے کے لئے اسے مسلسل پریشان کر رہی تھی۔ عمران ایک پریشانی سے نکلتا تھا تو دوسری پریشانی میں مبتلا ہو جاتا تھا۔ اس بار جوزف بھی اس کے کام نہیں آ رہا تھا۔ جوزف، عمران کی باتیں سن کر پریشان اور خوفزدہ ہو کر اپنے روحانی پیشوا فادر جوشوا سے بات کرنے کے لئے گیا تھا لیکن اس کے جانے کے بعد نہ ہی اس کی کوئی خبر آئی تھی اور نہ ہی وہ واپس عمران کے پاس آیا تھا۔ زارکا جیسی رذیل جن زادی کی طاقتیں واقعی ایسی تھیں کہ اس بار عمران ہر معاملے میں خود کو بے بس اور لاچار محسوس کر رہا تھا۔ زارکا وہی کچھ کر رہی تھی جو وہ چاہتی

تھی۔ عمران نے اس سے بات کرنے کی کوشش کی تھی لیکن زارکا اس کی ذرا سی بات پر غصہ ہو کر وہاں سے چلی گئی تھی اور عمران پر انوکھے اور حیرت انگیز واقعات کا عجیب سا سلسلہ شروع ہو گیا۔ پہلے اس کے کمرے میں زرد مکڑیاں گھس آئیں جو اس کے جسم میں گھس گئی تھیں اور اب وہ اپنے ہی فلیٹ کے بیڈ روم کا دروازہ کھول کر ایک پرانے، ویران اور سنسان قبرستان میں پہنچ گیا تھا جیسے اس کے بیڈ روم کا دروازہ اس قبرستان میں ہی کھلتا ہو۔

”زارکا۔ کیا تم یہاں ہو“...... عمران نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اس کی تیز آواز نے ایک لمحے کے لئے قبرستان کے خاموش ماحول کو جھنجھنا کر رکھ دیا۔ کتوں نے اور زیادہ زور زور سے بھونکنا شروع کر دیا تھا اور ان کے دوڑنے بھاگنے کی آوازیں سنائی دینے لگیں جیسے انسانی آواز سن کر کتے اسی طرف بھاگے چلے آ رہے ہوں۔

عمران ابھی ادھر ادھر دیکھ ہی رہا تھا کہ اچانک اسے اپنے عقب میں ہلکی سی آہٹ کی آواز سنائی دی۔ عمران چونک کر پلٹا لیکن اسے وہاں کچھ دکھائی نہ دیا۔

”کون ہے۔ کون ہے یہاں“...... عمران نے اس طرف غور سے دیکھتے ہوئے اونچی آواز میں پوچھا۔ اس کے عقب میں ایک اونچی قبر موجود تھی جو ساری کی ساری ماربل سے بنی ہوئی تھی۔ قبر کے اردگرد جھاڑیاں تھیں جس نے قبر کو چاروں طرف سے گھیر رکھا

تھا۔ عمران چند لمحے غور سے اس طرف دیکھتا رہا پھر وہ آہستہ آہستہ قبر کی جانب بڑھنے لگا۔ قبر کے قریب جا کر وہ رکا تو اچانک قبر کے پیچھے سے ایک بوڑھا آدمی نکل کر اس کے سامنے آ گیا۔ اس آدمی کو دیکھ کر عمران بے اختیار چونک پڑا۔ بوڑھا شکل و صورت سے گورکن معلوم ہو رہا تھا اور اس کا لباس بھی کافی پرانا تھا۔ اس کی آنکھوں میں سرخی تھی۔

"کون ہو تم"...... عمران نے اس کی جانب غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"تمہارا ہمدرد"...... بوڑھے نے بلغم زدہ لہجے میں کہا۔

"میرا ہمدرد۔ کیا مطلب"...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"سنو۔ مجھے تمہارے پاس شاہ صاحب نے بھیجا ہے"۔ بوڑھے نے کہا اور شاہ صاحب کا سن کر عمران بے اختیار چونک پڑا۔

"کون سے شاہ صاحب نے"...... عمران نے اس کی جانب غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"سید چراغ شاہ صاحب نے"...... بوڑھے نے جواب دیا تو عمران کے چہرے پر اطمینان آ گیا کہ اس بوڑھے کا تعلق کسی ماورائی طاقتوں سے نہیں تھا۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ سید چراغ شاہ صاحب کا نام کبھی اپنی زبان پر نہ لاتا۔

"میں شاہ صاحب سے ملنا چاہتا ہوں۔ کہاں ہیں وہ"۔ عمران

ے اس نے قدرے تحمل بھرے لہجے میں کہا۔

"وہ یہاں نہیں آ سکتے۔ انہوں نے مجھے تمہاری مدد کے لئے بھیجا ہے۔ میری بات دھیان سے سنو۔ تم اس وقت جن مصیبتوں کا شکار ہو اس سے شاہ صاحب بخوبی واقف ہیں۔ تمہیں بھی اس بات کا علم ہے کہ اس رذیل شیطانی طاقت نے تمہارے ساتھ جو کچھ بھی کیا تھا یا تمہیں جو بھی دکھایا تھا وہ سراب کے سوا کچھ نہیں تھا۔ شیطانی طاقت تمہیں اپنے ساتھ جس مقصد کے لئے لے جانا چاہتی ہے تم اس سے بھی واقف ہو۔ اپنی بات منوانے کے لئے وہ تمہارے ساتھ کچھ بھی کر سکتی ہے۔ جس کی مثال وہ زرد مکڑیاں ہیں جو تمہارے کمرے میں گھس آئی تھیں اور پھر ان مکڑیوں نے تمہیں مفلوج کر دیا تھا اور تمہارے جسم میں گھس گئی تھیں۔ اگر شاہ صاحب مجھے بروقت تمہارے پاس نہ بھیجتے تو زرد مکڑیاں تمہیں شدید نقصان پہنچا سکتی تھیں وہ اندر ہی اندر تمہیں اس طرح سے کھا جاتیں کہ تم محض ایک زندہ لاش بن کر رہ جاتے اور پھر شیطانی طاقت اس حال میں بھی تمہیں اپنے ساتھ لے جاتی۔ میں نے شاہ صاحب کے حکم پر تمہارے پاس پہنچ کر ان زرد مکڑیوں کو وہاں سے بھگایا اور جو مکڑیاں تمہارے جسم کے اندر جا چکی تھیں انہیں بھی کھینچ کھینچ کر باہر نکال لیا اور تمہارے لئے یہاں تک آنے کا راستہ کھول دیا تاکہ تم آسانی سے مجھ تک پہنچ جاؤ اور اس بات کا علم اس شیطانی طاقت کو نہ ہو سکے"...... بوڑھے آدمی نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''اوہ تو کیا اس بار زارکا نے مجھے حقیقت میں نقصان پہنچانے کی کوشش کی تھی''...... عمران نے چونک کر پوچھا۔

''ہاں۔ وہ صرف اس پر ہی اکتفا نہیں کرنے والی تھی وہ تمہیں ڈرانے اور دھمکانے کے لئے اور بھی بہت کچھ کرنے والی ہے۔ وہ تمہارے ماں باپ سمیت تمہارے تمام جاننے والوں کو زندہ لاشیں بنا کر تمہارے سامنے لانے کا ارادہ کر رہی ہے اور اس کے علاوہ وہ تمہاری اصلی شناخت بھی سب کے سامنے لانے کا چکر چلانا چاہتی تھی وہ چاہتی ہے کہ تم کسی طرح سے مجبور ہو جاؤ کہ تم اور تمہارے چند ساتھی اس کے ساتھ جا سکیں اور اقارم کو پھر سے جگا سکیں۔ تمہیں زرد مکڑیوں کا شکار بنا کر وہ یہ معلوم کرنے کے لئے گئی ہے کہ تمہاری ایسی کون سی کمزوری ہو سکتی ہے جس کا فائدہ اٹھا کر وہ تمہیں مجبور کر سکے اور تم اور تمہارے ساتھی کسی بھی حال میں اس کے ساتھ جانے سے انکار نہ کر سکیں اور تمہاری اطلاع کے لئے میں تمہیں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ تمہاری ایک کمزوری اسے معلوم ہو چکی ہے جس کا وہ بہت جلد فائدہ اٹھا کر تمہیں اپنے ساتھ لے جانے پر مجبور کر دے گی''...... بوڑھے نے جواب دیا۔

''کون سی کمزوری۔ وہ ایسا کیا کرے گی جو میں اور میرے ساتھی اس شیطانی طاقت کا ساتھ دینے کے لئے تیار ہو جائیں گے''...... عمران نے پریشان ہوتے ہوئے پوچھا۔

''تم نے اور تمہارے ساتھیوں نے اپنی زندگیاں ملک و قوم

کے لئے وقف کر رکھی ہیں۔ ملک و قوم کے مفادات کو نقصان پہنچانے والوں کے خلاف تم اور تمہارے ساتھی سینہ سپر ہو جاتے ہیں اور اگر تمہارے ملک کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی جائے تو تم اس کی تلافی کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا دیتے ہو۔ اسی طرح سے اگر تمہارے ملک کا کوئی قیمتی راز چوری ہو جائے یا کسی اہم شخصیت کو اغوا کر لیا جائے تو تم اور تمہارے ساتھی اس راز یا شخصیت کی واپسی کے لئے دنیا کے کسی بھی حصے کسی بھی کونے میں پہنچ جاتے ہیں اور اپنے ہر ممکن اقدام سے چوری شدہ راز یا اغوا شدہ شخصیت کو واپس لے آتے ہیں۔ غرضیکہ اپنے ملک کے تحفظ کے لئے تم اور تمہارے ساتھی موت کی سرحدوں کو بھی پار کرنے سے نہیں کتراتے اور ملک کی سلامتی اور ملک کے مفادات کا تحفظ کرنا تمہاری اور تمہارے ساتھیوں کی سب سے بڑی کمزوری ہے۔ اس لئے اقارم کی کنیز جو شیطانی طاقت ہے اب تمہاری اس کمزوری کا فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے گی اور وہ تمہارے ملک کا انتہائی اہم راز حاصل کر لے گی جس سے تمہارے ملک پر آفت اور مصیبت آ جائے گی اور تم اور تمہارے ساتھی مجبوراً اپنے ملک کو تباہی اور آفتوں سے بچانے کے لئے اس کا ساتھ دینے کے لئے مجبور ہو جاؤ گے''...... بوڑھے آدمی نے کہا تو عمران کے چہرے پر انتہائی تشویش کے سائے لہرانے شروع ہو گئے۔

''کیا آپ مجھے بتا سکتے ہیں کہ زارکا پاکیشیا کا ایسا کون سا راز

حاصل کرے گی اور اس کا کیا کرے گی جس سے پاکیشیا پر آفات
اور مصیبتیں ٹوٹ پڑیں گی''...... عمران نے پوچھا۔
''نہیں۔ میں اس کے بارے میں تمہیں نہیں بتا سکتا۔ مجھے اس
شیطانی طاقت کے عزائم کا پتہ چلا ہے یہ پتہ نہیں چلا کہ وہ اس
سلسلے میں کیا قدم اٹھائے گی اور پاکیشیا کے کون سے راز حاصل
کرے گی۔ بہرحال وہ جو بھی راز حاصل کرے گی اسے لے جا کر
وہ اس جگہ چھپا دے گی جہاں اقارم دفن ہے تاکہ تم اور تمہارے
ساتھی ہر ممکن طریقے سے اس جگہ تک پہنچ جاؤ جہاں اقارم دفن
ہے''...... بوڑھے آدمی نے کہا۔
''کیا آپ یا شاہ صاحب زارکا کو یہ سب کرنے سے نہیں
روک سکتے''...... عمران نے ہونٹ بھینچتے ہوئے پوچھا۔
''نہیں۔ تمہارے حبشی غلام نے تمہیں بتا تو دیا تھا کہ ہم جیسے
افراد ایسی رذیل اور نابکار ذریتوں سے دور ہی رہنے کی کوشش
کرتے ہیں۔ ہم نہیں چاہتے کہ ہمارا ان سے کوئی واسطہ پڑے یا
کبھی ہمارا ان کا سامنا ہو۔ یہ روحانی دنیا کے معاملے ہیں اس لئے
ان کے بارے میں تم مجھ سے کچھ نہ ہی پوچھو تو بہتر ہوگا۔ بہرحال
چونکہ ہم ان کا سامنا نہیں کرنا چاہتے اس لئے ہم انہیں روک بھی
نہیں سکتے ہیں البتہ ان نابکار ذریتوں کے مقابلے میں جب تم جیسے
افراد آگے آتے ہیں تو روحانی قوتیں ان کے شانہ بشانہ چلتی ہیں
اور ان کی ہر ممکن مدد کرتی ہیں جو کسی بھی رنگ میں اور کسی بھی شکل

میں ہو سکتی ہے۔ میرے کہنے کا یہ مقصد ہے کہ اگر تم ان شیطانی
طاقتوں کے خلاف کام کرو گے تو روحانی طاقتیں تمہارے اور
تمہارے ساتھیوں کے ساتھ ہوں گی جو ہر مشکل وقت میں نہ صرف
تمہاری راہنمائی کریں گی بلکہ تم سب کے لئے بہت سی آسانیاں
بھی فراہم کریں گی۔ جس سے تم ان شیطانی طاقتوں، ان کی مذموم
سازشوں اور ان کی شیطانیت سے محفوظ رہو گے''...... بوڑھے آدمی
نے کہا۔
''مگر میں ان شیطانی طاقتوں سے کیسے نبرو آزما ہو سکتا ہوں۔
جب آپ اور شاہ جیسے نیک بزرگ ان شیطانی طاقتوں سے دور
رہنے کی کوشش کرتے ہیں تو پھر ہمیں اس معاملے میں کیوں آگے
لانے کی کوشش کی جا رہی ہے''...... عمران نے سر جھٹک کر ناچارگی
کے عالم میں کہا۔
''تمہیں آگے لانے میں روحانی طاقتوں کا کوئی عمل دخل نہیں
ہے عمران بیٹے۔ اقارم کی سیاہ کنیز نے اپنے مطلب کے لئے تمہیں
خود چنا ہے۔ اس کام کے لئے تمہیں خاص طور پر کیوں چنا گیا ہے
اس کا جواب تمہیں وہ سیاہ کنیز ہی دے سکتی ہے۔ البتہ تمہیں میں یہ
بتا دوں کہ ایسی رذیل شیطانی طاقتیں جب کسی کے پیچھے پڑ جائیں
تو اس کا قبر تک پیچھا نہیں چھوڑتیں یا پھر جب تک وہ خود فنا نہ ہو
جائیں''...... بوڑھے آدمی نے کہا۔
''تو کیا یہ شیطانی طاقت مجھے قبر تک پہنچانا چاہتی ہے''۔ عمران

نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

''نہیں۔ ابھی نہیں ابھی اسے تمہاری ضرورت ہے۔ جب تمہارے ذریعے اس کا کام پورا ہو جائے گا پھر وہ تمہیں نہیں چھوڑے گی۔ تمہیں ساتھ لے جانے کا اسے ایک آسان راستہ مل گیا ہے۔ ورنہ اس نے تمہارا برا حشر کر کے رکھ دینا تھا اور تمہارے عزیز و اقارب کے ساتھ جو ہونا تھا وہ الگ ہونا تھا''...... بوڑھے آدمی نے کہا۔

''آسان راستے سے آپ کی مراد پاکیشیا کے رازوں سے ہے جنہیں حاصل کر کے اس نے اقارم کے مدفن تک پہنچانا ہے''۔ عمران نے ان کی جانب غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''ہاں''...... بوڑھے آدمی نے کہا۔

''آپ نے مجھے ابھی تک اپنا نام نہیں بتایا''...... عمران نے پوچھا۔

''میں اس قبرستان کا گورکن ہوں اور مجھے یہاں سب سلطان بابا کے نام سے جانتے ہیں''...... بوڑھے آدمی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''آپ نے مجھے یہاں صرف یہ سب بتانے کے بلایا تھا یا کوئی اور بات بھی ہے''...... عمران نے پوچھا۔

''تمہیں شاہ صاحب کا ایک پیغام بھی دینا ہے''...... سلطان بابا نے کہا۔

''کیسا پیغام''...... عمران نے سنجیدگی سے پوچھا۔

''شاہ صاحب کا حکم ہے کہ تم اس شیطانی ذریت کے ساتھ ضرور جاؤ۔ وہ تمہیں اور تمہارے جن ساتھیوں کو جہاں لے جانا چاہتی ہے تم اس پر کوئی اعتراض نہ اٹھاؤ۔ جیسا کہ میں تمہیں پہلے بتا چکا ہوں کہ اس جیسی رذیل شیطانی ذریتوں کے خلاف جب کوئی انسان برسرِ پیکار ہوتا ہے تو روحانی طاقتیں خود بخود حرکت میں آ کر اس انسان کو اپنے حصار میں لے لیتی ہیں اور بڑی سے بڑی مشکلوں سے بھی نکال لاتی ہیں۔ تم اور تمہارے ساتھی اس شیطانی طاقت کے ساتھ جائیں گے تو روحانی طاقتیں تمہاری حفاظت بھی کریں گی اور مشکل وقت میں تمہارا ساتھ بھی دیں گی۔ شاہ صاحب نے یہ بھی کہا ہے کہ اقارم کی شیطانی ذریت تمہیں جن راستوں سے لے جائے اور جو کرنے کے لئے کہے اس کی ہر بات مانتے جاؤ اور اس پر کوئی تعرض نہ کرو۔ شاہ صاحب کا حکم ہے کہ تم اس وقت تک خاموش رہو گے جب تک پانچوں شیطانی ذریتیں تمہیں اس مقام تک نہیں لے جاتیں جہاں اقارم مدفن ہے''...... سلطان بابا نے شاہ صاحب کا حکم بتایا تو عمران ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔

''ٹھیک ہے۔ اگر شاہ صاحب کا حکم ہے تو پھر میں وہی کروں گا جیسا انہوں نے کہا ہے۔ ویسے بھی اب معاملہ پاکیشیا کی سلامتی اور تحفظ کا آ گیا ہے اس لئے اب میں اس سے پیچھے کیسے ہٹ سکتا

ہوں۔ اب معلوم نہیں زارکا نے اقارم کے مدفن میں پاکیشیا کے ایسے کون سے راز لے جا کر چھپا دیئے ہیں یا وہ ایسا کرنے والی ہے جس سے پاکیشیا کے مفادات کو نقصان ہو سکتا ہے''...... عمران نے کہا۔

''اس کا بھی تمہیں جلد علم ہو جائے گا''...... سلطان بابا نے کہا۔

''اچھا یہ بتائیں شاہ صاحب نے مجھے کن ساتھیوں کو اپنے ساتھ لے جانے کا کہا ہے''...... عمران نے پوچھا۔

''اس سلسلے میں انہوں نے صرف اتنا کہا تھا کہ تمہارے ساتھیوں کا انتخاب وہ شیطانی طاقت ہی کرے گی۔ وہ جس جس کا نام لے گی تم انہیں اپنے ساتھ لے جانا اور ایک بات شاہ صاحب نے بار بار کہی تھی کہ تمہیں راستے میں برداشت اور بردباری سے کام لینا ہو گا۔ ہو سکتا ہے کہ راستے میں تمہیں کچھ ایسے کام کرنے پڑیں جو تمہاری سوچ سے بھی بالا تر ہوں۔ شاہ صاحب نے حکم دیتے ہوئے کہا تھا کہ اس وقت تمہیں اپنا دماغ انتہائی ٹھنڈا رکھنا ہو گا تاکہ تم ان راستوں سے گزر کر اقارم کے مدفن تک پہنچ سکو''۔ سلطان بابا نے کہا۔

''کیا مطلب۔ اگر زارکا نے مجھے شیطانی کام کرنے پر اکسایا تو کیا مجھے وہ سب بھی کرنے ہوں گے''...... عمران نے چونک کر اور پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ زارکا اور اس کی چار ساتھی کنیزوں کی باتوں پر عمل کر

کے ہی تم اس جگہ پہنچ سکتے ہو جہاں اقارم مدفن ہے''...... سلطان بابا نے کہا تو عمران نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔

''لیکن''...... عمران نے کچھ کہنا چاہا مگر سلطان بابا نے اسے ہاتھ اٹھا کر بولنے روک دیا۔

''شاہ صاحب کے حکم کے آگے لیکن ویکن کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا عمران بیٹے۔ میں بزرگ ہونے کے ناطے تمہیں یہی مشورہ دوں گا کہ شاہ صاحب کے حکم سے روگردانی کرنے کا سوچنا بھی مت ورنہ تم سخت مصیبت میں پھنس جاؤ گے۔ ایسی مصیبت میں جس سے نکالنے کے لئے شاید تمہارا حبشی غلام اور روحانی طاقتیں بھی تمہاری کوئی مدد نہ کر سکیں۔ اس لئے جیسا تمہیں کہا گیا ہے اس پر عمل کرنا تمہارا فرض ہے''...... سلطان بابا نے کہا تو عمران نے ایک طویل سانس لے کر اثبات میں سر ہلا دیا۔

''ٹھیک ہے سلطان بابا۔ آپ شاہ صاحب سے جا کر کہہ دیں کہ انہوں نے جو حکم دیا ہے میں اس پر پوری طرح سے کاربند رہوں گا اور اس وقت تک خود کو اور اپنے ساتھیوں کو بلیک پرنسز کے رحم و کرم پر چھوڑ دوں گا جب تک وہ ہمیں لے کر اقارم کے مدفن تک نہیں پہنچ جاتیں''...... عمران نے کہا۔

''شاباش۔ یہی تمہارے حق میں بہتر ہو گا۔ شاہ صاحب کے حکم پر عمل کر کے ہی تم کامیابی کی منزل تک پہنچ سکتے ہو''...... سلطان بابا نے اس بار مسکراتے ہوئے کہا۔

”لیکن مجھے کرنا کیا ہوگا۔ آپ کی باتوں سے میں نے صرف یہ اندازہ لگایا ہے کہ شاہ صاحب مجھے اقارم کے مدفن تک پہنچانا چاہتے ہیں۔ میں شاہ صاحب کا حکم مان کر سب کچھ کرلوں گا اور کسی نہ کسی طرح سے اقارم کے مدفن تک پہنچ جاؤں گا لیکن اس کے بعد مجھے کیا کرنا ہوگا اور اقارم کی کنیزوں سے میری اور میرے ساتھیوں کی جان کیسے چھوٹے گی۔ کیا اس کے لئے شاہ صاحب نے کچھ نہیں بتایا ہے“...... عمران نے پوچھا۔

”جب تم اقارم کے مدفن تک پہنچ جاؤ گے تو کسی بھی رنگ میں یا کسی بھی طریقے سے تمہیں یہ بتا دیا جائے گا کہ آگے تمہیں کیا کرنا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ یہ کام تمہارے حبشی غلام سے لیا جائے۔ تم شاہ صاحب کے حکم پر عمل کرتے ہوئے اپنے حبشی غلام کی باتوں پر بھی خاص دھیان دینا۔ وہ اس معاملے میں تمہارا بہترین معاون ثابت ہوگا“...... سلطان بابا نے کہا۔

”میں سمجھ گیا۔ آپ اور شاہ صاحب چاہتے ہیں کہ میں زارکا کی ہر بات پر عمل کروں اور اس کے ذریعے ہر ممکن طریقے سے اقارم کے مدفن تک پہنچ جاؤں“...... عمران نے سمجھ جانے والے انداز میں کہا۔

”ہاں بیٹا۔ یہ بہت ضروری ہے۔ اللہ کی ذات پر بھروسہ رکھو تم پر اور تمہارے ساتھیوں پر کوئی آنچ نہیں آئے گی۔ البتہ یہ ضرور ہوسکتا ہے کہ تمہیں کچھ ایسا دکھائی دے جو تمہارے مزاج اور

تمہارے اصولوں کے خلاف ہو، ایسے وقت میں تمہیں مجھ پر اور شاہ صاحب پر بھروسہ کرنا پڑے گا۔ شاہ صاحب تو شاید تمہاری مدد کے لئے نہ آسکیں مگر میں تم سب کی حفاظت کے لئے کچھ نہ کچھ ضرور کرتا رہوں گا“...... سلطان بابا نے کہا تو عمران نے اثبات میں سر دیا۔

”اب تم جاؤ۔ تمہارے پیچھے ایک دروازہ ہے۔ اسے کھول کر جب تم اندر جاؤ گے تو تم واپس اسی طرح سے اپنے فلیٹ میں پہنچ جاؤ گے جس طرح سے فلیٹ سے نکل کر تم یہاں آئے تھے“۔ سلطان بابا نے کہا تو عمران نے پلٹ کر دیکھا اور حیران رہ گیا کیونکہ اس کے پیچھے واقعی ایک بند دروازہ دکھائی دے رہا تھا اور پہلے والا منظر غائب ہو چکا تھا۔ دروازے کے دائیں بائیں دھند سی چھائی ہوئی تھی جیسے وہ دروازہ دھند کی دیواروں میں لگا ہوا ہو۔

”جاتے جاتے میں تمہیں ایک بات اور بتا دوں۔ تمہاری وجہ سے اقارم اور اس کی شیطانی طاقتیں فنا ہوں گی تو آنے والے وقتوں میں دنیا ان کے ہاتھوں تباہ و برباد ہونے سے بچ جائے گی۔ اقارم نے ابھی مزید تین ہزار سال مدفن رہنا تھا۔ تین ہزار سال کے بعد جب وہ خود جاگتا تو وہ ہر طرف اپنی شیطانی طاقتوں کا جال پھیلا دیتا اور اس دور کے انسان اس شیطان کے ہاتھوں اس قدر نقصان اٹھاتے جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اگر اس شیطان کو وقت سے پہلے ہی ختم کر دیا جائے گا تو آنے والی نسلیں

ہمیشہ کے لئے اس کے شر سے محفوظ ہو جائیں گی جو تمہاری آج کی محنت کی مرہونِ منت ہوں گی۔ جس سے تمہیں نیکیوں کا بہت بڑا خزانہ مل جائے گا جس سے تمہاری عاقبت سدھر سکتی ہے۔ اس لئے اس کام کے لئے تم ناک بھوں مت چڑھانا اس کام کے لئے تم اگر خوشدلی سے جاؤ گے تو تمہارا دماغ تازہ رہے گا اور تمہیں ہر مسئلے کا کوئی نہ کوئی حل ضرور مل جائے گا۔ اگر تم ناخوش گئے اور الجھے رہے تو پھر تمہارے لئے چھوٹی چھوٹی باتیں بھی انتہائی پریشانی کا باعث بن جائیں گی اور تم الجھنوں اور مشکلوں کا شکار ہو جاؤ گے"۔ سلطان بابا نے کہا۔

"آپ بے فکر رہیں۔ میں اپنا ہر کام سوچ سمجھ کر اور انتہائی جانفشانی سے کرتا ہوں۔ کوئی بھی مہم ہو میں اس سے ڈر کر اور پریشان رہنے کی بجائے ہمیشہ اسے انجوائے کرتے ہوئے پورا کرتا ہوں۔ میں اپنا دماغ حاضر رکھتا ہوں اور حالات کو کبھی اپنے سر پر سوار نہیں ہونے دیتا"...... عمران نے مسکرا کر کہا۔

"بہت خوب۔ تب پھر تم بھی بے فکر رہو۔ تمہارے سامنے آنے والے تمام دشوار گزار راستے آسان اور سہل ہو جائیں گے"۔ سلطان بابا نے کہا۔

"آپ بار بار راستوں کا ذکر کر رہے ہیں۔ کیا مجھے اور میرے ساتھیوں کو اقارم کے مدفن تک جانے کے لئے خطرناک راستوں سے گزرنا ہوگا"...... عمران نے پوچھا۔

"ہاں۔ ان راستوں سے گزارنے کے لئے ہی تو تمہیں اقارم کی کنیزوں کے ساتھ بھیجا جا رہا ہے"...... سلطان بابا نے کہا۔

"میں سمجھا نہیں"...... عمران نے چونک کر کہا۔

"وقت کے ساتھ تم سب سمجھ جاؤ گے۔ اب تم جاؤ۔ میرے واپس جانے کا وقت ہو گیا ہے۔ میں اب زیادہ دیر تمہارے پاس نہیں رک سکتا"...... سلطان بابا نے کہا۔

"کیوں۔ آپ نے کہاں جانا ہے"...... عمران نے پوچھا۔

"جہاں سے آیا تھا"...... سلطان بابا نے مسکرا کر کہا۔

"کہاں سے آئے تھے اور آپ نے مجھ سے ملاقات کے لئے قبرستان ہی کیوں چنا تھا۔ آپ مجھے کہیں اور بھی تو مل سکتے تھے"...... عمران نے کہا۔

"جس قبرستان میں تم موجود ہو۔ یہاں نیک لوگ مدفون ہیں۔ یہاں نہ تو کوئی نابکار بدروحیں آتی ہیں اور نہ ہی کوئی شیطانی طاقت۔ شاہ صاحب نہیں چاہتے تھے کہ تمہاری اور میری ملاقات کا ان رذیل شیطانی ذریتوں کو علم ہو اسی لئے میں نے تمہیں یہاں بلایا تھا"...... سلطان بابا نے جواب دیا۔

"اوہ۔ اور آپ۔ آپ کہاں سے آئے ہیں"...... عمران نے سمجھ جانے والے انداز میں سر ہلا کر کہا۔

"مجھ جیسے فقیر لوگوں کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہوتا۔ ہم کہیں بھی رہ سکتے ہیں اور کہیں بھی جا سکتے ہیں۔ سمجھ لو کہ جہاں تم اس وقت موجود ہو

میں یہیں کا رہنے والا ہوں۔ اب بس اس سے زیادہ میں تمہیں نہیں بتا سکتا۔ اب تم جاؤ۔ اللہ حافظ“......سلطان بابا نے کہا اور اس سے پہلے کہ عمران ان سے مزید کوئی سوال کرتا سلطان بابا مڑے اور تیزی سے آگے بڑھ کر دھند میں غائب گئے۔

بوڑھے ہونے کے باوجود وہ جس تیزی سے آگے بڑھے تھے ان کی پھرتی دیکھ کر عمران جیسا انسان بھی دنگ رہ گیا تھا۔ عمران چند لمحے وہاں کھڑا سلطان بابا کی باتوں پر غور کرتا رہا کہ وہ کہاں سے آئے تھے۔ ان کی یہ بات عمران کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ وہ اسی قبرستان کے باسی ہیں۔ جبکہ پہلے انہوں نے اپنے لئے گورکن کے الفاظ استعمال کئے تھے۔ اس نے دھند کی دوسری طرف دیکھنے کی کوشش کی لیکن اسے سلطان بابا کہیں دکھائی نہ دیئے۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ اس دھند میں کسی قبر میں سما گئے ہوں یا پھر اندھیرے کا فائدہ اٹھا کر کہیں دور چلے گئے ہوں۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ سلطان بابا جس تیزی سے بھاگ کر گئے تھے عمران نے ان کے بھاگتے ہوئے قدموں کی کوئی آواز نہیں سنی تھی۔ چند لمحے عمران اسی طرح سے کھڑا رہا پھر وہ مڑا اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس دروازے کے پاس آ گیا جو اس سے کچھ فاصلے پر تھا۔ دروازے کے اردگرد کثیف دھند چھائی ہوئی تھی۔

دروازہ بالکل عمران کے بیڈ روم کے دروازے جیسا ہی تھا۔ عمران نے ہینڈل پکڑ کر گھمایا اور دروازے کو ہلکا سا دھکا دیا تو

دروازہ کھلتا چلا گیا۔ دوسری طرف بھی اندھیرا تھا۔ عمران آگے بڑھ آیا۔ جیسے ہی وہ اندر آیا اسی لمحے اس کے عقب میں دروازہ بند ہونے کی آواز سنائی دی اور ساتھ ہی عمران کی آنکھوں کے سامنے چھایا ہوا اندھیرا دور ہو گیا اور عمران خود کو اپنے فلیٹ کے بیڈ روم میں دیکھ کر ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔

ڈاکٹر کرسٹائن نے زامبا کے کہنے پر پندرہ آدمیوں کو چن کر اپنے ساتھ لے لیا تھا۔ جو جرائم پیشہ ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی مضبوط اعصاب کے مالک بھی تھے۔

ان پندرہ افراد کو ڈاکٹر کرسٹائن نے مختلف جوا خانوں، بارول اور جرائم کے دوسرے ٹھکانوں سے حاصل کیا تھا۔ وہ اپنے ساتھ جوان اور مضبوط جسامت والے آدمیوں کو لے جانا چاہتا تھا تاکہ خطرناک صورتحال میں بھی وہ خود کو سنبھال سکیں اور ڈر اور خوف کی وجہ سے ان کی جان نہ جا سکے۔ ان آدمیوں کو اپنے ساتھ لے جانے کے لئے ڈاکٹر کرسٹائن نے ان سب سے الگ الگ میٹنگز کی تھیں اور انہیں ایک ایسے فرضی نقشے کے بارے میں بتایا تھا جس کے ذریعے وہ ایک قدیم خزانے تک پہنچ سکتے تھے جو مصر کے اہراموں میں کہیں دفن تھا۔ خزانے کا سن کر ان سب کی آنکھوں پر

لالچ کی پٹی بندھ گئی تھی۔ ڈاکٹر کرسٹائن نے انہیں یقین دلایا تھا کہ قدیم خزانہ حاصل کر کے وہ سب آپس میں تقسیم کر لیں گے اور پھر واپس آ کر وہ عیش و آرام کی زندگیاں بسر کریں گے جس پر ان سب نے ہی بغیر کسی پس و پیش کے ڈاکٹر کرسٹائن کا ساتھ دینے کی حامی بھر لی تھی۔

جن راستوں پر ڈاکٹر کرسٹائن نے سفر کرنا تھا وہ راستے زمین دوز تھے جہاں انہیں جگہ جگہ پر کھدائیاں کرنے کی بھی ضرورت پیش آ سکتی تھی اس لئے ڈاکٹر کرسٹائن نے تیزی سے ضرورت کی چیزیں خریدنا شروع کر دی تھیں۔ جب تمام سامان اکٹھا ہو گیا تو ڈاکٹر کرسٹائن نے اپنے تمام ساتھیوں کو بلا لیا۔ انہیں چونکہ مصر جانا تھا اس لئے ڈاکٹر کرسٹائن نے ان کے ضروری کاغذات لے کر ان کے سفری دستاویزات کے ساتھ مصر میں قیام کے لئے بھی دستاویزات بنوا لئے تھے۔

جب تمام کام پورے ہو گئے تو ڈاکٹر کرسٹائن نے ان پندرہ افراد کو اپنے ساتھ چلنے کے لئے کال دے دی اور وہ سب مقررہ وقت پر سی پورٹ پہنچ گئے جہاں انہیں ایک بحری جہاز میں مصر تک سفر کرنا تھا۔ گو کہ ڈاکٹر کرسٹائن دوسرے ذرائع آمد و رفت سے بھی انہیں لے جا سکتا تھا لیکن سمندری راستہ اختیار کرنے کے لئے ڈاکٹر کرسٹائن کو زامبا نے ہی مشورہ دیا تھا اس لئے ڈاکٹر کرسٹائن نے بحری جہاز میں ہی اپنے لئے اور ان سب کے لئے ٹکٹیں بک

کرائی تھیں اور اب بحری جہاز ان سب کو لے کر اپنی منزل کی
جانب رواں دواں تھا۔

زامبا نے ایک سیاہ فام حبشی کا روپ دھار رکھا تھا جو بے حد
تڑنگا اور انتہائی مضبوط جسم کا مالک تھا۔ اس نے نیلی جینز اور
جیکٹ پہن رکھی تھی جس میں اس کی شخصیت بے حد ڈشنگ دکھ
دے رہی تھی۔ اس نے آنکھوں پر سیاہ چشمہ لگا رکھا تھا۔ زامبا
لئے کوئی بھی روپ دھارنا آسان تھا لیکن چونکہ وہ ایک شی
ذریت تھی اس لئے وہ اپنی آنکھیں تبدیل نہیں کر سکتا تھا۔ اس
آنکھیں گول اور سفید تھیں۔ جن میں قرینے نام کی کوئی چیز مو
نہیں تھی۔ وہ جو بھی روپ دھار لیتا اس کی آنکھیں ایسی ہی ر
تھیں۔ اس لئے ڈاکٹر کرسٹائن نے اسے سیاہ چشمہ لگانے
ہدایات دے رکھی تھیں اور وہ ہر وقت سیاہ چشمے کا ہی استعمال ک
تھا۔

ڈاکٹر کرسٹائن اس وقت جہاز میں ریلنگ کے کنارے پر ک
تھا۔ زامبا اس کے ساتھ کسی باڈی گارڈ کی طرح خاموش اور م
کھڑا تھا۔ ان کے باقی ساتھی یا تو جہاز کے کیبنوں میں تھے یا
بار رومز میں انجوائے کر رہے تھے۔

''مصر ہم بذریعہ ہوائی جہاز بھی جا سکتے تھے۔ پھر تم نے
خاص طور پر شپ میں سفر کرنے کا کیوں کہا تھا''...... ڈاکٹر کرسٹ
نے مڑ کر زامبا کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔ وہاں ان دونوں

سوا کئی نہیں تھا۔

''یہ ضروری ہے آقا''...... زامبا نے جواب دیا۔

''کیوں ضروری ہے۔ میں تم سے یہی تو پوچھ رہا ہوں''۔ ڈاکٹر کرسٹائن نے کہا۔

''آقا۔ اگر ہم دوسرے ذرائع استعمال کرتے تو بلیک پرنسز کو ہمارے بارے میں علم ہو جاتا۔ بلیک پرنسز ہر طرف جا سکتی ہیں لیکن وہ پانی سے ڈرتی ہیں اور پانی پر نہ سفر کرتی ہیں اور نہ ہی اس طرف رخ کرتی ہیں جس طرف پانی موجود ہو۔ میں چاہتا تھا کہ ہم سفر کی شروعات پانی سے کریں تاکہ بلیک پرنسز کو ہمارے سفر کرنے کا علم نہ ہو سکے۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ ہمارے راستے میں بے شمار رکاوٹیں کھڑی کر سکتی تھیں اور ہمیں نقصان بھی پہنچا سکتی تھی''...... زامبا نے کہا۔

''کیوں۔ وہ ہمیں نقصان کیوں پہنچائیں گی''...... ڈاکٹر کرسٹائن نے پوچھا۔

''وہ میری وجہ سے جاگی ہیں آقا۔ انہیں اس بات کا بھی علم ہے کہ ہم اقارم تک پہنچنے کے لئے کیا کر سکتے ہیں اور وہ خود بھی چونکہ اقارم تک پہنچ کر اسے زندہ کرنا چاہتی ہیں اس لئے وہ ہمیں آسانی سے وہاں نہیں پہنچنے دیں گی جہاں اقارم مدفن ہے''۔ زامبا نے کہا تو ڈاکٹر کرسٹائن نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔

''تو کیا وہ ہمیں مصر یا ان راستوں پر آ کر نقصان نہیں پہنچا سکتی

ہیں جہاں سے ہم نے مدفن تک پہنچنا ہے"...... ڈاکٹر کرسٹائن نے پوچھا۔

"نہیں آقا۔ مصر کی سرزمین پر قدم رکھتے ہی ہم آزاد ہو جائیں گے۔ مصر کی تاریخ پراسرار اور ماورائی واقعات سے بھری ہوئی ہیں جہاں بے شمار قومیں آباد تھیں۔ وہاں شیطانی نمائندے بھی رہتے تھے اور روحانی علم رکھنے والوں کی بھی وہاں کوئی کمی نہیں تھی۔ قدیم روایات کے مطابق مصر دنیا کی انتہائی پراسرار سرزمین ہے جہاں ایک سے بڑھ کر ایک طاقت اور عجوبے موجود ہیں۔ ان میں سے کچھ طاقتیں اور کچھ عجوبے نمایاں ہو چکے ہیں لیکن ابھی اس سرزمین کے نیچے اور کیا ہے اس کے بارے میں شاید ہی کسی کو کچھ معلوم ہو۔ اس سرزمین کے نیچے چونکہ زیادہ باطلی قوتیں مدفن ہیں اس لئے سطح پر رہنے والی باطلی قوتوں کو بھی سنبھل کر اور انتہائی ہوشیار رہنا پڑتا ہے کیونکہ بعض شیطانی طاقتیں ہی شیطانی طاقتوں کی سب سے بڑی دشمن ہوتی ہیں۔ ایسا صرف ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کے لئے ہوتا ہے۔ ہر طاقت یہی سمجھتی ہے کہ وہ شیطان کی سب سے بڑی طاقت یا سب سے بڑی ذریت ہے اور باقی تمام طاقتیں اور ذریتیں اس کے تابع ہیں۔ جبکہ ایسا نہیں ہوتا۔ ہر شیطانی طاقت اور ذریت شیطان کی پیدا کردہ ضرور ہوتی ہیں لیکن ان سب کی شکلیں اور ان کے کام الگ الگ ہوتے ہیں اور انہیں شیطان اپنے خاص مقاصد کے لئے ہی پیدا کرتا ہے اس لئے

ان کی ذرا سی غلطی انہیں مصیبتوں اور پریشانیوں میں مبتلا کر دیتی ہے۔ اگر بلیک پرنسز کو ہمارے وہاں آنے کا علم ہو بھی گیا تو وہ ہم پر وار کرنے یا ہمارے سامنے آنے سے گریز کریں گی"۔ زامبا نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

"تم نے کہا تھا کہ وہ بھی اقارم کو زندہ کرنا چاہتی ہیں۔ وہ تو تم سے بھی زیادہ زیرک اور طاقتور ہیں ایسا نہ ہو کہ ہم سے پہلے وہ اقارم تک پہنچ جائیں اور اگر انہوں نے ہم سے پہلے اقارم کو حاصل کر کے اسے جگا دیا تو"...... ڈاکٹر کرسٹائن نے کہا۔

"یہ درست ہے کہ بلیک پرنسز مجھ سے کہیں زیادہ زیرک اور خوفناک ہیں۔ مگر شیطانی اصولوں کی وجہ سے وہ بھی پابند ہیں وہ اس جگہ تک تو آسانی سے پہنچ سکتی ہیں جہاں اقارم کا بت دفن ہے لیکن وہ بھی میری طرح سے خود اقارم کو نہ پہاڑ کے نیچے سے نکال سکتی ہیں اور نہ ہی اسے جگا سکتی ہیں۔ ان کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے ساتھ کچھ انسانوں کو لے جائیں جو اقارم تک پہنچنے والے راستوں سے گزریں اور پھر اقارم کو پہاڑ کے نیچے سے نکالیں۔ تب ہی اقارم زندہ ہو سکتا ہے ورنہ نہیں"...... زامبا نے جواب دیا۔

"اوہ۔ تو کیا وہ اقارم کو زندہ کرنے کے لئے کسی انسان کا استعمال کر سکتی ہیں"...... ڈاکٹر کرسٹائن نے چونک کر پوچھا۔

"ہاں آقا۔ وہ بہت کچھ کر سکتی ہیں اور اس کا انہوں نے آغاز

بھی کر لیا ہے۔ بلیک پرنسز چونکہ جاگ چکی ہیں اس لئے وہ اب
اقارم کو بھی وقت سے پہلے جگانا چاہتی ہیں تاکہ وہ اس کے ساتھ
رہ سکیں اور اس کی خدمت کر سکیں۔ بلیک پرنسز جن زادیاں ہیں
اور ان میں سے ایک جن زادی جس کا نام زارکا ہے اس نے
انسانی دنیا میں آ کر چند ایسے افراد کو تلاش کر لیا ہے جو ان کی مدد
کر سکتے ہیں اور ان کے لئے اقارم تک پہنچ سکتے ہیں۔ ان افراد کا
تعلق چونکہ روشنی کی دنیا سے ہے اور وہ باطلی دنیا کے خلاف کام
کرنے والے ہیں اس لئے زارکا انہیں مجبور کرنے میں لگی ہوئی
ہے کہ وہ ان کا ساتھ دیں اور ان کے ساتھ جا کر اقارم کو حاصل
کرنے اور اسے پھر سے زندہ کرنے میں معاونت کریں''...... زامبا
نے کہا تو ڈاکٹر کرسٹائن کے چہرے پر تشویش کے سائے پھیل
گئے۔

''اوہ۔ وہ انسان کون ہیں اور کیا وہ واقعی بلیک پرنسز کی مدد کر
سکتے ہیں''...... ڈاکٹر کرسٹائن نے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

''ان کا تعلق پاکیشیا سے ہے آقا''...... زامبا نے کہا اور پھر وہ
ڈاکٹر کرسٹائن کو عمران، جوزف اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں
بتانے لگا۔ اس نے ڈاکٹر کرسٹائن کو یہ بھی بتا دیا تھا کہ زارکا عمران
کو مجبور کرنے کے لئے کیا کچھ کر رہی تھی۔ عمران اور اس کے
ساتھیوں کے بارے میں سن کر ڈاکٹر کرسٹائن حیران رہ گیا تھا۔
زامبا نے اسے ان کے سابقہ ماورائی کارناموں کے بارے میں بھی

بتایا تھا۔ خاص طور پر جوزف کی پراسرار طاقتوں سے ڈاکٹر کرسٹائن
بے حد مرعوب ہو گیا تھا اور جب اسے معلوم ہوا کہ جوزف کے
پاس ماورائی طاقتوں کے خلاف کام کرنے والی چیزوں سے بھرا ہوا
ایک صندوق ہے تو اسے جوزف پر رشک آنے لگا اور وہ سوچنے لگا
کہ جوزف جیسے طاقتور انسان کو اس کا غلام اور اس کے پاس موجود
سیاہ صندوق کو اس کی ملکیت ہونا چاہئے تھا۔ اگر وہ دونوں اسے مل
جائیں تو وہ پوری دنیا میں تہلکہ مچا سکتا ہے۔ زامبا شیطانی ذریت
تھی لیکن چونکہ وہ ایک انسانی جسم میں گھسا ہوا تھا اور اس انسانی
جسم میں جناتی طاقتوں کا بھی عنصر موجود تھا اس لئے وہ عمران اور
اس کے ساتھیوں کا آسانی سے نام لے رہا تھا۔

''عمران اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ اگر مکاشو جیسا انسان
ہے تو پھر ہمارے مقابلے میں ان کی کامیابی تو یقینی ہے۔ اگر بلیک
پرنسز انہیں اپنے ساتھ لے گئی تو پھر وہ نہ صرف ہم سے پہلے
وہاں پہنچ جائیں گے بلکہ وہ کامیابی سے بھی ہمکنار ہو جائیں گے
اور جن راستوں سے ہم جا رہے ہیں اگر وہ بھی ان راستوں پر
آ گئے تو ان کا اور ہمارا ٹکراؤ یقینی ہے۔ ایسی صورت میں تو وہ ہمیں
بھی نقصان پہنچا سکتے ہیں''...... ڈاکٹر کرسٹائن نے پریشانی کے عالم
میں کہا۔

''نہیں آقا۔ اقارم تک پہنچنے کے دو راستے ہیں۔ دونوں ہی بے
حد خطرناک اور انتہائی دشوار گزار ہیں۔ ان میں سے ہمیں بھی ایک

راستے کا انتخاب کرنا ہوگا اور ان کو بھی۔ جن راستوں پر ہم سفر کریں گے ان راستوں میں وہ نہیں آ سکیں گے اور جہاں وہ ہوں گے ہم وہاں نہیں جا سکیں گے۔ ہم دونوں کو ہی پانچ پانچ مختلف راستوں یا مرحلوں سے گزرنا ہوگا۔ البتہ ہمارے اور ان کے لئے آخری مرحلہ بے حد مشکل ثابت ہو سکتا ہے۔ آخری مرحلے میں جب ہم اور وہ اس پہاڑی علاقے میں پہنچ جائیں گے جہاں اقارم دفن ہے تب ہمارا اور ان کا ٹکراؤ یقینی ہے۔ لیکن آپ فکر نہ کریں دھند کی وادی میں جہاں ایک پہاڑ کے نیچے اقارم کا بت موجود ہے وہاں پہنچتے ہی میری طاقتوں میں بے حد اضافہ ہو جائے گا ایسی صورت میں بلیک پرنسز اور عمران اور اس کے ساتھیوں سے میں آسانی سے مقابلہ کرلوں گا''...... زامبا نے کہا تو ڈاکٹر کرسٹائن کے چہرے پر قدرے سکون آ گیا۔

''ویسے ہم کوشش کریں گے کہ ہم عمران اور اس کے ساتھیوں اور بلیک پرنسز سے پہلے اقارم کے مدفن تک پہنچ جائیں۔ اگر ہم نے اقارم کو ان سے پہلے حاصل کر لیا تو پھر شکست ان کا ہی مقدر ہوگی''...... زامبا نے چند لمحوں کے بعد دوبارہ کہا۔

''اب یہ تمہاری ذمہ داری ہے کہ تم مجھے ان سب سے پہلے اقارم کے مدفن تک لے جاؤ''...... ڈاکٹر کرسٹائن نے کہا۔

''میں پوری کوشش کروں گا آقا کہ ہم جلد سے جلد اور ان سے پہلے وہاں پہنچ جائیں''...... زامبا نے جواب دیا۔

''جب وہ دوسرے راستوں پر سفر کریں گے تو کیا تم ان پر نظر رکھ سکو گے کہ وہ کہاں ہیں اور کیا کر رہے ہیں''...... ڈاکٹر کرسٹائن نے پوچھا۔

''ہاں آقا۔ میں آسانی سے ان پر نظر رکھ سکتا ہوں''...... زامبا نے جواب دیا۔

''اس وقت عمران اور اس کے ساتھی کہاں ہیں۔ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ وہ ہم سے پہلے مصر پہنچ چکے ہوں''...... ڈاکٹر کرسٹائن نے کہا۔

''نہیں آقا۔ وہ ابھی پاکیشیا میں ہی ہیں۔ جب تک وہ مصر پہنچیں گے اس وقت تک ہم اپنے مخصوص راستوں پر گامزن ہو چکے ہوں گے۔ میں آپ کو ان دو راستوں میں سے اس راستے سے اقارم کے مدفن تک لے جاؤں گا جو دوسرے راستے سے قدرے آسان ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ دوسرے راستے پر بلیک پرنسز، عمران اور اس کے ساتھی سفر کریں تاکہ ان راستوں پر ان کا قدم قدم پر موت سے سامنا ہو اور وہ ان راستوں میں ہی پھنس کر رہ جائیں''...... زامبا نے کہا۔

''اوہ ہاں یہ ٹھیک ہے۔ اگر وہ ان خطرناک اور دشوار گزار راستوں میں پھنس جائیں گے تو ہم ان سے پہلے آگے بڑھتے ہوئے اقارم کے مدفن تک پہنچ جائیں گے''...... ڈاکٹر کرسٹائن نے کہا تو زامبا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

عمران دانش منزل کے آپریشن روم میں داخل ہوا تو بلیک زیرو اس کے احترام میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ عمران کے چہرے پر انتہائی سنجیدگی کے تاثرات نمایاں تھے اور وہ گہرے خیالوں میں کھویا ہوا تھا۔ بلیک زیرو بھی پریشان اور الجھا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔

"اچھا ہوا آپ خود ہی یہاں آ گئے ہیں عمران صاحب۔ ورنہ میں آپ کو بلانے کے لئے کال کرنے کا سوچ ہی رہا تھا"۔ سلام و دعا کے بعد بلیک زیرو نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"کیوں کوئی خاص بات ہو گئی ہے کیا۔ پاکیشیا کا کوئی اہم ترین راز غائب ہو گیا ہے یا کوئی سائنس دان اغوا ہو گیا ہے"...... عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے پوچھا۔

"آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ ایسا ہی کچھ معاملہ ہوا ہے"۔ بلیک زیرو نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"مجھے اس کی پیشگی اطلاع مل چکی ہے کہ پاکیشیا کے کچھ اہم ترین راز چوری ہونے والے ہیں ایسے راز جس سے پاکیشیا مشکل میں پڑ سکتا ہے اور پاکیشیا کی سلامتی پر حرف آ سکتا ہے"...... عمران نے سنجیدگی سے کہا۔

"حیرت ہے۔ کس نے دی ہے آپ کو ایسی اطلاع۔ کیا آپ کی کسی فارن ایجنٹ سے بات ہوئی تھی"...... بلیک زیرو نے کہا۔

"انہیں تم فارن ایجنٹ تو نہیں کہہ سکتے مگر اولڈ ایجنٹ ضرور کہہ سکتے ہو"...... عمران نے مسکرا کر کہا۔

"اولڈ ایجنٹ۔ میں سمجھا نہیں"...... بلیک زیرو نے کہا۔

"کیا نہیں سمجھے اولڈ یا ایجنٹ"...... عمران نے کہا۔

"دونوں کا مفہوم"...... بلیک زیرو نے کہا۔

"اولڈ کا مطلب بوڑھا ہوتا ہے اور ایجنٹ جاسوس کو کہتے ہیں۔ یعنی بوڑھا جاسوس۔ لیکن یہ جاسوس ہماری دنیا سے ہٹ کر ہے جو روحانی دنیا کا باسی ہے اور باطنی دنیا کی جاسوسی کرتا ہے اور ان کے راز حاصل کر کے ان کے خلاف کارروائی کرانے کے لئے مجھ جیسے حقیر فقیر، پُرتقصیر سے رابطہ کرتا ہے"...... عمران نے کہا۔

"باطنی دنیا۔ باطنی دنیا کے بارے میں راز حاصل کرنا اور ان کے خلاف کام کرنے والا تو ایک ہی انسان ہے جوزف۔ آپ شاید اسی کی بات کر رہے ہیں"...... بلیک زیرو نے کہا۔

"کہاں پہنچ گئے ہو۔ جوزف نہ تو اولڈ ہے اور نہ ہی

ایجنٹ''...... عمران نے منہ بنا کر کہا۔

''تو پھر آپ کس بوڑھے ایجنٹ کی بات کر رہے ہیں''۔ بلیک زیرو نے کہا۔

''پہلے تم بتاؤ کہ ہوا کیا ہے۔ اس کے بعد میں تمہیں سار تفصیل بتا دوں گا پھر تم اولڈ کا مطلب بھی سمجھ جاؤ گے اور ایجنٹ کا بھی''...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''پاکیشیا کی لیبارٹریوں کی آل سائنس پراجیکٹس جسے اے ا پی کہا جاتا ہے کی فائل غائب ہو گئی ہے''...... بلیک زیرو نے کہ

عمران بے اختیار اچھل پڑا۔

''اے ایس پی فائل غائب ہوئی ہے۔ اوہ۔ اوہ۔ اس فائل میں تو پاکیشیا کے تمام سائنس پراجیکٹس کی رپورٹس ہیں۔ پاکیشیا نے آج تک کیا بنایا ہے اور آگے کیا بنایا جاتا ہے۔ سائنس ورک کی تمام تفصیلات اس فائل میں موجود ہوتی ہیں اور وہ فائل وزارت سائنس کے خاص انڈر گراؤنڈ سٹرانگ روم میں ہوتی ہے''۔ عمرا نے کہا۔

''جی ہاں۔ میں اسی فائل کی بات کر رہا ہوں۔ یہ فائل پاکی کے لئے انتہائی اہمیت کی حامل ہے۔ اگر یہ فائل دشمنوں کے ہاتھ لگ جائے تو انہیں نہ صرف پاکیشیا میں کی گئی اب تک کی تما ایجادات کا علم ہو جائے گا بلکہ یہ بھی پتہ چل جائے گا کہ پاکی سائنس ٹیکنالوجی میں آگے کیا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ یہی نہ

فائل میں پاکیشیا کی تمام خفیہ سائنسی لیبارٹریوں کی تفصیلات موجود ہیں جن کے بارے میں اگر دشمنوں کو پتہ چل جائے تو وہ سانی سے انہیں ہٹ کر سکتے ہیں۔ فائل میں لیبارٹریوں کی تمام تر یلات موجود ہیں کہ وہاں کون کون تعینات ہے اور لیبارٹریوں کی کورٹی پوزیشن کیا ہے''...... بلیک زیرو نے کہا۔

''بہت اونچا ہاتھ مارا ہے اس نے''...... عمران نے ہونٹ بھینچتے ئے کہا۔

''اونچا ہاتھ۔ کیا مطلب۔ میں سمجھا نہیں۔ آپ کس کی بات کر ہے ہیں''...... بلیک زیرو نے چونک کر پوچھا۔

''بتاتا ہوں پہلے تم یہ بتاؤ کہ اس فائل کے غائب ہونے کا پتہ چلا ہے''...... عمران نے سنجیدگی سے پوچھا۔

''سر داور نے محکمہ سائنس کو ایک نئے سائنسی پراجیکٹ کے ویزات بھیجے تھے جنہیں وزارت سائنس کے سپیشل سیکرٹری نگ روم میں اے ایس پی فائل میں رکھنے گئے تھے تو وہاں نہ صرف سٹرانگ روم کھلا ہوا ملا تھا بلکہ وہ سیف بھی جس میں ایس پی فائل موجود تھی۔ فائل کی گمشدگی نے وہاں اچھا خاصا کھڑا کر دیا تھا۔ اس سٹرانگ روم میں یا تو خود وزیر سائنس جا ہیں یا پھر ان کا سپیشل سیکرٹری۔ تیسرا کوئی فرد وہاں نہیں جا سکتا اور سٹرانگ روم کو کھولنے کے لئے نمبرنگ پینل لگے ہوئے ہیں کے کوڈ وزیر سائنس اور سپیشل سیکرٹری کے پاس ہی ہوتے ہیں۔

کوڈ وہ ہفتے میں ایک بار بدل دیتے ہیں تاکہ سٹرانگ روم زیادہ سیکور رہ سکے۔ لیکن اب سٹرانگ روم کے ساتھ سیف بھی کھلا ہوا تھا اور اے ایس پی فائل غائب ہو گئی تھی۔ جس کا سرداور سمیت، پرائم منسٹر اور صدر مملکت نے سخت نوٹس لیتے ہوئے وزیر سائنس کو ان کے عہدے سے برطرف کر دیا ہے اور ان کے ساتھ سپیشل سیکرٹری کو بھی حراست میں لے لیا گیا ہے۔ ان سے ہائی لیول پر پوچھ گچھ کی جا رہی ہے مگر وہ اس بات سے قطعی لاعلم ہیں کہ سٹرانگ روم اور سیف کیسے کھلی ہے اور اے ایس پی فائل کہاں غائب ہو گئی ہے''...... بلیک زیرو نے کہا۔

''اس فائل کی گمشدگی نے تو اعلیٰ حکام کو ہلا کر رکھ دیا ہو گا''...... عمران نے کہا۔

''جی ہاں۔ صدر مملکت نے فائل کی گمشدگی کے حوالے سے ایک ہنگامی اور خفیہ اجلاس طلب کیا ہے جس میں فائل کی گمشدگی کے حوالے سے انہیں خصوصی بریفنگ دی جائیں گی اور فائل کی گمشدگی سے پیدا ہونے والی صورتحال سے انہیں آگاہ کیا جائے گا۔ اس اجلاس میں سر سلطان بھی شریک ہوں گے اور ایوانِ صدر کی جانب سے چیف ایکسٹو کو بھی خاص طور پر مدعو کیا گیا ہے''۔ بلیک زیرو نے کہا۔

''یہ سب کرنے سے کیا ہو گا۔ میٹنگز کرنے یا ہنگامی اجلاس بلانے سے کیا فائل واپس آ جائے گی''...... عمران نے منہ بنا۔

ہوئے کہا۔

''اس قدر ٹائٹ اور فول پروف سیکورٹی ہونے کے باوجود فائل کا اس طرح سے غائب ہو جانا انہونی سی بات ہے عمران صاحب۔ اس کی گمشدگی میں کسی نہ کسی کا تو ہاتھ ہے۔ میٹنگز میں ان خفیہ ہاتھوں کو تلاش کرنے اور اس فائل کو ملک سے باہر جانے سے روکنے کے لئے پلاننگ کی جائے گی۔ اجلاس میں ہمارے ساتھ ساتھ خفیہ ایجنسیوں کے تمام سربراہان کو بھی بلایا گیا ہے۔ انتہائی پراسرار انداز میں سٹرانگ روم اور سیف کے کھلنے کے بارے میں حقیقت جاننے کے لئے ابتدائی کام ملٹری انٹیلی جنس کے سپرد کیا گیا ہے۔ انہوں نے اب تک جو معلومات حاصل کی ہیں۔ ان کے مطابق سٹرانگ روم میں کوئی انسان داخل نہیں ہوا ہے۔ سٹرانگ روم کی سیکورٹی کے لئے سیکورٹی کیمرے بھی نصب ہیں جن سے سٹرانگ روم کی اندر اور باہر سے سخت چیکنگ کی جاتی ہے۔ ملٹری انٹیلی جنس کے چیف کرنل احتشام نے تمام فوٹیج چیک کئے ہیں اور آپ کو یہ سن کر اور زیادہ حیرت ہو گی کہ فوٹیج میں سٹرانگ روم اور پھر اے ایس پی فائل والا سیف خود بخود کھلتا دکھائی دیا ہے جیسے وہاں کوئی غیبی طاقت آئی ہو اور وہ سٹرانگ روم اور پھر سیف کھول کر اس میں سے اے ایس پی فائل نکال کر لے گئی ہو''...... بلیک زیرو نے کہا۔

''حقیقت بھی یہی ہے۔ اے ایس پی فائل کسی ایجنٹ یا کسی

غیر ملکی ایجنسی نے نہیں اُڑائی۔ وہ فائل وہاں سے ایک ماورائی طاقت لے گئی ہے''...... عمران نے کہا اور بلیک زیرو بے اختیار اُچھل پڑا۔

''ماورائی طاقت۔ یہ۔ یہ۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ سیکرٹ فائل کا کسی ماورائی طاقت سے کیا تعلق ہوسکتا ہے''...... بلیک زیرو نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

''بہت بڑا تعلق ہے پیارے۔ یہ سب مجھے اکسانے اور باطنی دنیا میں لے جانے کے لئے کیا گیا ہے''...... عمران نے کہا اور بلیک زیرو حیرت سے عمران کی شکل دیکھتا رہ گیا۔ وہ یہ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ عمران سچ مچ سنجیدہ ہے یا اس سے مذاق کر رہا ہے پھر جب عمران نے اسے اقارم اور اس کی بلیک پرنسز کے بارے میں تفصیل بتانی شروع کی تو بلیک زیرو کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔

''اس کا مطلب ہے کہ ایک بار پھر آپ کے ساتھ ماورائی سلسلہ شروع ہوگیا ہے اور ماورائی طاقتیں آپ کو ایک بڑی شیطانی طاقت کو جگانے کے لئے ساتھ لے جانا چاہتی ہیں''...... بلیک زیرو نے کہا۔

''ہاں۔ اس بار یہ سلسلہ ضرورت سے کچھ زیادہ ہی ہارر ٹائپ کا ہے اور اس بار شاید مجھے کئی ہارر ویز پر بھی سفر کرنا پڑے''...... عمران نے کہا۔

''آپ بتا رہے ہیں کہ شاہ صاحب کی طرف سے بھی آپ کو حکم ملا ہے کہ آپ اس سلسلے میں بلیک پرنسز کا ساتھ دیں۔ ایسا کیسے ہوسکتا ہے۔ شاہ صاحب آپ کو شیطانوں کا ساتھ دینے کے لئے کیسے حکم دے سکتے ہیں''...... بلیک زیرو نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''پہلے ان کا حکم سن کر مجھے بھی تشویش ہوئی تھی لیکن سلطان بابا نے مجھے جو تفصیلات بتائی ہیں ان سے میں نے اندازہ لگایا ہے کہ شاہ صاحب چاہتے ہیں کہ میں صرف اس وقت تک بلیک پرنسز کا ساتھ دوں جب تک کہ وہ مجھے اقارم کے مدفن تک نہیں پہنچا دیتے۔ شاہ صاحب چاہتے ہیں کہ اقارم کے بت کو وہاں سے نکال کر تباہ کر دیا جائے تاکہ اس کے شر سے آئندہ آنے والی نسلیں محفوظ ہوسکیں''...... عمران نے کہا۔

''پھر آپ نے کیا سوچا ہے''...... بلیک زیرو نے پوچھا۔

''سوچنا کیا ہے۔ معاملہ انتہائی اہم ہے اور اب تو پاکیشیا کی سلامتی اور پاکیشیا کا مفادات کا معاملہ بھی پیدا ہوگیا ہے۔ اے ایس پی فائل پاکیشیا کے لئے انتہائی اہمیت کی حامل ہے۔ اس میں کچھ ایسے فارمولے بھی موجود ہیں جن پر مستقبل میں کام کرنے کی منصوبہ بندی کی گئی تھی۔ وقتی طور پر اس فائل کے گم ہونے سے کوئی مسئلہ تو نہیں ہوگا لیکن اس فائل کے نہ ہونے سے پاکیشیا کئی بڑے اور اہم فارمولوں سے محروم ہو جائے گا جو ادھورے ہیں اور جن

کے موجد ہلاک ہو چکے ہیں۔ اس لئے اس فائل کا پاکیشیا واپس آنا
بے حد ضروری ہے''...... عمران نے کہا۔

''اے ایس پی فائل ایک ماورائی طاقت کے پاس ہے
یہاں یہ سمجھا جا رہا ہے کہ فائل کسی غیر ملکی ایجنٹ نے اُڑائی ہے
اس سلسلے میں اجلاس میں جب مجھ سے بات کی جائے گی تو میں کیا
جواب دوں گا''...... بلیک زیرو نے کہا۔

''جواب کیا دینا ہے۔ تم اپنے طور پر تحقیقات کرنے کا ا
عندیہ دے دینا اور پھر تمہاری ٹیم حرکت میں آ تو رہی ہے۔ تمہیں
فائل چاہئے جو ہم کسی ملک کی غیر ملکی ایجنسیوں سے چھین کر لائیں
یا پاتال کی باطنی دنیا سے نکال کر کیا فرق پڑتا ہے۔ ایکسٹو کا
کام فرمان جاری کرنا ہوتا ہے پھر چاہے کامیابی کے لئے اس کی ٹیم
کنویں میں کودے یا آگ کے سمندر میں۔ اسے تو کامیابی سے
مطلب ہوتا ہے''...... عمران نے کہا تو بلیک زیرو بے اختیار مسکرا
دیا۔

''ہاں یہ تو ہے۔ ویسے فرمان جاری کرنے کے ساتھ میں چیک
بھی جاری کرتا ہوں۔ اس کے بارے میں کچھ نہیں کہیں گے
آپ''...... بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''چیک کے بارے میں بھلا میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ برائے نام
ہی چیک ہوتا ہے جسے دیکھنے کو بھی دل نہیں کرتا۔ وہ چیک سلیمان کو
دکھاؤ تو سلیمان یوں ناک بھوں چڑھاتا ہے جیسے اسے چیک پر لکھی
گئی رقم دیکھ کر شدید کوفت ہوئی ہو۔ وہ کہتا ہے کہ چیک پر لکھی گئی
اماؤنٹ سے زیادہ اماؤنٹ ہر وقت اس کی جیب میں رہتی ہے۔
چیک لے کر بھی وہ مجھے ایک کپ چائے پلانے کے لئے سو سو
باتیں سناتا ہے''...... عمران نے منہ بنا کر کہا تو بلیک زیرو بے اختیار
ہنسنے لگا۔

''مطلب آپ چائے پینا چاہتے ہیں''...... بلیک زیرو نے اس
کی بات سمجھتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ رات بھر سے جاگ رہا ہوں پہلے وہ زارکا خاتون نے
سونے نہیں دیا پھر شاہ صاحب کے پیغام پر مجھے اس جگہ لے گئے
جہاں جانے کے نام سے بھی خوف آتا ہے۔ واپس آیا تو سلیمان
صاحب صبح کی سیر کرنے کے لئے نکلے ہوئے تھے۔ ان کی واپسی
کب ہوتی ہے اس کا مجھے علم نہیں ہے اس لئے میں بھی چار و ناچار
نکل آیا کہ اب پیر ایکسٹو شاہ صاحب کا ہی آستانہ ہے جہاں اور
کچھ ملے نہ ملے ایک کپ چائے ضرور مل جاتی ہے''...... عمران نے
مسکراتے ہوئے کہا اور بلیک زیرو ایک بار پھر ہنس پڑا۔

''ٹھیک ہے۔ میں لاتا ہوں چائے''...... بلیک زیرو نے کہا اور
اٹھ کھڑا ہوا۔

''جاتے ہوئے ٹیلی فون مجھے دے دو تاکہ میں ممبران کو بلا کر
باطنی دنیا میں جانے کی بریفنگ دے سکوں''...... عمران نے کہا تو
بلیک زیرو نے اثبات میں سر ہلا کر ایکسٹو کا مخصوص فون اس کے

سامنے میز پر رکھ دیا۔

"آپ کے ساتھ باطلی دنیا میں کون کون جائے گا"...... بلیک زیرو نے پوچھا۔

"اس کے بارے میں جوزف ہی کچھ بتا سکتا ہے یا پھر محترمہ خوفناک زارکا صاحبہ۔ میں صبح سے جوزف سے رابطہ کرنے کی کوشش کر رہا ہوں مگر اس سے رابطہ ہی نہیں ہو رہا ہے۔ شاید وہ اپنے وحشی نسل کے ڈیڈی جوشوا سے رابطے میں مصروف ہے۔ میں نے پہلے رانا ہاؤس جانے کا پروگرام بنایا تھا لیکن پھر میں نے سوچا کہ پہلے ساتھ لے جانے کے لئے ممبران کو تیار کر لینا چاہئے۔ جوزف سے رابطہ ہو گیا تو وہ بتا ہی دے گا کہ ہمیں کب جانا ہے اور میں اپنے ساتھ کس کس کو لے جا سکتا ہوں"...... عمران نے کہا تو بلیک زیرو نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر وہ آپریشن روم سے نکلتا چلا گیا۔

بلیک زیرو کے جانے کے بعد عمران چند لمحے سوچتا رہا پھر اس نے فون کا رسیور اٹھانے کے لئے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ اچانک اس کے سیل فون کی مترنم گھنٹی بج اٹھی۔ عمران نے چونک کر جیب سے سیل فون نکالا اور ڈسپلے دیکھنے لگا۔ سکرین پر جوزف کا مخصوص نمبر ڈسپلے ہو رہا تھا۔ عمران نے کال رسیونگ کا بٹن پریس کیا اور سیل فون کان سے لگا لیا۔

"کہاں رہ گئے تھے کالے بھوت۔ میں کب سے تم سے رابطہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا"...... عمران نے اپنے مخصوص انداز میں کہا۔

"ب بب۔ باس۔ میں۔ میں"...... دوسری طرف سے جوزف کی ہکلاتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"یہ بکریوں کی طرح ممنا کیوں رہے ہو"...... عمران نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"آپ کہاں ہو باس"...... جوزف نے اسی انداز میں پوچھا۔

"میں وہاں ہوں جہاں مجھے خود اپنی بھی خبر نہیں ہے"۔ عمران نے اسی انداز میں کہا۔

"فار گاڈ سیک باس۔ آپ جہاں بھی ہو فوراً میرے پاس آ جائیں۔ مجھے آپ سے ایک بہت کام ہے۔ الس موسٹ ارجنٹ باس"...... دوسری طرف سے جوزف نے تیز تیز بولتے ہوئے کہا۔

"موسٹ ارجنٹ۔ ارے کہیں تمہارے فادر جوشوا نے تمہیں اپنے ساتھ لے جانے کا تو نہیں کہہ دیا جو تم اس قدر گھبرائے ہوئے ہو"...... عمران نے حیران ہو کر کہا کیونکہ دوسری طرف سے جوزف واقعی بے حد ڈرے ڈرے اور گھبرائے ہوئے انداز میں بات کر رہا تھا۔

"آپ یہاں آ جائیں باس۔ پھر میں آپ کو سب کچھ بتا دوں گا"...... جوزف نے اسی انداز میں کہا۔

"کیوں فون پر کچھ بتاتے ہوئے شرم آتی ہے تمہیں"...... عمران

نے کہا۔

''نو باس۔ یہ بات نہیں ہے۔ آپ پلیز ٹائم ضائع مت کریں اور جلد سے جلد میرے پاس پہنچنے کی کوشش کریں۔ پلیز باس پلیز''...... دوسری طرف سے جوزف نے نہایت التجا بھرے لہجے میں کہا۔

''اوکے۔ میں آدھے گھنٹے تک تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا''......عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

''آدھے گھنٹے میں۔ اوہ نہیں باس آدھا گھنٹہ تو بہت زیادہ ہے آپ جلدی آئیں۔صرف دس منٹ میں''...... جوزف نے کہا۔

''میں دانش منزل میں ہوں۔فل سپیڈ سے بھی آیا تو مجھے بیس پچیس منٹ لگ ہی جائیں گے''......عمران نے کہا۔

''اوہ۔ٹھیک ہے باس۔بس آپ ابھی نکلیں وہاں سے اور جلد سے جلد میرے پاس آ جائیں''...... جوزف نے کہا اور ساتھ اس نے رابطہ ختم کر دیا۔

''عجیب احمق ویو ہے۔ ایک کپ چائے پینے کا تو وقت دیتا۔ مجھے خواہ مخواہ ہوا کے گھوڑے پر سوار ہو کر آنے کا کہہ رہا ہے''۔ عمران نے کہا اور اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اسی لمحے بلیک زیرو چائے کے دو کپ لئے اندر آ گیا۔

''اب میرے حصے کی چائے بھی تمہیں ہی پینی پڑے گی۔ کرو عیش''......عمران نے کہا۔

''ارے۔ آپ کہاں جا رہے ہیں''...... بلیک زیرو نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

''جوزف کی کال آئی تھی۔ وہ بے حد پریشان اور خوفزدہ معلوم ہو رہا ہے اس نے مجھے جلد سے جلد بلایا ہے''......عمران نے کہا۔

''کہاں ہے وہ''...... بلیک زیرو نے پوچھا۔

''رانا ہاؤس میں ہی ہے اور اس نے کہاں جانا ہے''......عمران نے کہا۔

''تو دو منٹ رک جائیں۔ چائے تو پیتے جائیں اس میں کون سا وقت لگتا ہے''...... بلیک زیرو نے کہا۔

''نہیں۔ اس نے مجھے دس منٹ میں اپنے پاس پہنچنے کے لئے کہا ہے۔ وقت پر پہنچنے کے لئے مجھے اپنی کار فائٹر طیارہ بنانا پڑے گی تب ہی میں اس کے پاس دس منٹ میں پہنچ سکتا ہوں۔ اگر میں چائے پینے بیٹھ گیا تو پھر فائٹر طیارہ ہونے کے باوجود میں دس منٹوں میں اس تک نہیں پہنچ سکوں گا۔ اللہ حافظ''......عمران نے کہا اور پھر وہ آپریشن روم سے نکلتا چلا گیا۔

کچھ ہی دیر میں وہ اپنی سپورٹس کار میں نہایت تیز رفتاری سے رانا ہاؤس کی جانب اُڑا چلا جا رہا تھا۔ دس منٹ میں رانا ہاؤس پہنچنے کے لئے اس نے سپورٹس کار کو واقعی فائٹر طیارہ بنا لیا تھا وہ نہایت تیز رفتاری سے ٹھیک نو منٹ بعد رانا ہاؤس کے گیٹ کے سامنے تھا۔ اس نے رانا ہاؤس کے سامنے کار روکی اور مخصوص انداز

میں ہارن بجانے لگا۔ ابھی اس نے دو بار ہی ہارن بجایا ہو گا کہ اسی وقت گیٹ خود کار طریقے سے کھلتا چلا گیا۔ جوزف نے شاید اندر سے آٹو سسٹم کے تحت گیٹ کھولا تھا کیونکہ گیٹ کھلنے کے باوجود وہ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

گیٹ کھلتے ہی عمران کار اندر لے گیا اور اس نے کار پورچ میں لے جا کر روک دی۔ جیسے ہی اس نے کار روکی اندرونی عمارت سے جوزف نکل کر آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کی کار کی طرف بڑھا۔ عمران نے جوزف کی شکل دیکھی تو اس کے چہرے پر شدید حیرت کے تاثرات نمایاں ہو گئے۔ جوزف کا رنگ ہلدی کی طرح زرد ہو رہا تھا اس کی آنکھیں اندر کی طرف دھنسی ہوئی تھیں اور اس طرح آہستہ آہستہ چلتا ہوا آ رہا تھا جیسے وہ بمشکل چل پا رہا ہو۔ اسے دیکھ کر عمران کو ایک لمحے کے لئے یوں محسوس ہوا جیسے اس کے سامنے گرانڈیل جوزف نہ ہو بلکہ کسی دوسری دنیا کی مخلوق ہو۔ اس کا جسم سوکھا سوکھا سا لگ رہا تھا۔ جوزف واقعی برسوں کا بیمار دکھائی دے رہا تھا۔ عمران کار سے نکل کر فوراً جوزف کی طرف بڑھا۔

''یہ تم نے اپنی کیا حالت بنا رکھی ہے جوزف۔ کیا ہوا ہے تمہیں''...... عمران نے اس کی جانب دیکھتے ہوئے پریشان لہجے میں کہا۔

''مم۔ مم۔ میں ٹھیک ہوں باس''...... جوزف کے منہ سے لرزتی ہوئی آواز نکلی۔

''اگر تم ٹھیک ہو تو پھر تمہاری آواز اس طرح سے کیوں لرز رہی ہے اور تم ایک رات میں سوکھ کر کانٹا کیسے بن گئے ہو۔ تمہاری آنکھیں بھی اندر کی طرف دھنس گئی ہیں اور تمہارا رنگ بھی زرد ہو رہا ہے جیسے تمہارے جسم میں خون نام کی کوئی چیز ہی نہ ہو''۔ عمران نے حیرت زدہ انداز میں کہا۔

''مم۔ مم۔ میری مدد کریں باس۔ مم۔ مم۔ میں......'' جوزف نے اسی انداز میں کہا اسی لمحے وہ لہرایا اور الٹ کر گرتا چلا گیا۔ عمران نے اسے سنبھالنے کے لئے ہاتھ بڑھایا مگر اس وقت تک جوزف گر چکا تھا۔ زمین پر گر کر وہ یوں تڑپنا شروع ہو گیا جیسے اس پر نزع کا عالم طاری ہو گیا ہو۔

''جوزف۔ جوزف۔ کیا ہوا ہے تمہیں۔ جوزف''...... عمران نے اسے تڑپتے دیکھ کر بوکھلا کر اس کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔

''ب ب۔ باس میں مر رہا ہوں۔ مم۔ مم۔ میری مدد کرو۔ ڈ ڈ۔ ڈارک ورلڈ کا سیاہ صندوق نیچے تہہ خانے میں پڑا ہے۔ صندوق میں چاندی کی ایک لمبے منہ والی بوتل موجود ہے۔ وہ بوتل لائیں۔ جلدی۔ اس بوتل میں میری زندگی کا تریاق ہے۔ اگر میں نے اگلے چند لمحوں میں اس بوتل سے اپنی زندگی کے تریاق کے چند قطرے نہ پئے تو میں ہلاک ہو جاؤں گا۔ جائیں باس فار گاڈ سیک جلدی جائیں''۔ جوزف نے بری طرح سے تڑپتے ہوئے کہا تو عمران بوکھلا کر سیدھا ہوا اور انتہائی تیز رفتاری سے اندرونی عمارت

کی طرف بھاگتا چلا گیا۔ کچھ دیر بعد وہ واپس آیا تو اس کے ہاتھ
میں ایک چمکدار بوتل تھی جو چاندی کی بنی ہوئی تھی اور اس کا منہ
واقعی کافی لمبا تھا۔ بوتل کے منہ پر ایک کارک سا لگا ہوا تھا۔ عمران
بوتل لے کر آیا تو جوزف جو تڑپ رہا تھا ساکت ہو چکا تھا۔
جوزف کو ساکت دیکھ کر عمران کے پیروں تلے سے جیسے زمین ہی
نکل گئی وہ بجلی کی سی تیزی سے بوتل لئے جوزف کی طرف لپکا اور
اس کے قریب بیٹھ گیا۔

"جوزف"...... عمران نے جوزف کی طرف پریشان زدہ نظروں
سے دیکھتے ہوئے پوچھا لیکن جوزف نے کوئی جواب نہ دیا اس کی
آنکھیں بند تھیں۔ عمران نے جوزف کے دل کی دھڑکنیں اور پھر
اس کی نبض چیک کی تو اس کے چہرے پر اطمینان آ گیا۔ جوزف
زندہ تھا لیکن اس کے دل کی دھڑکن بے حد مدہم تھی، اسی طرح
اس کی نبض بھی بے حد دھیمی چل رہی تھی۔ جوزف کی سیاہ رنگت پر
تیزی سی زردی پھیلتی جا رہی تھی جس کی وجہ سے اس کی حالت لمحہ
بہ لمحہ غیر ہوتی جا رہی تھی۔

"یہ تو بے ہوش ہو گیا ہے اب میں کیا کروں۔ اس نے کہا تھا
کہ اس بوتل میں اس کی زندگی کا تریاق ہے۔ میں اسے تریاق کیسے
پلاؤں، میں تو یہ بھی نہیں جانتا کہ اسے بوتل کا تریاق کتنی مقدار
میں دینا ہے"...... عمران نے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔ جوزف کی
رنگت جس تیزی سے زرد ہو رہی تھی وہ اس کا سانس روک کر اسے

ہوش میں نہیں لانا چاہتا تھا۔ چند لمحے وہ سوچتا رہا پھر اسے جوزف
کی بات یاد آ گئی۔ جوزف نے کہا تھا کہ چاندی کی اس بوتل میں
اس کی زندگی کے تریاق ہیں۔ اس نے یہ بھی کہا تھا کہ اگر اس نے
اگلے چند لمحوں میں اس بوتل سے اپنی زندگی کے تریاق کے چند
قطرے نہ پیے تو وہ ہلاک ہو جائے گا۔ یہ سوچ کر عمران نے فوراً
بوتل کا کارک ہٹایا۔ اس نے بوتل میں جھانکا تو اسے بوتل میں ہلکے
سبز رنگ کا محلول نظر آیا۔ عمران نے آگے بڑھ کر جوزف کا سر اٹھا
کر اپنی گود میں رکھا اور پھر اس نے ایک ہاتھ سے جوزف کا منہ
کھول لیا۔ جوزف کا منہ کھول کر عمران نے چاندی کی بوتل اس کے
منہ کے پاس کی اور پھر اس نے جوزف کے منہ میں سبز محلول کا
ایک قطرہ ٹپکا دیا۔ ایک قطرے کے بعد اس نے دوسرا اور پھر تیسرا
قطرہ ٹپکایا اور پھر اس نے بوتل سیدھی کر لی اور غور سے جوزف کی
طرف دیکھنے لگا۔

جوزف نے چند قطروں کی بات کی تھی اب وہ چند قطروں کی
مقدار کتنی تھی یہ عمران نہیں جانتا تھا۔ چاندی کی لمبے منہ والی بوتل وہ
چونکہ ڈارک ورلڈ سے حاصل کئے ہوئے سیاہ صندوق سے نکال کر
لایا تھا اس لئے وہ احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہتا
تھا۔ کم اور زیادہ مقدار جوزف پر کیا اثر کر سکتی ہے اس لئے عمران
احتیاط سے گن گن کر اس کے منہ میں سبز قطرے ٹپکا رہا تھا۔ عمران
نے ابھی جوزف کے حلق میں تین ہی قطرے ٹپکائے تھے کہ جوزف

کی زرد رنگت تیزی سے بدلی چلی گئی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے تین قطروں کی شکل میں جوزف کو ہائی پوٹانسی کا انجکشن لگا دیا گیا ہو جس کی وجہ سے اس کے جسم میں نئی زندگی آ گئی ہو۔ جوزف کے جسم پر جو زردی پھیلی ہوئی تھی وہ نہایت تیزی سے ختم ہوتی جا رہی تھی۔ عمران نے ایک لمحہ توقف کیا اور پھر اس کے منہ میں چوتھا قطرہ بھی ٹپکا دیا۔ کچھ ہی دیر میں جوزف کے دل کی دھڑکن نہ صرف نارمل ہو گئی بلکہ اس کی ڈوبتی ہوئی نبض بھی بحال ہونا شروع ہو گئی تھی۔ عمران اس عجیب وغریب محلول کا زیادہ استعمال نہیں کرنا چاہتا تھا اس لئے اس نے بوتل کے منہ پر کارک لگا کر بوتل ایک طرف رکھ دی تھی اور جوزف کی بدلتی ہوئی حالت دیکھ رہا تھا۔ کچھ ہی دیر میں جوزف کے جسم میں حرکت کے آثار نمودار ہوئے تو عمران کے چہرے پر سکون آ گیا۔ جوزف کی پلکیں لرز رہی تھیں۔ اس کے جسم میں ہلکا ہلکا ارتعاش سا پیدا ہو رہا تھا۔ چند لمحے اس کی یہی کیفیت رہی پھر اس نے اچانک آنکھیں کھول دیں۔

آنکھیں کھول کر ایک لمحے کے لئے وہ عمران کی جانب جیسے خالی خالی نظروں سے دیکھتا رہا پھر جیسے ہی اس کا شعور جاگا وہ فوراً اٹھ کر بیٹھ گیا اور پھر وہ جلدی جلدی سے اپنی گردن اور اپنے جسم کے مختلف حصوں کو ٹٹول ٹٹول کر دیکھنا شروع ہو گیا۔

”میں بچ گیا۔ میں بچ گیا باس۔ تھینک گاڈ میں بچ گیا ہوں“...... جوزف نے عمران کی جانب دیکھتے ہوئے انتہائی لرزتی

ہوئی آواز میں کہا۔ پھر جیسے ہی جوزف کی نظر ایک طرف پڑی ہوئی چاندی کی لمبے منہ والی بوتل پر پڑی اس نے تیزی سے ہاتھ بڑھا کر بوتل اٹھائی اور فوراً اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ عمران بھی اسے نارمل دیکھ کر اطمینان کا سانس لے کر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

”لیما گا کنویں کا پانی۔ اوہ اوہ۔ تھینک یو باس۔ تھینک یو۔ اگر آپ مجھے لیما گا کنویں کے پانی کے قطرے نہ پلاتے تو شاید آج آپ کا یہ جوزف آپ کے سامنے زندہ نہ کھڑا ہوتا۔ آپ نے عین وقت پر آ کر میری جان بچا لی ہے۔ آپ گریٹ ہیں باس۔ آپ گریٹ ہیں“۔ جوزف نے عمران کی جانب دیکھ کر انتہائی جذباتی لہجے میں کہا اور عمران کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ اس نے عمران کے سامنے دونوں ہاتھ جوڑ کر سر جھکا لیا تھا جیسے عمران نے واقعی مسیحا بن کر اسے نئی زندگی دے دی ہو۔

”یہ سب تمہاری اس کراماتی بوتل کے محلول کی وجہ سے ممکن ہوا ہے جوزف۔ ورنہ تمہاری جو حالت تھی اسے دیکھ کر تو میں بھی پریشان ہو گیا تھا۔ مجھے ایسا لگ رہا تھا جیسے تم شاید زندہ نہیں بچو گے۔ لیکن تمہیں ہوا کیا تھا۔ تمہاری ایسی حالت کس نے بنائی تھی اور کیوں“...... عمران نے اسے کاندھوں سے پکڑ کر اٹھاتے ہوئے کہا۔

”یہ سب اس رذیل بلیک پرنسز نے کیا تھا باس۔ اسے شاید معلوم ہو گیا تھا کہ میں اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنے

کے لئے فادر جوشوا کو بلانا چاہتا ہوں اس لئے اس نے مجھے فادر جوشوا کو بلانے سے روکنے کے لئے مجھ پر اپنا تسلط جما لیا تھا اور مجھے ایسی مصیبتوں میں مبتلا کر دیا تھا جس کی وجہ سے میں فادر جوشوا سے کسی بھی طرح رابطہ نہیں کر سکا تھا“...... جوزف نے کہا اور پھر اس نے کار میں ہونے والے دھاکے سے لے کر جوانا سے جان لیوا فائٹ اور پھر گڑھے میں گرنے اور اپنے جسم پر لاتعداد سیاہ مکوڑوں کے چھا جانے کی تفصیل بتانی شروع کر دی۔

”بلیک پرنسز نے مجھے گڑھے میں گرا کر قید کر دیا تھا اور مجھ پر ہرکانڈا کی سیاہ دلدلوں کے سیاہ مکوڑے چھوڑ دیئے تھے تاکہ میں اگر اپنی جگہ سے حرکت کروں تو وہ مکوڑے میرا خون پی کر اور میرا گوشت کھا کر مجھے ہلاک کر دیں۔ ان مکوڑوں کی وجہ سے مجھے گڑھے میں ساکت رہنا پڑا تھا۔ ہرکانڈا کی سیاہ دلدلوں کے سیاہ مکوڑے جاندار کو اس وقت تک نقصان نہیں پہنچاتے جب تک کہ جاندار متحرک نہ ہو۔ متحرک جاندار پر وہ فوراً حملہ کرتے ہیں اور ڈنک مار مار کر اسے بے بس دیتے ہیں جس سے ہاتھی جیسا گرانڈیل جانور بھی مفلوج ہو کر گر جاتا ہے اور پھر ہرکانڈا کی سیاہ دلدلوں کے سیاہ مکوڑے اس کا خون چوستے ہیں اور جسم کے اندر گھس کر اندر اور باہر سے سارا گوشت چٹ کر جاتے ہیں۔ ان سیاہ مکوڑوں کو دیکھ کر میں بے بس ہو گیا تھا اس لئے مجھے ساکت رہنا پڑا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ ہرکانڈا کی سیاہ دلدلوں کا ایک مکوڑا بھی

مجھے کاٹے۔ وہ مکوڑے انتہائی زہریلے ہوتے ہیں۔ ان میں سے اگر ایک مکوڑا بھی کاٹ لے تو جاندار کے جسم میں تیزی سے زہر پھیلنا شروع ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے خون کی سرخی زرد ہو جاتی ہے اور پھر یہ زردی سارے جسم میں پھیل کر جاندار کو موت سے ہمکنار کر دیتی ہے۔ مرنے کے بعد بھی اس زہر کا اثر ختم نہیں ہوتا۔ زرد ہوتا ہوا جسم گلنا سڑنا شروع ہو جاتا ہے اور پھر جاندار کا جسم پانی بن کر بہہ جاتا ہے۔ جاندار کے جسم کا پانی کچھ ہی دیر میں اسی زہر کے اثر کی وجہ سے بھاپ بن کر اڑ جاتا ہے جس سے مرنے والے کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہتا ہے۔ میں صبح تک ان مکوڑوں سے بچنے کے لئے گڑھے میں کھڑا رہا تھا۔ مسلسل ساکت رہنے کی وجہ سے میری ٹانگیں شل ہو گئی تھیں اور میں سانس بھی بہت آہستہ آہستہ لے رہا تھا کیونکہ میں جانتا تھا کہ میری ذرا سی حرکت میری موت کا باعث بن سکتی ہے۔ دن نکلنے تک میں خود کو سنبھالے رہا۔ دن نکلتے ہی مکوڑوں نے میرے جسم سے اترنا شروع کر دیا۔ وہ گڑھے کے جن سوراخوں سے نکل کر آئے تھے ان میں واپس جا رہے تھے۔ انہیں جسم سے اتر کر واپس جاتے دیکھ کر میں پرسکون ہو گیا تھا۔ کچھ ہی دیر میں تمام مکوڑے میرے جسم سے اتر کر واپس چلے گئے تو میں جیسے بے دم سا ہو کر وہیں گر گیا۔ یہ میری غلطی تھی۔ مجھے چیک کر لینا چاہئے تھا کہ کیا واقعی ہرکانڈا کی سیاہ دلدلوں کے تمام مکوڑے واپس جا چکے ہیں یا نہیں۔ میں جیسے

ہی نیچے گرا مجھے اپنی ران پر تیز چبھن کا احساس ہوا۔ میں نے بوکھلا کر دیکھا تو یہ دیکھ کر میری جان ہی نکل گئی کہ ان میں سے ایک سیاہ مکوڑا وہاں موجود تھا۔ میں چونکہ اس مکوڑے پر گرا تھا اس لئے اس مکوڑے نے مجھے کاٹ لیا تھا۔ اس مکوڑے کو دیکھ کر میں نے اسے فوراً اپنے جوتوں تلے مسل دیا لیکن چونکہ وہ مکوڑا مجھے کاٹ چکا تھا اس لئے اس کا زہر تیزی سے میرے جسم میں سرایت کرتا جا رہا تھا۔ میں گڑھے میں تھا۔ میرے پاس ایسا کچھ نہیں تھا کہ میں اپنی ران کا وہ حصہ ہی کاٹ کر پھینک دوں جہاں ہرکانڈا کی سیاہ دلدلوں کے سیاہ مکوڑے نے کاٹا تھا۔ جسم میں تیزی سے زہر پھیلنے کی وجہ سے مجھے اپنے سارے جسم میں آگ سی بھرتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی اور میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں اس گڑھے سے کیسے نکلوں۔ ہرکانڈا کی سیاہ دلدلوں کے سیاہ مکوڑے کے زہر سے میرا برا حال ہوتا جا رہا تھا پھر میں وہیں گر گیا۔ کچھ دیر میں اسی طرح سے پڑا رہا پھر کچھ دیر کے لئے جب میرے ہوش بحال ہوئے تو میں نے خود کو اس گڑھے سے باہر پایا۔ شاید بلیک پرنسز کے مجھ پر ہونے والے وار کا اثر ختم ہو گیا تھا۔ میں نے اسی وقت آپ کو فون کیا اور آپ کو جلد سے جلد یہاں آنے کے لئے کہا مجھ میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ میں تہہ خانے میں جا کر اس بوتل کو لاتا اور اس میں موجود تریاق پیتا۔ آپ یہاں آئے تو میں بہت مشکل سے اپنے قدموں پر کھڑا ہوا اور آپ کی طرف آیا مگر پھر لڑ

کر گر گیا۔ سیاہ مکوڑوں کے زرد زہر سے میں اندر ہی اندر کھوکھلا ہوتا جا رہا تھا۔ اگر آپ مجھے اس تریاق کے قطرے نہ پلا دیتے تو پھر میرا جو حشر ہونا تھا وہ دیکھ کر آپ بھی لرز جاتے“...... جوزف نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا اور زارکا کی اس قدر گھناؤنی کارروائیوں کا سن کر عمران کا چہرہ پھر غصے سے سیاہ ہو گیا۔

”اس بدبخت نے میری زندگی بھی اجیرن کرنے کی کوشش کی تھی“...... عمران نے کہا اور پھر اس نے خود پر بیتی داستان جوزف کو سنا دی جسے سن کر جوزف کا چہرہ تاریک ہو گیا۔

”ان بلیک پرنسز کی طاقتیں لامحدود ہیں۔ اس بار انہوں نے مجھے بھی نہیں چھوڑا ہے ورنہ میں بدروحوں اور شیطانی طاقتوں سے کبھی اس قدر پریشان نہیں ہوتا۔ بلیک پرنسز آپ کو مزید ستا سکتی تھی اور وہ آپ پر زندگی کے دروازے بند بھی کر سکتی تھی لیکن اسے چونکہ آپ کی ضرورت ہے اس لئے اس نے انتہائی چالاکی سے کام لیا ہے۔ آپ کو مزید تکلیف دینے کی بجائے آپ کو مجبور کرنے کے لئے دوسرا راستہ اختیار کیا ہے اور وہ پاکیشیا کی اہم ترین دستاویزات پر مبنی فائل لے گئی ہے جو اس کے کسی کام کی نہیں ہے لیکن وہ جانتی ہے کہ اس فائل کے حصول کے لئے آپ کو لازمی طور پر باطلی دنیا کا سفر کرنا پڑے گا“...... جوزف نے غصے سے جبڑے بھینچتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ وہ میری مجبوری سے فائدہ اٹھانا چاہتی ہے“...... عمران

نے جواب دیا۔

''میری فادر جوشوا سے بات ہو جاتی تو مجھے اس بدبخت سے جان چھڑانے کا کوئی راستہ ضرور مل جاتا۔ مگر''...... جوزف نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''اب اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ پاکیشیا کے قیمتی رازوں کی فائل اس کے قبضے میں ہے جسے اس نے اقارم کے مدفن میں لے جا کر چھپا دیا ہے۔ اس فائل کے حصول کے لئے مجھے وہاں اب جانا ہی پڑے گا اور پھر پہلی بار مجھے شاہ صاحب نے سختی سے اس مہم پر جانے کا حکم دیا ہے۔ میں ان کا حکم کیسے رد کر سکتا ہوں۔ اس لئے میرا باطلی دنیا میں جانا بے حد ضروری ہو گیا ہے''...... عمران نے کہا۔

''ٹھیک ہے باس۔ اگر آپ جانے کے لئے تیار ہیں تو پھر میں بھی پیچھے نہیں ہٹوں گا۔ اس ہارر مشن میں آپ کے ساتھ میں بھی جاؤں گا''...... جوزف نے کہا اور ہارر مشن کا سن کر عمران بے اختیار مسکرا دیا۔

''تمہارا میرے ساتھ جانا تو طے ہے۔ تمہارے اس ہارر مشن پر جانے کے لئے ہمیں چند افراد اور چاہئیں۔ میں تو سمجھ رہا تھا کہ اب تک تمہیں کچھ نہ کچھ معلوم ہو چکا ہو گا کہ زارکا یا بلیک پرنسز سے ہم کیسے چھٹکارا پا سکتے ہیں اور خاص طور پر ہم اقارم تک کیسے پہنچ سکتے ہیں مگر تمہارا بھی وہی حال ہے جہاں سے چلے تھے وہیں

کھڑے ہو''...... عمران نے کہا۔

''یس باس۔ بلیک پرنسز نے مجھے آگے بڑھنے کا کوئی موقع ہی نہیں دیا تھا ورنہ اس کے بارے میں فادر جوشوا کچھ نہ کچھ ضرور بتا دیتا۔ اگر آپ کہیں تو میں اب رابطہ کروں فادر جوشوا سے''۔ جوزف نے کہا۔

''نہیں۔ اس میں کافی وقت لگ جائے گا۔ کیا کوئی اور طریقہ نہیں ہے جس سے بلیک پرنسز اور اقارم کے بارے میں کچھ معلومات حاصل ہو سکیں''...... عمران نے کہا۔

''ایک منٹ۔ میں سوچ کر بتاتا ہوں''...... جوزف نے کہا اور وہ سوچ میں ڈوب گیا۔ عمران چاروں طرف تیز نظروں سے دیکھ رہا تھا لیکن اسے وہاں ایسا کوئی نشان دکھائی نہیں دے رہا تھا جس سے اسے پتہ چلتا کہ زارکا نے جوزف کو فادر جوشوا سے روکنے کے لئے کون سے سحر کئے تھے اور کس طرح سے جوزف کو ایک گڑھے میں گرا کر اس پر ہرکانڈا کی سیاہ دلدلوں کے سیاہ مکوڑے چھوڑ دیئے تھے جس کی وجہ سے جوزف کی جان پر بن آئی تھی۔ صحن میں اسے وہ گڑھا بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا جس کے بارے میں جوزف نے اسے بتایا تھا۔

''یس باس۔ مجھے یاد آ گیا''...... اچانک جوزف نے اچھل کر کہا تو عمران چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔ جوزف کے چہرے پر بے حد مسرت اور جوش کے تاثرات دکھائی دے رہے تھے۔

"کیا یاد آ گیا ہے"...... عمران نے پوچھا۔

"ایک منٹ۔ میں ابھی آتا ہوں"...... جوزف نے کہا اور پھر وہ مڑ کر تیزی سے اندرونی عمارت کی جانب بھاگتا چلا گیا۔ عمران وہیں رک کر اس کا انتظار کرنے لگا۔ کچھ ہی دیر میں جوزف واپس آ گیا۔ اس کا چہرہ جوش و جذبات سے تمتما رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں سیاہ رنگ کا ایک پتھر تھا جو بے حد چمکدار تھا۔ پتھر زیادہ بڑا نہیں تھا۔ سیاہ ہونے کے باوجود اس سے ہلکے نیلے رنگ کی روشنی سی نکل رہی تھی۔ نیلی روشنی کا پتھر کے گرد ہالہ سا بنا ہوا تھا۔

"یہ کیا ہے"...... عمران نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

"یہ افریقہ کے قدیم سوہوکا قبیلے کے لانگ وچ ڈاکٹر کا برائٹ سٹون ہے۔ اس سٹون سے وہ کالی دنیا اور شیطانی دربار کے بارے میں خفیہ طور پر راز حاصل کرتا تھا اور ان خفیہ راستوں کو تلاش کرتا تھا جن سے گزر کر وہ شیطانی دربار تک پہنچ سکتا تھا اور اس نے ایسا کئی بار کیا بھی تھا۔ وہ کئی بار شیطانی دربار کے راستوں سے ہوتا ہوا شیطانی دربار گیا تھا اور وہاں جا کر وہ شیطان کی کئی قیمتی اور اہم چیزیں چوری کر لایا تھا جن سے وہ شیطان کو اپنی طاقتیں بڑھانے پر مجبور کر سکتا تھا"...... جوزف نے کہا۔

"ہونہہ۔ مطلب یہ کہ تمہارے پاس وچ ڈاکٹر کا ڈیول سٹون ہے"...... عمران نے منہ بنا کر کہا۔

"جب تک یہ وچ ڈاکٹر کے پاس تھا تب تک یہ ڈیول سٹون

ہی تھا اور وچ ڈاکٹر اس سے شیطانی کام ہی لیتا تھا لیکن اگر اسی سٹون سے ہم ان شیطانی طاقتوں کو کچلنے اور انہیں فنا کرنے کا کام لیں اور ان کی بربادی کے راز تلاش کریں گے تو یہ ڈیول سٹون نہیں برائٹ سٹون بن جائے گا"...... جوزف نے کہا۔

"تو کیا تم اس سٹون کے ذریعے اب شیطانی دربار میں جھانکنے کی کوشش کرو گے"...... عمران نے پوچھا۔

"اوہ نو باس۔ مجھے شیطانی دربار میں جھانکنے کی کیا ضرورت ہے۔ میں اس برائٹ سٹون سے بلیک پرنسز کے راز جاننے کی کوشش کروں گا اور یہ دیکھوں گا کہ وہ ہمیں کن راستوں سے گزار کر اقارم کے مدفن تک لے جانا چاہتی ہیں اور ہمیں ان راستوں پر کون سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ اگر یہ سب معلوم ہو جائے تو ہم یہاں سے پہلے ہی اپنے بچاؤ کا سامان لے جا سکتے ہیں"...... جوزف نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ تمہیں جو بہتر لگتا ہے تم وہ کرو۔ ان معاملات میں تم زیادہ جانتے ہو"...... عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"تھینک یو باس۔ بس آپ مجھے تھوڑا سا اور ٹائم دے دیں۔ میں تہہ خانے میں جا کر برائٹ سٹون کا استعمال کرتا ہوں۔ پھر میں آپ کو یہ بھی بتا دوں گا کہ ہمارے ساتھ کون کون جائے گا اور کون نہیں"...... جوزف نے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''کتنا وقت لگے گا اب''...... عمران نے پوچھا۔

''زیادہ ٹائم نہیں لگے گا باس۔ صرف ایک گھنٹہ بلکہ شاید اس سے بھی کم''...... جوزف نے جواب دیا۔

''ٹھیک ہے۔ میں یہیں رک کر تمہارا انتظار کرتا ہوں اور ہاں جوانا کہاں ہے۔ وہ کہیں دکھائی نہیں دے رہا ہے۔ کہیں وہ بھی زارکا کے کسی سحر کا شکار تو نہیں ہو گیا''...... عمران نے کہا۔

''نو باس۔ اس سے پہلے کہ بلیک پرنسز جوانا پر کوئی ساحرانہ وار کرتی میں نے اسے یہاں سے بھیج دیا تھا۔ میں نے جوانا کو ایک خاص مالا بھی دے دی تھی تاکہ بلیک پرنسز اسے نقصان پہنچانے کی کوشش نہ کر سکے مجھے یقین ہے کہ جوانا کو میں نے جو ہار دیا ہے وہ ان شیطانی طاقتوں سے ضرور محفوظ رہے گا''۔ جوزف نے کہا۔

''اوہ ہاں تم نے بتایا تھا۔ ٹھیک ہے۔ تم جاؤ۔ میں سٹنگ روم میں جا کر بیٹھ جاتا ہوں۔ تم وہیں آ جانا''...... عمران نے کہا تو جوزف نے اثبات میں سر ہلایا اور مڑ کر تہہ خانے کی طرف بڑھتا چلا گیا عمران نے اسے جاتے دیکھ کر ایک طویل سانس لیا اور خود بھی سٹنگ روم کی جانب ہولیا۔

حصہ اول ختم شد

43B

عمران سیریز نمبر

پُراسرار اور نیندیں اُڑا دینے والا انتہائی ہارر پہلا ناول

اقارم

حصہ دوم

ظہیر احمد

ارسلان پبلی کیشنز اوقاف بلڈنگ پاک گیٹ ملتان

اس ناول کے تمام نام، مقام، کردار، واقعات اور پیش کردہ سچویشنز قطعی فرضی ہیں۔ کسی قسم کی جزوی یا کلی مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی۔ جس کے لئے پبلشرز، مصنف، پرنٹر قطعی ذمہ دار نہیں ہوں گے۔

مصنف ---- ظہیر احمد
ناشران ---- محمد ارسلان قریشی
---- محمد علی قریشی
ایڈوائزر ---- محمد اشرف قریشی
طابع ---- سلامت اقبال پرنٹنگ پریس ملتان

حدِ نگاہ تک پھیلا ہوا ریگستان کسی خشک سمندر جیسا دکھائی دے رہا تھا۔ یہ مصر کا شمالی صحرا تھا جہاں ہر طرف ویرانی، خاموشی اور سنسانی سی چھائی رہتی تھی۔ طویل و عریض اور انتہائی گرم صحرا ہونے کی وجہ سے اس صحرا میں انسانی آبادی کا دور دور تک نام و نشان تک نہیں تھا۔ اس صحرا میں سردیوں اور گرمیوں میں موسم ایک جیسا ہی رہتا تھا۔ وہاں چونکہ بارش بھی بہت کم ہوتی تھی اس لئے صحرا کا درجہ حرارت بہت زیادہ ہوتا تھا۔ اس صحرا میں ایک بار جو داخل ہو جاتا وہ زندہ باہر نہیں نکل سکتا تھا کیونکہ وہاں نہ تو کوئی نخلستان تھا اور نہ ہی کوئی ایسی جگہ جہاں سورج کی تپش سے بچنے کے لئے پناہ لی جا سکے۔

اس صحرا کا نام تو کچھ اور تھا لیکن چونکہ یہ دنیا کا انتہائی گرم صحرا تھا اس لئے اسے عام طور پر ہاٹ ڈیزرٹ کہا جاتا تھا۔

باٹ ڈیزرٹ میں چونکہ انسانی آبادیاں نہیں تھیں اس لئے وہاں گرم صحراؤں میں پائے جانے والے حشرات الارض کی کوئی کمی نہیں تھی۔ اس صحرا میں زرد، سرخ اور نیلے بچھو بھی تھے اور ریتیلے سانپ بھی جو ایک بار کسی کو کاٹ لیں تو وہ دوبارہ اٹھ کر اپنے قدموں پر کھڑا نہیں ہو سکتا تھا اور وہیں گر کر تڑپ تڑپ کر ہلاک ہو جاتا تھا۔

دوسرے ممالک کا زمینی سفر کرنے کے لئے اونٹوں پر قافلے اس ریگستان سے ضرور گزرتے تھے۔ اس ریگستان میں سفر کرنے والے سفر کرنے سے پہلے اپنی منزل کا تعین کر کے اپنی حفاظت کا ہر طرح کا انتظام ضرور کرتے تھے تاکہ وہ خود کو گرمی اور صحرائی زہریلے حشرات الارض سے بچا سکیں۔

اس وقت صحرا کے جنوب میں ایک قافلہ موجود تھا۔ اس قافلے میں دس اونٹ موجود تھے جن کے ساتھ تیس افراد کا قافلہ تھا۔ قافلے کے تمام افراد نے عربی لباس پہن رکھے تھے اور وہ اپنی ضرورت کا ہر طرح کا سامان ان اونٹوں پر لاد کر لائے تھے۔ اس قافلے میں عمران، جوزف اور اس کے پانچ ساتھی تھے جن میں جولیا، صفدر، تنویر، کیپٹن شکیل اور چوہان شامل تھے۔

جوزف نے تہہ خانے میں جا کر برائٹ سٹون سے بلیک پرنسز اور اقارم کے بارے میں بے حد قیمتی معلومات حاصل کر لی تھیں۔ اسے ان راستوں کا بھی علم ہو گیا تھا جہاں سے گزر کر وہ

اقارم کے مدفن تک پہنچ سکتے تھے۔ جوزف نے اقارم کے مدفن تک جانے والے راستوں کے بارے میں بھی کافی معلومات حاصل کر لی تھی اور اس نے اسی برائٹ سٹون سے یہ بھی معلوم کر لیا تھا کہ انہیں اپنے ساتھ کسے لے جانا ہے اور کس راستے سے جانا ہے۔ یہ سب باتیں اس نے عمران کو بتائیں تو عمران ان راستوں کے خطرناک ہونے کا سن کر پریشان ہو گیا تھا۔ وہ یکے بعد دیگرے پانچ راستے تھے جن سے گزر کر انہیں اقارم کے مدفن تک پہنچنا تھا۔ جوزف کے کہنے کے مطابق وہ پانچوں راستے واقعی بے حد دشوار گزار اور خوفناک تھے جن سے گزرتے ہوئے ان میں سے کسی کی بھی جان جا سکتی تھی۔ ان راستوں پر واقعی ہر طرف قدم قدم پر موت تھی جس سے نبرد آزما ہوئے بغیر وہ آگے نہیں بڑھ سکتے تھے۔ موت کس شکل یا کس روپ میں تھی اس کے بارے میں جوزف نے کچھ نہیں بتایا تھا کیونکہ اسے برائٹ سٹون سے اس کا پتہ نہیں لگ سکا تھا لیکن جوزف نے عمران کو یہ ضرور بتایا تھا کہ ان راستوں سے گزرتے ہوئے انہیں شاید اپنے ساتھیوں کو کھونا پڑے گا۔ اپنے ساتھیوں کے کھونے کا سن کر عمران حقیقتاً پریشان ہو گیا تھا۔ اس نے پہلے تو یہ سوچا تھا کہ وہ اپنے ساتھ جوزف کے سوا کسی کو نہیں لے جائے گا۔ نہ کوئی اس کے ساتھ جائے گا اور نہ ہی اسے کوئی نقصان ہو گا لیکن پھر رات ہوئی تو زارکا ایک بار پھر اس کے سامنے آ گئی۔ زارکا نے عمران کو خود بھی بتا دیا کہ اس نے

پاکیشیا کی انتہائی اہمیت کی حامل اے ایس پی فائل حاصل کر لی ہے جو اس نے اقارم کے مدفن میں چھپا دی ہے۔ اگر اسے اس فائل کی ضرورت ہے تو وہ اے ایس پی فائل اس کے ساتھ اقارم کے مدفن میں جا کر ہی حاصل کر سکتا ہے۔ عمران چونکہ ساری حقیقت سے واقف تھا اس لئے اس نے زارکا کو عندیہ دے دیا تھا کہ وہ اس کے ساتھ جانے کے لئے تیار ہے۔ عمران کا مثبت جواب سن کر زارکا بے حد خوش ہوئی تھی۔

زارکا نے عمران کو بتایا تھا کہ اس کے ساتھ عمران کا سیاہ فام حبشی غلام اور پانچ ساتھی اور جائیں گے۔ وہ پانچ ساتھی عمران اپنی مرضی سے منتخب کر سکتا ہے۔ زارکا کے کہنے کے مطابق ان سب کو مصر جانا ہوگا اور پھر مصر کے شمال میں انہیں ہاٹ ڈیزرٹ میں سفر کرنا ہوگا۔

ہاٹ ڈیزرٹ کے وسط میں صدیوں پرانے کھنڈرات موجود ہیں۔ انہیں اس کھنڈرات میں پہنچنا ہے۔ زارکا نے بتایا تھا کہ وہ اور اس کی باقی چار بہنیں انہیں ہاٹ ڈیزرٹ کے انہی کھنڈرات میں ملیں گی۔ اس کے علاوہ زارکا نے عمران کو یہ بھی کہا تھا کہ انہیں جلد سے جلد ہاٹ ڈیزرٹ کے کھنڈرات تک پہنچنا ہو گا تاکہ وہ آگے کا سفر شروع کر سکیں۔ جو باتیں زارکا نے بتائی تھیں وہ سب باتیں جوزف پہلے ہی برائٹ سٹون سے معلوم کر چکا تھا اس لئے عمران نے زارکا کی کسی بھی بات پر کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔ زارکا

وہاں سے چلی گئی تو عمران نے جوزف اور پھر بلیک زیرو کو کال کر کے انہیں ساری صورتحال سے آگاہ کر دیا۔

عمران کے کہنے پر سیکرٹ سروس کے پانچ ممبروں کو بلا لیا گیا اور ان کے سامنے بھی ساری صورتحال رکھ دی گئی۔ وہ پانچوں عمران اور جوزف کے ساتھ جانے سے بھلا کیسے اعتراض کر سکتے تھے۔ بلیک زیرو نے ان سب کے مصر جانے کے انتظامات کرنے شروع کر دیئے۔ اس نے پاکیشیا سے مصر تک ڈائریکٹ سفر کے لئے ایک طیارہ چارٹرڈ کرا لیا تاکہ عمران اپنے ساتھیوں کے ساتھ اپنی ضرورت کا تمام سامان آسانی سے لے جا سکے۔

اگلی صبح وہ سب مصر کے شمالی حصے آسیان میں پہنچ چکے تھے۔ انہوں نے وہاں کچھ دیر ریسٹ کیا۔ عمران نے ہاٹ ڈیزرٹ کے بارے میں معلومات حاصل کرنا شروع کر دیں۔

زارکا نے عمران کو ہاٹ ڈیزرٹ کے وسط میں موجود پرانے کھنڈرات میں پہنچنے کے لئے کہا تھا۔ مصر میں پرائیویٹ طیارے یا ہیلی کاپٹر ہائر کرنے کی کوئی ایجنسی نہیں تھی اس لئے عمران اور اس کے ساتھی ایک قافلے میں شامل ہو گئے تھے تاکہ وہ ہاٹ ڈیزرٹ کے وسط تک پہنچ جائیں۔ گو کہ مصر کی سیکرٹ سروس کے چیف جابر بن حیان سے عمران کے اچھے مراسم تھے۔ اس کے علاوہ مصر کی دوسری ایجنسیوں سے بھی عمران کے اچھے روابط تھے وہ چاہتا تو ان سے بات کر کے ہیلی کاپٹر کا انتظام کر سکتا تھا لیکن عمران نے ایسا

نہیں کیا تھا وہ اس پراسرار اور ماورائی معاملے میں کسی اور کو ملوث نہیں کرنا چاہتا تھا اس لئے اس نے اپنی صوابدید پر ہی آگے بڑھتے رہنے کا سوچا تھا۔

صحرائی قافلہ مصر کے ایک تجارتی شہر قاروس کی طرف جا رہا تھا اور شہر قاروس تک جانے کے لئے قافلے ہاٹ ڈیزرٹ کے وسط تک ضرور جاتے تھے اس لئے عمران اور اس کے ساتھی مطمئن تھے کہ وہ اس قافلے کے ہمراہ آسانی سے ان کھنڈرات تک پہنچ جائیں گے جہاں زارکا اور اس کی چار جن زادیاں انتظار کر رہی تھیں۔

یہ قافلہ چونکہ ڈیزرٹ کی شدید گرمی میں سفر کرتا رہتا تھا اس لئے قافلے کے سردار نے انہیں صحرا کی گرمی اور زہریلے حشرات الارض سے بچنے کے لئے ضروری حفاظتی تدبیریں بھی بتا دی تھیں۔ قافلے کے پاس ضرورت کی ہر چیز موجود تھی اس کے علاوہ عمران اپنے طور پر بھی ہاٹ ڈیزرٹ میں سفر کرنے کے لئے سامان لے آیا تھا۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو سفر پر روانہ ہونے سے پہلے ڈی ڈی ایم کے انجکشن لگا دیئے تھے جن سے وہ سات روز تک ہر طرح کے زہریلے حشرات الارض کے زہر سے محفوظ رہتے۔ صحرا میں اگر انہیں انتہائی زہریلا سانپ بھی کاٹ لیتا تو اس اینٹی انجکشن کی وجہ سے ان پر اس سانپ کے زہر کا کوئی اثر نہیں ہو سکتا تھا۔ اس کے علاوہ عمران سمیت سب نے اپنے لباسوں کے نیچے انسانی جلد جیسی رنگت والے ہارڈ بلاکس پہن لئے تھے جن کی موجودگی میں

ان پر نزدیک سے چلائی ہوئی گولی کا بھی کچھ اثر نہیں ہو سکتا تھا۔ یہ لباس چونکہ فائبر آپٹیکل گلاسز کے ریشوں سے بنائے گئے تھے اس لئے ان لباسوں کو تیار کرتے ہوئے اس بات کا بھی خصوصی خیال رکھا گیا تھا کہ ہر موسم میں وہ ان کا استعمال کر سکیں۔ ان مخصوص فائبر آپٹیکل سکن کلر ہارڈ بلاکس کے ساتھ ایک ایسی ڈیوائس منسلک تھی جس سے وہ لباسوں کی باریک ٹیوبز میں سردی سے بچنے کے لئے نارمل ہیٹ بھی پیدا کر سکتے تھے اور شدید گرمی سے بچنے کے لئے انہی ٹیوبز کو کولڈ کر کے وہ ہیٹ سے بچ سکتے تھے جن سے ان کے جسم نارمل درجہ حرارت پر رہتے تھے اور وہ شدید ترین گرمی سے بھی بچ سکتے تھے۔

قافلہ چونکہ دن کے وقت آرام کرتا تھا اور رات کے وقت ہی سفر کرتا تھا اس لئے رات کے اندھیرے میں قافلے کے افراد یا تو کیروسین کی لالٹینیں استعمال کرتے تھے یا پھر وہ مشعلیں روشن رکھتے تھے تاکہ آگ دیکھ کر ریت پر رینگنے والے زہریلے حشرات الارض بھی ان سے دور رہ سکیں۔ مگر عمران اور اس کے ساتھیوں نے آنکھوں پر ٹیلی نائٹ سکوپس میں استعمال ہونے والے مخصوص لینز رکھے تھے تاکہ وہ ان لینز کی مدد سے اندھیرے میں بھی دن کی روشنی کی طرح سے دیکھ سکیں۔

عمران نے سفر پر روانہ ہونے سے پہلے جوزف کے ساتھ مل کر ضرورت کا بہت سا سامان اکٹھا کر لیا تھا جو اس نے ان سب میں

بانٹ دیا تھا اور ان سب نے وہ سامان اپنے سفری بیگوں میں ڈال لیا تھا تاکہ ضرورت کے وقت وہ ان کا استعمال کر سکیں۔ سفر کے دوران عمران کافی سنجیدہ دکھائی دے رہا تھا۔ وہ مسلسل اقارم اور اس کی بلیک پرنسز کے بارے میں ہی سوچ رہا تھا جو انہیں نجانے کن خطرناک اور دشوار گزار راستوں پر لے جانے والی تھیں۔ ان راستوں میں انہیں کن مصائب کا سامنا کرنا پڑ سکتا تھا اس کے بارے میں جوزف نے بھی عمران کو کچھ نہیں بتایا تھا۔ عمران کے ذہن میں جوزف کی باتیں گردش کر رہی تھیں کہ ان خطرناک اور دشوار گزار راستوں پر شاید اسے اپنے ساتھیوں کی زندگیوں سے ہاتھ دھونے پڑ جائیں۔ وہ پریشان تھا کہ واقعی ان انجان راستوں پر سفر کرتے ہوئے وہ اپنے ساتھیوں سے ہی نہ ہاتھ دھو بیٹھے۔

عمران کی خاموشی اور سنجیدگی اس کے ساتھیوں کو بے حد کھل رہی تھی لیکن وہ جانتے تھے کہ اس بار وہ جس ماورائی مشن پر جا رہے ہیں وہ ان کے لئے کس قدر خطرناک اور ہارر ہو سکتا ہے اس لئے وہ سب بھی خاموش تھے اور آنے والے ممکنہ خطرات اور ان سے بچنے کے بارے میں سوچ رہے تھے۔ جولیا، صفدر اور کیپٹن شکیل نے کئی بار جوزف کو ٹٹولنے کی کوشش کی تھی لیکن جوزف نے انہیں وہ سب کچھ نہیں بتایا تھا جو اس نے عمران کو بتایا تھا وہ ان سب کو خوفزدہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے اس نے ان سب سے صرف یہی کہا تھا کہ انہیں شاید مصر کی زمین کے نیچے گہرائیوں میں سفر کرنا

پڑے گا جہاں تاریکی اور خوف کا راج ہے۔ جوزف نے انہیں بس خود اعتماد اور حوصلہ مند رہنے کی تاکید کی تھی کہ وہ اور باس ان کے ساتھ ہیں اس لئے وہ انہیں ہر ممکن خطرے سے محفوظ رکھنے کی پوری کوشش کریں گے۔ اس نے ان سب کو یہ بھی کہا تھا کہ وہ جس باطلی دنیا میں جا رہے ہیں وہاں ان کے سامنے خوفناک اور بھیانک مناظر بھی آ سکتے ہیں لیکن انہیں ان مناظر سے خوفزدہ ہونے یا ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ وہ تمام مناظر محض نظروں کا فریب یا پھر سراب ہوں گے۔ ان سرابوں سے بچنے کا بس یہی طریقہ ہے کہ ان سے خوفزدہ نہ ہوا جائے اور اپنی حفاظت کرنے کے ساتھ ساتھ اپنا دل مضبوط رکھا جائے۔ سراب کا دورانیہ زیادہ نہیں ہو سکتا تھا۔ لیکن اگر خوفناک سراب یا بھیانک مناظر دیکھ کر انسان اپنا حوصلہ چھوڑ دے اور ڈر جائے تو پھر وہ حقیقت میں ان خطرناک سرابوں کا شکار ہو سکتا تھا۔ جوزف کی باتیں سن کر وہ سب حیران ہو رہے تھے کیونکہ جوزف انہیں سمجھا تو رہا تھا لیکن وہ خود بھی پریشان اور کافی حد تک ڈرا ہوا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ خود بھی اقارم کے مدفن تک جانے سے کترانے کی کوشش کر رہا ہو اور مجبوراً اس طرف جانے کے لئے تیار ہوا ہو۔

جوزف اور عمران زیادہ تر ایک ساتھ رہتے تھے اور ہر وقت آپس میں کوئی نہ کوئی بات کرتے رہتے تھے اور ان سب نے ان دونوں کو واقعی بے حد سنجیدہ اور پریشان دیکھا تھا۔ انہوں نے کئی بار

عمران اور جوزف سے پریشانی کی وجہ پوچھنے کی کوشش کی لیکن وہ دونوں انہیں کچھ نہیں بتاتے تھے بلکہ ان کی ہر بات ہنس کر ٹال جاتے تھے۔

اس وقت شام ہو رہی تھی۔ صحرا میں دن بھر آگ برسانے کے بعد سورج اپنی کرنیں سمیٹ رہا تھا۔ جس کی وجہ سے شام کے سائے پھیلتے جا رہے تھے۔ سورج کی روشنی میں جس تیزی سے صحرا گرم ہوتا ہے اسی تیزی سے شام ہوتے ہی گرم ریت قدرتی طور پر ٹھنڈی ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ اس لئے قافلے کے افراد دن کے وقت خیموں میں آرام کرتے تھے اور شام ہوتے ہی خیمے اکھاڑ کر اپنے سامان سمیٹنا شروع کر دیتے تھے اور پھر وہ اپنے سفر پر روانہ ہو جاتے تھے۔

اب چونکہ شام ہو رہی تھی اس لئے قافلے کے افراد اپنے سامان سمیٹنا شروع ہو گئے تھے۔ عمران اور اس کے ساتھی جو ایک بڑے خیمے میں تھے وہ بھی خیمے سے نکل آئے تھے اور جوزف نے خیمہ اکھیڑنا شروع کر دیا تھا۔ عمران کے ساتھیوں نے اپنا سامان سمیٹ کر اپنے تھیلوں میں ڈال لیا تھا اور تھیلے اپنے کاندھوں پر لٹکا لئے تھے۔ عمران اور اس کے ساتھی تقریباً دو راتوں سے سفر کر رہے تھے۔ وہ صحرا کا ایک چوتھائی راستہ طے کر چکے تھے۔ اب بھی ان کا کافی سفر باقی تھا۔ ان کے پاس اونٹ کافی تعداد میں تھے اس لئے وہ پیدل چلنے کی بجائے اونٹوں پر ہی سوار ہو کر سفر کرتے تھے۔ یہی

وجہ تھی کہ باقی سب افراد بھی ریت پر رینگنے والے حشرات الارض سے بچے رہتے تھے۔ اس صحرا کے حشرات الارض کی یہ خاص بات ضرور تھی کہ وہ صحرا میں آنے والے دوسرے جانداروں پر تو ضرور حملہ کرتے تھے چاہے وہ کوئی درندہ ہو یا انسان لیکن یہ حشرات الارض اونٹوں پر حملہ نہیں کرتے تھے اسی لئے اونٹ اس صحرا میں آسانی سے دوڑتے بھاگتے رہتے تھے اور پھر قافلے کے افراد نے چونکہ مشعلیں روشن کر رکھی ہوتی تھیں اس لئے حشرات الارض روشنی سے دور ہی رہنا پسند کرتے تھے۔

خیمے سے نکل کر عمران قافلے کے سردار کی طرف بڑھتا چلا گیا جو اپنا سامان ایک اونٹ پر لاد رہا تھا۔ قافلے کے سردار کا نام ابو خالد تھا جو ایک ادھیڑ عمر عربی تھا۔ وہ ایک نیک اور انتہائی نفیس انسان تھا۔ قافلے کے ہر فرد کا وہ خصوصی خیال رکھتا تھا اور ان کی ہر ضرورت پوری کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ ابو خالد چونکہ تجارتی قافلہ لے جاتا تھا اس لئے وہ اپنے ساتھ فالتو اونٹ بھی لے جاتا تھا جن پر تجارتی سامان لدا ہوتا تھا۔

"السلام وعلیکم سردار ابو خالد۔ کیسے ہیں آپ"...... عمران نے سردار ابو خالد کے سامنے جا کر اسے سلام کرتے ہوئے کہا۔

"وعلیکم والسلام۔ میں ٹھیک ہوں جناب۔ آپ سنائیں آپ اور آپ کے ساتھی کیسے ہیں۔ سفر میں آپ کو کوئی دشواری تو پیش نہیں آ رہی ہے"...... سردار ابو خالد نے آگے بڑھ کر عمران سے باقاعدہ

مصافحہ کرتے ہوئے انتہائی خوش اخلاقی سے پوچھا۔

''آپ جیسے مہربان ساتھ ہوں تو ہمیں بھلا سفر میں کیا مشکل پیش آ سکتی ہے۔ ہم یہ سفر انتہائی سکون اور اطمینان سے کر رہے ہیں۔ آپ ہمارے ساتھ ساتھ قافلے کے ہر فرد کا خصوصی خیال رکھتے ہیں اور ہماری ہر ضرورت اپنی ضرورت سمجھ کر پوری کرتے ہیں اس سے بڑھ کر ہمارے لئے اور کیا ہوسکتا ہے''...... عمران نے بھی جواباً خوش اخلاقی سے کہا۔

''یہ تو میرا فرض ہے جناب۔ میری یہی کوشش ہوتی ہے کہ میرے قافلے میں جو بھی آئے اسے راستے میں کوئی دقت اور کوئی پریشانی پیش نہ آئے۔ میں اس کی ہر ضرورت پوری کروں تاکہ وہ اس خطرناک اور تپتے ہوئے صحرا میں کسی مہلک بیماری کا شکار نہ ہو جائے۔ اس صحرا میں ڈی ہائیڈریشن اور اس جیسی مہلک بیماریوں میں مبتلا ہونا عام ہے۔ اگر یہاں کوئی بیمار ہو جائے تو اس کا ٹھیک ہونا مشکل ہی نہیں ناممکن ہو جاتا ہے گو کہ میں اپنے ساتھ میڈیکل باکس اور زندگی بچانے والی ہر طرح کی دوائیں رکھتا ہوں لیکن صحراؤں میں دوائیں بھی اپنا اثر نہیں دکھاتیں اور بیمار ہونے والا انسان شدید تکلیف اور اذیت میں مبتلا ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے اسے یا تو اپنی زندگی سے ہاتھ دھونے پڑتے ہیں یا پھر وہ شہر پہنچنے تک ناکارہ ہو کر کئی سالوں تک ہسپتال میں پڑا رہتا ہے۔ اس لئے میں اپنے قافلے کے افراد کو ان بیماریوں سے بچانے کے لئے انہیں

مختلف ویکسینز اور وٹامنز سے بھرپور چیزیں فراہم کرتا رہتا ہوں تاکہ ان پر کسی بیماری کا حملہ نہ ہو سکے اور وہ سب بخیر و عافیت میرے ساتھ شہر تک پہنچ جائیں''...... سردار ابو خالد نے کہا۔

''جی ہاں۔ میں جانتا ہوں۔ آپ کو خود سے زیادہ اپنے قافلے میں موجود افراد کی فکر دامن گیر رہتی ہے''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو سردار ابو خالد بھی مسکرا دیا۔

''آپ سب کو منزل مقصود تک پہنچانا میری ذمہ داری ہے جناب اس لئے مجھے سب کا اپنے سے زیادہ خیال رکھنا پڑتا ہے''...... سردار ابو خالد نے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''اچھا میں آپ سے یہ پوچھنے کے لئے آیا ہوں کہ وسطی صحرا میں ایک ایسی جگہ ہے جہاں قدیم اور سیاہ کھنڈرات موجود ہیں۔ کیا آپ کبھی ان کھنڈرات میں گئے ہیں''...... عمران نے اصل بات کی طرف آتے ہوئے کہا جو وہ سردار ابو خالد سے پوچھنے آیا تھا۔ سیاہ کھنڈرات کا سن کر سردار ابو خالد بے اختیار چونک پڑا اور حیرت سے عمران کی شکل دیکھنے لگا۔

اس قافلے میں شامل ہو کر عمران نے ابو خالد کو یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ اور اس کے ساتھی صرف وسطی صحرا کے ان کھنڈرات میں جانا چاہتے ہیں جہاں زارکا اور اس کی جن زاد بہنیں ان کا انتظار کر رہی ہیں۔ عمران نے سردار ابو خالد کو اپنا اور اپنے ساتھیوں کو قاروس شہر تک جانے کا معاوضہ دیا تھا۔ اس نے چونکہ پہلے ہی معلوم کر لیا تھا

تھا کہ سردار ابو خالد کا قافلہ ہی ایک ایسا قافلہ ہے جو صحرا کے وسط سے گزر کر قاروس شہر تک جاتا ہے اس لئے وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس قافلے میں شامل ہو گیا تھا۔

"آپ ان سیاہ کھنڈرات کا کیوں پوچھ رہے ہیں جناب"۔ سردار ابو خالد نے عمران کی جانب غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"اصل میں میرے ساتھی اور میں انہی کھنڈرات میں جانا چاہتے ہیں۔ ہمارا تعلق آثار قدیمہ کے ماہرین سے ہے اور ہم وہاں جا کر کچھ قدیم روایات پر ریسرچ کرنا چاہتے ہیں"...... عمران نے بات بناتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ مگر یہ بات آپ نے پہلے تو نہیں بتائی تھی اور آپ نے مجھے معاوضہ بھی قاروس شہر تک جانے کا ادا کیا ہے"...... سردار ابو خالد نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"میں ڈیزرٹ کارواں کے اصول جانتا ہوں جناب۔ قافلوں کی منزلِ مقصود جہاں ہوتی ہے ساتھ لے جانے والوں سے پورا معاوضہ وصول کیا جاتا ہے چاہے ساتھ جانے والا آدھے راستے میں ہی کیوں نہ ڈراپ ہو جائے۔ رہی بات نہ بتانے کی تو ہمیں بتایا گیا تھا کہ آپ کا ہی قافلہ ایسا ہے جو صحرا کے وسط تک جاتا ہے اور ان کھنڈروں کے پاس سے گزرتا ہے تو ہم نے سوچا کہ جب آپ جا ہی اسی طرف رہے ہیں تو ہم وہاں پہنچ کر آپ کو بتا دیں گے"...... عمران نے کہا۔

"ہونہہ۔ اگر آپ مجھے پہلے بتا دیتے کہ آپ اور آپ کے ساتھی ان کھنڈرات تک جانا چاہتے ہیں تو میں کبھی آپ کو اپنے قافلے میں شامل نہ کرتا۔ یہ درست ہے کہ میرا قافلہ ان کھنڈروں کے پاس سے ہو کر گزرتا ہے لیکن ہم ان کھنڈروں سے دور ہی رہنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر کوئی ان کھنڈروں کی طرف جانے کی کوشش کرے تو ہم اسے سختی سے اس طرف جانے سے روکتے ہیں۔ آپ کو شاید معلوم نہیں ہے جناب وہ کھنڈرات عام کھنڈرات نہیں ہیں وہ موت کے کھنڈرات ہیں۔ ان کھنڈرات میں جانے والا کبھی واپس نہیں آتا۔ وہاں نحوست کے سائے پھیلے ہوئے ہیں جو اس طرف آنے والے کو فوراً نگل جاتے ہیں۔ اس لئے آپ میرا مشورہ مانیں اور ان کھنڈروں کی طرف جانے کا خیال دل سے نکال دیں۔ وہاں آپ کو سوائے موت کے اور کچھ نہیں ملے گا"۔ سردار ابو خالد نے عمران کو سمجھانے والے انداز میں کہا۔

"چلیں ہمیں وہاں کچھ تو ملے گا موت ہی سہی"...... عمران نے کہا اور سردار ابو خالد حیرت بھری نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگا جیسے اسے یقین ہی نہ آ رہا ہو کہ کوئی انسان جان بوجھ کر موت کے منہ میں جانے کے لئے اس طرح خوشی کا اظہار کر سکتا ہے۔

"کیا مطلب۔ کیا آپ کو مرنے سے ڈر نہیں لگتا"...... سردار ابو خالد نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"لگتا ہے جناب۔ بہت ڈر لگتا ہے لیکن موت سے نہیں۔ موت

کا کیا ہے۔ یہ دنیا فانی ہے۔ جو اس دنیا میں آتا ہے ایک روز اسے مرنا ہی پڑتا ہے۔ کون کب اور کہاں ہلاک ہو جائے اس کے بارے میں کوئی نہیں جانتا۔ زندگی اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی امانت ہے اور وہ اپنی امانت کب واپس لے لے اس کے بارے میں سوائے اس ذات پاک کے اور کوئی نہیں جانتا ہے۔ جب مرنے کا اختیار ہمارے پاس ہے ہی نہیں تو پھر ہمیں موت سے ڈرنے کی کیا ضرورت ہے۔ آج کل تو یہ حال ہے کہ اچھا بھلا اور چلتا پھرتا انسان بھی اچانک گرتا ہے اور ہلاک ہو جاتا ہے۔ بعد میں پتہ چلتا ہے کہ اچانک ہی وہ عارضہ قلب کا شکار ہوا تھا اور ہلاک ہو گیا۔ ہم ان کھنڈرات میں ریسرچ کرنے کے لئے جا رہے ہیں کہ وہاں ایسا کیا ہے جس کی وجہ سے جو بھی ان کھنڈرات میں جاتا ہے وہ واپس لوٹ کر نہیں آتا۔ ہمارے پاس ایسے وسائل ہیں کہ ہم ان کھنڈرات کی حقیقت جان سکیں۔ اور کچھ نہیں تو کم از کم ہمیں یہ ہی معلوم ہو جائے کہ ان کھنڈرات میں جانے والوں کے ساتھ ہوتا کیا ہے کہ وہ ان کھنڈرات سے واپس ہی نہیں آتے''...... عمران نے بات بنانے والے انداز میں کہا۔

''پھر بھی۔ آپ وہاں جا کر اپنی اور اپنے ساتھیوں کی زندگیاں خطرے میں ڈال رہے ہیں''...... سردار ابو خالد نے کہا۔

''آپ بے فکر رہیں۔ ہمیں وہاں کچھ نہیں ہو گا۔ ہم اپنی حفاظت کرنا جانتے ہیں''...... عمران نے کہا۔

''اگر آپ لوگ آثار قدیمہ کے تحقیق دان ہیں تو پھر آپ کو ہمارے ساتھ قافلے میں جانے کی کیا ضرورت تھی اس کے لئے آپ حکومت کی مدد لے لیتے۔ حکومت آپ کو ہیلی کاپٹروں کے ذریعے ان کھنڈرات تک پہنچانے کا انتظام کر سکتی تھی''...... سردار ابو خالد نے کہا۔

''ہم ذرا ایڈونچر ٹائپ کے لوگ ہیں۔ ہیلی کاپٹروں میں سوار ہو کر ہم چند گھنٹوں میں وہاں پہنچ سکتے تھے لیکن ہم اس صحرا کا سفر کرتے ہوئے وہاں جانا چاہتے ہیں تاکہ کھنڈرات کے ساتھ ساتھ ہم اس صحرا کے بارے میں بھی زیادہ سے زیادہ جان سکیں اور یہ معلوم کر سکیں کہ اس صحرا میں اور کہاں کہاں آثار قدیمہ ہو سکتے ہیں۔ ہمارے پاس کچھ ایسے آلات ہیں جن کی مدد سے ہم ریت کے نیچے چھپے ہوئے پرانے دور کے نشانات کو آسانی سے تلاش کر سکتے ہیں''...... عمران نے کہا۔

''تو کیا کچھ ملا آپ کو اس ریگستان کے نیچے''...... سردار ابو خالد نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

''نہیں۔ اسی لئے تو میں اس سفر سے تنگ آ گیا ہوں جو ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا ہے۔ میں سوچ رہا ہوں کہ ہمیں ریگستان کی ریت کریدنے کی بجائے ڈائریکٹ کھنڈرات میں جا کر اپنا کام شروع کریں''...... عمران نے کہا۔

''میں تو آپ سے پھر یہی کہوں گا کہ آپ اپنی اور اپنے

ساتھیوں کی زندگیاں خطرے میں نہ ڈالیں اور سیاہ کھنڈرات کی طرف جانے کا خیال دل سے نکال دیں۔ ان کھنڈرات پر خون آشام بدروحوں کا قبضہ ہے۔ میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ جو ان کھنڈرات میں جاتا ہے۔ کھنڈرات کی خون آشام بدروحیں ہی انہیں ہلاک کرتی ہیں''...... سردار ابو خالد نے کہا۔

''کیا آپ نے ان بدروحوں کو دیکھا ہے''...... عمران نے پوچھا۔

''نہیں۔ لیکن ہمارا قافلہ جب بھی ان کھنڈرات کے قریب سے گزرتا ہے تو ہم نے وہاں سے تیز اور بھیانک چیخوں کی آوازیں ضرور سنی ہیں جو کم از کم انسانوں یا جانوروں کی نہیں ہو سکتی ہیں''...... سردار ابو خالد نے کہا۔

''بہرحال۔ ہم پروفیشنل ہیں اور ہمیں کیا کرنا ہے یہ ہم بخوبی جانتے ہیں۔ آپ بس ہمیں یہ بتا دیں کہ ہم ان کھنڈرات تک کب پہنچ جائیں گے''...... عمران نے سردار ابو خالد کی باتوں سے بیزار ہوتے ہوئے کہا۔

''آج کی رات اور کل کی رات ہمیں مزید سفر کرنا پڑے گا۔ پرسوں صبح تک ہم ان کھنڈرات کے قریب پہنچ جائیں گے''۔ سردار ابو خالد نے عمران کے چہرے پر بیزاریت کے تاثرات بھانپ کر سنجیدگی سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''کیا ایسا نہیں ہو سکتا ہے کہ ہم اونٹوں پر تیز رفتاری سے سفر

کریں اور پرسوں کی بجائے کل صبح تک وہاں پہنچ جائیں''۔ عمران نے پوچھا۔

''ہو سکتا ہے۔ اس کے لئے ہمیں اونٹ دوگنی رفتار سے دوڑانے پڑیں گے لیکن پھر بھی ساری رات سفر کرنا پڑے گا اور اگر ہم نے دوگنی رفتار سے ساری رات اونٹ دوڑائے تو صبح تک ان میں سے شاید ہی کوئی اونٹ زندہ بچ سکے۔ مسلسل اور زیادہ تیز رفتاری سے دوڑتے رہنے کی وجہ سے ان کی قوت مدافعت ختم ہو جاتی ہے اور ہاٹ ڈیزرٹ میں سفر کرنے والے اونٹوں کی قوت مدافعت ایک مخصوص حد تک ہوتی ہے جس سے تجاوز کر کے وہ موت کے گھاٹ اتر جاتے ہیں''...... سردار ابو خالد نے کہا۔

''میں اس صحرا کے بارے میں اور اس صحرا میں سفر کرنے والے اونٹوں کے بارے میں جانتا ہوں جناب۔ اگر ان اونٹوں کو آرمیسون کا ڈبل انجکشن دے دیا جائے جس میں نکوٹین اور ریڈیم ہوتا ہے تو اس سے ان اونٹوں کی قوت مدافعت بڑھائی جا سکتی ہے اور پھر انہیں زیادہ تیزی سے دوڑا کر طویل ترین ریگستان بھی آسانی سے پار کئے جا سکتے ہیں۔ آرمیسون انجکشن لگنے کی وجہ سے اونٹوں کی توانائی ختم نہیں ہوتی اور وہ کچھ دیر آرام کرنے کے بعد دوبارہ تازہ دم ہو جاتے ہیں''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اوہ۔ آپ آرمیسون انجکشن کے بارے میں کیسے جانتے ہیں یہ تو ہمارے خفیہ راز ہیں جن کے بارے میں ہم غلطی سے بھی کسی

سے ذکر نہیں کرتے ورنہ اس صحرا میں ہمارے اونٹ روز مر جائیں''...... سردار ابو خالد نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

''مطلب آپ پہلے سے ہی اونٹوں کو آرمیسون کے انجکشن لگاتے ہیں''...... عمران نے چونک کر کہا۔

''ہاں۔ ہاٹ ڈیزرٹ میں ان اونٹوں کو زندہ رکھنے کے لئے آرمیسون کے انجکشنز انتہائی ضروری ہیں لیکن یہ انجکشنز ہم مخصوص ڈوز سے کہیں کم دیتے ہیں تاکہ ان کا اونٹوں پر زیادہ اثر نہ ہو''۔ سردار ابو خالد نے جواب دیا۔

''میں آثار قدیمہ کا پروفیسر ہوں اور میں اپنی ٹیم کے ساتھ صحراؤں کا اکثر سفر کرتا رہتا ہوں اس لئے مجھے ان انجکشنز کے استعمال کا علم ہے۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ آپ ہمیں کسی طرح سے آج رات ہی ان کھنڈرات تک پہنچا دیں۔ اس کے لئے آپ کو اونٹوں کو معمول سے کچھ ہی زیادہ آرمیسون لگانا ہوگا''۔ عمران نے کہا۔

''نہیں میں ایسا نہیں کرسکتا۔ میں جانتا ہوں کہ اس سے اونٹوں کو زیادہ نقصان نہیں ہوگا اور وہ سینکڑوں میل رکے بغیر دوڑتے رہ سکتے ہیں لیکن اس کے بعد اکثر اونٹوں کی بھوک پیاس ختم ہو جاتی ہے اور وہ اس قدر لاغر ہو جاتے ہیں کہ زیادہ بوجھ اٹھانے کے قابل نہیں رہتے۔ اس کے علاوہ آپ لوگوں کے علاوہ قافلے میں اور لوگ بھی موجود ہیں جو مخصوص رفتار میں ہی سفر کرنے کو ترجیح

دیتے ہیں۔ اونٹوں کی تیز رفتاری سے ان کی جان جاتی ہے اس لئے میں نہ تو اپنے قافلے والوں کو ناراض کرسکتا ہوں اور نہ اپنے اونٹوں کو ضائع کرنے کا سوچ سکتا ہوں''...... سردار ابو خالد نے سنجیدگی سے کہا۔

''کیا آپ ہمیں اپنے چند اونٹ بیچ سکتے ہیں''...... عمران نے کہا۔

''کیا مطلب۔ کیا آپ اونٹ خریدنا چاہتے ہیں''...... سردار ابو خالد نے بری طرح سے چونکتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں۔ میرے سمیت میرے ساتھیوں کی تعداد سات ہے۔ اگر ہم آپ سے سات اونٹ خریدنا چاہیں تو''...... عمران نے کہا۔

''آپ شاید مذاق کر رہے ہیں۔ ہاٹ ڈیزرٹ میں سفر کرنے والے خاص نسل کے اونٹ ہوتے ہیں جو صرف میرے پاس ہیں اور یہ عام اونٹوں سے کہیں مہنگے ہوتے ہیں''...... سردار ابو خالد نے ہنس کر کہا۔

''آپ قیمت بتائیں میں آپ کو آپ کی بتائی ہوئی قیمت سے ڈبل پے منٹ دوں گا لیکن اس کے لئے آپ کو ان ساتوں اونٹوں کو آرمیسون کے مخصوص انجکشن لگانے ہوں گے تاکہ وہ ہمیں صبح تک ہر صورت میں سیاہ کھنڈرات تک پہنچا دیں''...... عمران نے کہا۔

''کیا آپ سنجیدہ ہیں''...... سردار ابو خالد نے اس کی جانب غور

سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''کیوں۔ کیا آپ کو میرے چہرے پر حماقتوں کے ڈونگرے برستے ہوئے دکھائی دے رہے ہیں''...... عمران نے منہ بنا کر کہا۔

''نہیں ایسی بات نہیں ہے۔ بہرحال مجھے اونٹ بیچنے پر کوئی اعتراض نہیں ہے اور میں اونٹوں کو آرمیسون کے انجکشن بھی لگا دوں گا تاکہ وہ آپ کو صبح تک سیاہ کھنڈرات تک پہنچا دیں لیکن اس کے لئے آپ کو ہمارے قافلے سے الگ ہونا پڑے گا۔ آپ کو اپنے ساتھیوں سمیت ہی ان کھنڈرات کی طرف جانا ہو گا ہم میں سے کوئی اس طرف نہیں جائے گا''...... سردار ابو خالد نے کہا۔

''میرا خیال ہے کہ میں اسی لئے آپ سے اونٹ خریدنے کی بات کر رہا ہوں کہ ہم آپ سے الگ ہو کر تیز رفتاری سے سیاہ کھنڈرات تک جا سکیں''...... عمران نے کہا۔

''تو ٹھیک ہے۔ ایک اونٹ کی قیمت دس ہزار ریال ہے اور میں آپ سے اتنی ہی قیمت لوں گا نہ اس سے کم نہ ہی اس سے زیادہ''...... سردار ابو خالد نے کہا۔ وہ چونکہ لالچی انسان نہیں تھا اس لئے اس نے کھری بات کی تھی۔

''اوکے۔ میں آپ کو ستر ہزار ریال دے دیتا ہوں''...... عمران نے کہا اور اس نے لباس کی اندرونی جیب میں ہاتھ ڈال کر بڑی مالیت کے نوٹوں کی گڈی نکال لی۔ اس کے پاس بڑی مالیت کے نوٹ دیکھ کر سردار ابو خالد حیران تو ہوا مگر اس نے کچھ نہیں کہا۔

عمران نے گڈی سے اسے ستر ہزار ریال نکال کر دے دیئے۔

''بس آپ مجھے آدھا گھنٹہ دے دیں۔ آدھے گھنٹے کے بعد آپ کے سات اونٹ تیار ہوں گے''...... سردار ابو خالد نے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا اور اس کا شکریہ ادا کرتا ہوا واپس اپنے ساتھیوں کی جانب بڑھ گیا۔

''کیا باتیں ہو رہی تھیں سردار سے''...... قریب آنے پر جولیا نے عمران سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

''کچھ خاص نہیں۔ میں پوچھ رہا تھا کہ اگر ہم اپنی شادی کی بارات کے لئے اس سے اونٹ مستعار لیں تو وہ ہمیں کتنا ڈسکاؤنٹ دے سکتا ہے''...... عمران نے اپنے مخصوص انداز میں کہا تو اس کی بات سن کر ان سب کے ہونٹوں پر مسکراہٹیں آ گئیں۔

''کیا مطلب''...... جولیا نے اسے گھور کر کہا۔

''مطلب یہ کہ میں اپنی شادی دھوم دھام سے اور انوکھے سٹائل سے کرنا چاہتا ہوں۔ پہلے زمانے میں دولہا گھوڑے پر سوار ہوتا تھا اور باراتی اس کے آگے پیچھے ہوتے تھے۔ پھر بگھیوں کا زمانہ آ گیا اور اب گاڑیوں کا زمانہ ہے۔ گھوڑوں اور بگھیوں کی باراتیں نہ ہونے کے برابر رہ گئی ہیں اس لئے شہر کے لوگ سڑکوں اور گلیوں سے گزرنے والی باراتوں پر کوئی خاص توجہ نہیں دیتے ورنہ ہر ایک کی یہی خواہش ہوتی تھی کہ ایک نظر دولہا اور دلہن کو ضرور دیکھ لیں کہ کیسی جوڑی بنی ہے۔ اس لئے میں نے اپنی

شادی منفرد انداز میں کرانے کا سوچا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ۔۔ میری شادی میں دولہا اور دلہن بھی اونٹ پر سوار ہوں اور باراتی بھی اور بینڈ باجوں والے بھی اونٹوں پر بیٹھ کر بینڈ بجائیں۔ میری شادی دیکھنے کے لئے سارا شہر نہ امڈ آیا تو کہنا"...... عمران نے کہا اور سب بے اختیار ہنس پڑے۔

"تمہاری اس انوکھی شادی کی دلہن کون ہو گی"...... جولیا نے زیرلب مسکراتے ہوئے کہا اور جولیا کی بات سن کر تنویر نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔ وہ جانتا تھا کہ اب عمران ضرور اسی پر کوئی نہ کوئی فقرہ جست کرے گا۔

"اسی کی تلاش میں تو جا رہا ہوں"...... عمران نے خلافِ توقع بات کی تو تنویر کے چہرے پر چھائی ہوئی سختی نرمی میں بدل گئی جبکہ عمران کا جواب سن کر جولیا کی تیوری پر بل آ گئے۔

"اسی کی تلاش میں جا رہے ہو۔ مطلب"...... جولیا نے اسے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

"مطلب۔ اپنی دلہن کی تلاش میں جا رہا ہوں۔ میں نے سنا ہے کہ قدیم دور کی مصری خواتین بے حد حسین ہوتی تھیں اور ان میں یہ خوبی بھی بدرجہ اتم موجود تھی کہ بوڑھی ہونے کے باوجود انہیں جھریاں پڑتی تھیں اور نہ ہی ان کے رنگ روپ میں کوئی فرق آتا تھا۔ بوڑھی ہونے کے باوجود وہ جوان ہی دکھائی دیتی تھیں۔ اس لئے میں سوچ رہا ہوں کہ جہاں میں جا رہا ہوں وہاں سے کوئی

ایسی ہی مصری خاتون ڈھونڈ لاؤں جو بوڑھی ہونے کے باوجود حسین اور جوان رہے قلوپطرہ کی طرح۔ ورنہ یہاں تو یہ حال ہے کہ شادی کے بعد دو بچے ہونے پر ہی ماں پر بڑھاپے کے آثار نمودار ہونا شروع ہو جاتے ہیں جس سے عورت چڑچڑی اور بدمزاج ہو جاتی ہے۔ ہر عورت کی بدمزاجی اور چڑچڑا پن اپنی ڈھلتی ہوئی عمر دیکھ کر پیدا ہوتا ہے۔ اس دور کی چڑچڑی اور بدمزاج عورت سے شادی کرنے کی بجائے اگر میں کسی پرانے دور کی مصری عورت کو ڈھونڈ کر اس سے شادی کروں گا تو وہ نہ بدمزاج ہو گی اور نہ ہی اس پر چڑچڑا پن غالب آئے گا کیونکہ اس کے بال کبھی سفید ہی نہیں ہوں گے۔ کیوں صفدر"...... عمران نے کہا۔

"پھر تو تمہیں سیاہ کھنڈرات میں قلوپطرہ کا بھوت ہی ملے گا۔ اور میں نے سنا ہے کہ بھوت اگر کسی انسان کو چمٹ جائے تو وہ اس وقت تک اس انسان کی جان نہیں چھوڑتا جب تک اس کا سارا خون نہ چوس لے"...... جولیا نے عمران کی بات کا غصہ کرنے کی بجائے مسکراتے ہوئے کہا اور اس کا جواب سن کر باقی سب ہنس پڑے جبکہ عمران کا ہاتھ سر کھجانے کے لئے اپنے سر پر پہنچ گیا۔ اس نے جولیا کو چڑانے کی کوشش کی تھی لیکن جولیا نے چڑنے کی بجائے اسے آڑے ہاتھوں لیا تھا۔

آدھے گھنٹے کے بعد سردار ابو خالد نے عمران کو آ کر بتایا کہ ان کے سات اونٹ تیار ہیں وہ انہیں لے جا سکتے ہیں۔ ابو خالد

نے عمران کو سیاہ کھنڈروں تک جانے کے راستے کے بارے میں بھی
بتا دیا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ اس کے اونٹ منجھے ہوئے ہیں اور وہ
چونکہ ان راستوں پر سفر کرتے رہتے ہیں اس لئے وہ تیز رفتاری
سے بھاگنے کے باوجود راستے سے نہیں بھٹکیں گے اور انہیں لے کر
صحرا کے وسط تک پہنچ جائیں گے جہاں سیاہ کھنڈرات موجود ہیں۔
ان سیاہ کھنڈرات کے پاس پہنچ کر وہ اونٹ روک لیں تو اونٹ
وہیں ستانے کے لئے بیٹھ جائیں گے جنہیں عمران اور اس کے
ساتھی وہیں کھونٹوں پر باندھ کر واپسی کا بھی انتظام کر سکتے ہیں۔
عمران نے ایک بار پھر سردار ابو خالد کا شکریہ ادا کیا اور پھر اپنے
ساتھیوں کے ساتھ اس طرف آ گیا جہاں سردار ابو خالد نے سات
بہترین اور مضبوط اعصاب والے اونٹ الگ کر دیئے تھے۔ ابو خالد
واقعی بے حد ایماندار تھا اس نے عمران سے اونٹوں کا جائز معاوضہ
بھی لیا تھا اور انہیں بہترین اونٹ بھی مہیا کر دیئے تھے تاکہ راستے
میں اونٹ انہیں پریشان نہ کر سکیں۔

”کیا اب ہم قافلے سے الگ ان اونٹوں پر سفر کریں گے“۔
جولیا نے عمران سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

”ہاں۔ قافلہ چونکہ دھیمی رفتار سے آگے بڑھ رہا ہے اس لئے
میں نے سردار ابو خالد سے یہ سات اونٹ خرید لئے ہیں۔ اب ہم
ان اونٹوں پر سوار ہو کر تیزی سے اپنا سفر جاری رکھ سکتے ہیں اور
ہمیں جہاں جانا ہے وہاں قافلے سے ایک رات پہلے پہنچ جائیں

گے“......عمران نے جواب دیا۔

”قافلے کے بغیر اگر اونٹوں نے ہمیں راستے سے بھٹکا دیا
تو“......صفدر نے پریشانی کے عالم میں کہا تو عمران نے اسے سردار
ابو خالد کی بتائی ہوئی بات بتا دی کہ اونٹ انہی راستوں پر سفر کریں
گے جن پر وہ ہمیشہ سے کرتے آئے ہیں تو ان سب کے چہروں پر
اطمینان آ گیا۔

عمران نے اپنے ساتھیوں کو اپنے سامان سمیت اونٹوں پر سوار
ہونے کا کہا تو وہ سب ایک ایک کر کے اونٹوں پر سوار ہو گئے۔
اگلے اونٹ پر عمران سوار ہوا تھا اس کے پیچھے دوسرے اونٹ پر
جوزف سوار ہوا اور تیسرا اونٹ جولیا کے حصے میں آیا تھا اس کے
بعد باقی اونٹوں پر ان کے باقی ساتھی سوار ہوئے اور پھر جب
عمران نے اپنا اونٹ آگے بڑھایا تو باقی اونٹ بھی اس کے پیچھے
قدم اٹھانا شروع ہو گئے۔

ڈاکٹر کرسٹائن، زامبا اور اپنے پندرہ ساتھیوں کے ساتھ مصر کے اہراموں کے سامنے موجود تھا۔ اس کے سامنے مصر کے تکونے نظر آنے والے اہرام بے حد اونچے اور دنیا کے انوکھے عجوبے تھے۔

مصر پہنچ کر ڈاکٹر کرسٹائن نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایک روز ایک ہوٹل میں گزارا تھا اور پھر اگلے دن وہ اہراموں کی طرف جانے کے لئے تیار ہو گئے تھے۔ فرعونوں کے بنائے ہوئے دنیا کے عجوبے چونکہ پوری دنیا میں مشہور تھے اس لئے وہاں ہر دن اور ہر رات سیاحوں کا ہجوم لگا رہتا تھا۔ مصر کی انتظامیہ ان اہراموں کی بدولت سیاحوں سے زرمبادلہ حاصل کرتی تھی جس سے اس کی معیشت انتہائی مستحکم ہو گئی تھی اور مصر کا شمار بھی دنیا کے ترقی پذیر ممالک میں ہوتا تھا۔

ڈاکٹر کرسٹائن اور اس کے ساتھیوں کے پاس چونکہ سیاحتی

کاغذات تھے اس لئے وہ چیکنگ کے بعد اطمینان سے ان اہراموں کے پاس آگئے تھے۔ ڈاکٹر کرسٹائن نے اہراموں کی طرف دیکھتے ہوئے زامبا کی آنکھوں میں بے پناہ جوش اور چمک دیکھی تھی جیسے وہ انہی اہراموں میں سے نکلا ہو اور اس کا تعلق پرانے دور میں انہی اہراموں سے رہ چکا ہو۔

مصر کو فرعونوں اور اہراموں کی سرزمین کہا جاتا ہے۔ قدیم دور میں مصر اور یونان اپنے عروج پر تھے۔ خاص طور پر مصر اپنے اہراموں کی وجہ سے پوری دنیا کی نگاہ کا مرکز بنا رہا ہے۔ محققوں نے ان اہراموں کے بارے میں جو معلوم کیا ہے ان کے مطابق مصر میں بتیس خاندانوں کے تقریباً تین سو دو فرعون گزرے تھے۔ اس دور میں جس کے سر پر تاج رکھا جاتا تھا وہ فرعون کہلاتا تھا۔ مصر میں دو سو کے لگ بھگ اہرام بتائے جاتے ہیں جن میں سے ایک سو کے قریب اہرام دریافت کئے جا چکے ہیں۔ ان میں سے تین اہرام جو جیزہ کے مقام پر پائے جاتے ہیں بہت بڑے اور مقبول ترین اہراموں میں شامل ہیں۔ خاص طور پر ان میں ایک اہرام جو ہرم خوفو کا ہے جسے خوفو چیوپس بھی کہا جاتا ہے۔ ہرم خوفو کے اہرام کی اونچائی شروع میں چار سو اسی فٹ تھی جو بعد میں امتداد زمانہ کے باعث ٹوٹ پھوٹ کر اب چار سو پچاس فٹ رہ گئی ہے۔ دراصل مصر میں اس مقام پر شدید زلزلہ آیا تھا جس کی وجہ سے اس اہرام کی چوٹی کے پتھر ٹوٹ گئے تھے جس کی وجہ سے اس

کی اونچائی میں نمایاں کی آ گئی تھی۔

خوفو چیوپس کا اہرام چاروں طرف سے تیرہ ایکڑ لمبا اور تکون کی شکل میں اوپر کی طرف جاتا دکھائی دیتا ہے۔ فرعون خوفو چیوپس کا اہرام عجائبات عالم میں شمار کیا جاتا ہے۔ دوسرا اہرام خوفو چیوپس کے بیٹے منفرع نے اپنے لئے تیار کرایا تھا۔ منفرع نے اپنے اہرام کے سامنے ابوالہول کا دیوہیکل مجسمہ تیار کرایا تھا جس کا دھڑ شیر کا اور چہرہ انسانی ہے۔ دراصل ابو الہول کا یہ مجسمہ منفرع کی اصل شکل وصورت کا ہی عکاس ہے۔ تیسرا بڑا اہرام خوفو کے پوتے منقرع نے بنوایا تھا۔ یہ تینوں فرعون چوتھے خاندان کے فرعون سے تعلق رکھتے تھے۔ مصر میں ایک عورت کے سر پر بھی تاج رکھا گیا تھا جسے فرعون کا ہی لقب دیا گیا تھا۔ اس عورت کا نام ہت سی پست تھا۔ ان میں ایک نیک فرعون بھی گزرا ہے جو اخناتون کے نام سے مشہور ہے۔ اخناتون وہ واحد فرعون تھا جس نے یہ اقرار کیا تھا کہ ضرور ایسی کوئی واحد ہستی ہے جو اس کائنات کو چلا رہی ہے۔ اخناتون کی بیوی نفرتی حسین ترین عورت تھی۔ ان کے علاوہ توتخ آمن بھی مشہور فرعون کا نام ہے جو اخناتون کا داماد تھا مگر وہ اپنے سسر اخناتون کا سخت مخالف تھا اور اس نے سازش کر کے اخناتون کو تخت سے ہٹا دیا تھا۔

زامبا، ڈاکٹر کرسٹائن اور اس کے ساتھ آنے والے پندرہ ساتھیوں کو اس جگہ لے آیا تھا جہاں حال ہی میں ایک نیا اہرام

دریافت ہوا تھا۔ یہ اہرام پہلے دریافت ہونے والے تین بڑے اہراموں سے کہیں چھوٹا تھا لیکن اس اہرام میں ان فرعونوں کی ممیاں پائی گئی تھیں جن کا ذکر تاریخ میں بہت کم ملتا تھا۔ اس اہرام کی تاریخ ابھی چونکہ سٹڈی کی جا رہی تھی اس لئے اس کے بارے میں دنیا پر کچھ ظاہر نہیں کیا گیا تھا۔ وہاں چونکہ تین بڑے اہراموں کے ساتھ چھوٹے بڑے سو سے زائد اہرام موجود تھے اور نیا دریافت ہونے والا اہرام بھی انہی چھوٹے اہراموں میں موجود تھا جسے اہرامِ تاتاخ کا نام دیا گیا تھا۔

اہرامِ تاتاخ تین بڑے اہراموں کی طرح اونچا اور تکونا نہیں تھا بلکہ یہ گنبد نما تھا جس سے طویل سیڑھیاں نیچے جاتی تھیں۔ سیڑھیاں اتر کر ایک بڑا تہہ خانہ آ جاتا تھا جہاں فرعون دور کے جگہ جگہ پتھروں کے تابوت موجود تھے۔ ان میں سے کچھ تابوت تہہ خانے کے فرش پر رکھے ہوئے تھے اور کچھ تابوت ایسے تھے جنہیں دیواروں کے ساتھ مخصوص انداز میں کھڑا کر دیا گیا تھا۔ چونکہ فرعونوں کے ہر خاندانوں میں چھ چھ سات سات فرعون ہوتے تھے اس لئے ہر خاندان کے فرعونوں کو ایک ہی اہرام میں ممیاں بنا کر رکھا جاتا تھا اور یہ اہرام تاتاخ فرعون کے خاندان سے تھا اس لئے تاتاخ سمیت اسی کے خاندان کے تمام فرعون اسی اہرام میں موجود تھے۔ تہہ خانوں میں تابوتوں پر فرعونوں کے ناموں اور ان کے ادوار کی تختیاں لگی ہوئی تھیں، جو سالخوردہ ہونے کی وجہ سے جگہ جگہ

سے خراب ہو گئی تھیں جس کی وجہ سے مؤرخوں کو وہ تختیاں پڑھنے اور ان فرعونوں کی تاریخ پڑھنے میں بے حد دقت کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ نیا دریافت ہونے والا تاتاخ اہرام چونکہ سو اہراموں کے درمیان ہی موجود تھا اس لئے اس اہرام کے اندر جانے والوں پر کوئی پابندی عائد نہیں کی گئی تھی۔ وہاں عام افراد بھی جاتے تھے اور تاریخ دان بھی تاکہ کسی کو اس بات کا علم نہ ہو سکے کہ یہ نیا دریافت شدہ اہرام ہے۔

زامبا ان سب کو تاتاخ اہرام میں لے آیا تھا۔ اہرام کی سیڑھیاں چھوٹی مگر گھومتی ہوئیں انتہائی گہرائی میں جاتی ہوئی دکھائی دے رہی تھیں یوں لگ رہا تھا جیسے نیچے جاتی سیڑھیاں کبھی ختم نہیں ہوں گی اور سیڑھیاں اترنے والے زمین کے وسط جسے کور کہا جاتا تھا تک پہنچ جاتے تھے۔ اہرام کے باہر لوگوں کو اہرام کے بارے میں معلومات دینے کے لئے ایک تختی لگی ہوئی تھی جس پر تہہ خانے کی لمبائی چوڑائی کے ساتھ ساتھ وہاں رکھے گئے فرعونوں کی ممیوں کے تابوتوں کی تعداد بتائی گئی تھی اور تختی پر یہ بھی لکھا گیا تھا کہ اس اہرام میں نیچے جانے والی سیڑھیوں کی تعداد ایک ہزار ہے اور چونکہ یہ اہرام دوسرے اہراموں سے کہیں زیادہ گہرائی میں ہے اس لئے دمہ کے مریضوں اور دل کے عارضے میں مبتلا افراد کو نیچے جانے سے منع کیا گیا تھا کیونکہ ایسے لوگوں کے لئے سیڑھیاں اترنا تو آسان ہوتا تھا لیکن سیڑھیاں چڑھتے ہوئے انہیں شدید مشکلات

پیش آ سکتی تھیں۔

تہہ خانے میں حکومت کی طرف سے ایک عارضی سسٹم لگا دیا گیا تھا جس کی وجہ سے وہاں آکسیجن کی پرابلم نہیں ہوتی تھی۔

ڈاکٹر کرسٹائن کے ساتھ آنے والے افراد صحت مند ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی ہٹے کٹے بھی تھے اس لئے اس تہہ خانے میں آکر انہیں سانس لینے میں کوئی دشواری نہیں ہو رہی تھی۔ تہہ خانے میں چونکہ مزید افراد بھی موجود تھے اس لئے ان میں سے کوئی ایک دوسرے سے بات نہیں کر رہا تھا۔ ڈاکٹر کرسٹائن نے اشارے سے وہاں موجود افراد کو باہر بھیجنے کے لئے کہا تو زامبا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر کچھ ہی دیر میں ڈاکٹر کرسٹائن اور اس کے ساتھیوں کے علاوہ وہاں موجود افراد یوں بیرونی سیڑھیوں کی طرف بڑھتے چلے گئے جیسے کسی نے انہیں ہپناٹائز کر دیا ہو۔ ان میں اہرام کے دو سیکورٹی گارڈز بھی شامل تھے۔ وہ سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اوپر جانا شروع ہو گئے۔ کچھ ہی دیر میں تہہ خانے میں سوائے ڈاکٹر کرسٹائن اور اس کے ساتھیوں کے اور وہاں کوئی نہیں تھا۔

''اب کیا کرنا ہے''...... ڈاکٹر کرسٹائن نے پوچھا۔

''اب ہمیں زمین کے اندر گھسنے کا راستہ کھولنا ہے''...... زامبا نے جواب دیا۔

''زمین کے اندر کیا مطلب۔ کیا ہمیں زمین کے اندر سفر کرنا ہے''...... ڈاکٹر کرسٹائن نے چونک کر کہا۔

''ہاں آ قا۔ ہم نے جن راستوں پر سفر کرنا ہے وہ زمین دوز ہیں''...... زامبا نے جواب دیا۔ ڈاکٹر کرسٹائن نے زامبا کا جواب سن کر اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا کہ کہیں انہوں نے زامبا کی بات نہ سن لی ہو لیکن وہ انجان کھڑے تھے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ ڈاکٹر کرسٹائن اور زامبا کی باتیں سن ہی نہ رہے ہوں۔

''آپ بے فکر رہیں آ قا۔ اب ہم اہرام کے اندر ہیں اور اس لئے ان سب کی سوچ اور سمجھ اب میرے اختیار میں ہے۔ یہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی اندھے، بہرے اور گونگے ہو گئے ہیں ۔ اب یہ سب سوائے آپ کے احکامات ماننے کے اور کچھ نہیں کریں گے''...... زامبا نے ڈاکٹر کرسٹائن کی نظروں کا مفہوم سمجھ کر کہا تو ڈاکٹر کرسٹائن کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات ابھر آئے۔

''مجھے تو یہاں زمین کے نیچے جانے کا کوئی راستہ دکھائی نہیں دے رہا ہے۔ یہاں ہر طرف تابوت یا ٹھوس دیواریں ہی ہیں''۔ ڈاکٹر کرسٹائن نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

''زمین کے نیچے جانے کا راستہ تاتاخ کے تابوت کے نیچے بنایا گیا ہے آ قا''...... زامبا نے جواب دیا تو ڈاکٹر کرسٹائن چونک کر اس تابوت کی جانب دیکھنے لگا جو تہہ خانے میں موجود دوسرے تابوتوں سے کافی بڑا اور سنہرے رنگ کا تھا اور تہہ خانے کے وسط میں ایک چبوترے کے اوپر پڑا ہوا تھا۔

''اس تابوت کے نیچے''...... ڈاکٹر کرسٹائن نے انگلی سے اس

ت کی جانب اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں آ قا''...... زامبا نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔

''لیکن یہ تو بہت بڑا اور بھاری تابوت معلوم ہو رہا ہے۔ اسے یہاں سے ہٹائیں گے کیسے''...... ڈاکٹر کرسٹائن نے حیران تے ہوئے کہا۔

''اگر آپ تابوت کے سر والے حصے پر سات سرخ چابیاں لگا ں تو میں اس تابوت کو یہاں سے ہٹا سکتا ہوں آ قا''...... زامبا ے کہا۔

''سرخ چابیاں۔ کیا مطلب۔ اب یہ سرخ چابیاں کہاں ہیں''۔ ٹر کرسٹائن نے حیران ہوتے ہوئے کہا اور وہ چبوترے پر چڑھ کر ت کے سر والے حصے کی طرف آ گیا۔ تابوت کے سر والے ے کو دیکھ کر وہ بے اختیار چونک پڑا کیونکہ وہاں باقاعدہ سات یوں کے نشان گدے ہوئے تھے۔

''یہاں چابیوں کے نشان گدے ہوئے ہیں لیکن یہ سرخ تو ں ہیں''...... ڈاکٹر کرسٹائن نے حیران ہو کر کہا۔

''آپ انہیں سرخ کر دیں آ قا۔ جیسے ہی یہ چابیاں سرخ ہوں ی میں تابوت یہاں سے ہٹا دوں گا''...... زامبا نے کہا۔

''میں سمجھا نہیں۔ میں بھلا ان چابیوں کے نشانوں کو کیسے سرخ ر سکتا ہوں''...... ڈاکٹر کرسٹائن نے کہا۔

''اپنے خون سے آ قا۔ آپ کو ان چابیوں کے نشانوں پر اپنا

خون گرانا ہو گا۔ اتنا خون کہ ساتوں چابیوں کے نشان آپ کے
خون میں چھپ جائیں۔ جیسے ہی چابیوں کے نشان سرخ ہوں گے
یہ تابوت ہلکا ہو جائے گا اور اس کے نیچے بنا ہوا راستہ کھل جائے
گا۔ پھر میں اکیلا ہی اس تابوت کو اس جگہ سے ہٹا سکتا ہوں"۔
زامبا نے کہا اور اس کی بات سن کر ڈاکٹر کرسٹائن نے بے اختیار
ہونٹ بھینچ لئے۔

"کیا ان چابیوں کے نشانات پر میرا خون ڈالنا ضروری ہے
خون ان میں سے بھی تو کسی کا ڈالا جا سکتا ہے"...... ڈاکٹر کرسٹائن
نے پوچھا۔

"نہیں آقا۔ یہ سب تو باطلی دنیا کی بھینٹ ہیں۔ آقا آپ
ہیں اور باطلی دنیا میں جانے کا راستہ آقا کے ہی خون سے کھلتا
جاتا ہے"...... زامبا نے کہا تو ڈاکٹر کرسٹائن ایک طویل سانس لے
کر رہ گیا۔

"ٹھیک ہے۔ کیا میں اپنے ہاتھ پر زخم لگا کر چابیوں کے
نشانات پر خون گرا سکتا ہوں"...... ڈاکٹر کرسٹائن نے پوچھا۔

"ہاں آقا۔ بس یہ دھیان رہے کہ آپ کا خون چابیوں سے
باہر نہ گرے۔ چابیوں کے ساتوں نشانات میں ایک جتنا خون ہونا
چاہئے"...... زامبا نے جواب دیا تو ڈاکٹر کرسٹائن نے اثبات میں
سر ہلا دیا۔ اس نے جیب سے ایک تیز دھار چاقو نکالا اور پھر اس
نے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر ایک گہرا کٹ لگا لیا۔ کٹ لگنے کی وجہ

سے ڈاکٹر کرسٹائن کے چہرے پر تکلیف کے تاثرات نمایاں ہو گئے
تھے۔ اس نے دانتوں پر دانت جما لئے تاکہ وہ کٹ کا درد
برداشت کر سکے۔ کٹ لگتے ہی اس کی ہتھیلی پر خون ابھر آیا تھا۔
ڈاکٹر کرسٹائن نے اپنے ہاتھ کا پیالہ سا بنا لیا تاکہ اس کا خون نیچے
نہ گرے اور اس کی ہتھیلی میں ہی جمع ہو جائے۔ جب اس کی ہتھیلی
میں کافی خون جمع ہو گیا تو وہ آگے بڑھا اور اس نے تابوت پر بنی
ہوئی ایک چابی کے نشان پر احتیاط سے خون گرانا شروع کر دیا۔
چابی پر خون پڑا تو اچانک وہاں سے دھواں سا نکلنے لگا۔ جب چابی
کا نشان خون سے بھر گیا تو ڈاکٹر کرسٹائن نے فوراً ہاتھ پیچھے کر لیا
کہ زائد مقدار میں خون تابوت پر نہ ٹپک سکے۔ پہلی چابی کا نشان
خون سے بھر گیا تھا اور خون نہ صرف ابل رہا تھا بلکہ اس سے
دھواں بھی نکل رہا تھا اور تہہ خانے میں عجیب اور انتہائی ناگوار بو
پھیلنا شروع ہو گئی۔ ڈاکٹر کرسٹائن نے ایک لمحہ توقف کیا اور پھر
خون بھرا ہاتھ چابی کے دوسرے نشان کے اوپر لے آیا اور احتیاط
سے چابی کے دوسرے نشان میں خون ڈالنے لگا۔ دوسرے نشان
سے بھی اسی طرح دھواں اٹھا۔ جب چابی کا دوسرا نشان بھی اس
کے خون سے بھر گیا تو ڈاکٹر کرسٹائن نے ہاتھ ہٹا لیا۔ اسی طرح
اس نے احتیاط سے چابی کے باقی نشانوں میں بھی خون ڈالنا
شروع کر دیا۔ جب ساتوں نشان اس کے خون سے بھر گئے تو
اچانک تیز گڑگڑاہٹ کی آواز سنائی دی اور ایک لمحے کے لئے

زمین یوں لرز اٹھی جیسے زبردست بھونچال آ گیا ہو۔

''بہت خوب آقا۔ تابوت کے نیچے کا راستہ کھل گیا ہے۔ اب آپ چبوترے سے نیچے اتر جائیں۔ میں تاتاخ کا تابوت یہاں سے ہٹاتا ہوں''...... زامبا نے خوش ہو کر کہا تو ڈاکٹر کرسٹائن نے اثبات میں سر ہلایا اور جیب سے رومال نکال کر اسے زخمی ہاتھ پر باندھتے ہوئے چبوترے سے نیچے اترتا چلا گیا۔

ڈاکٹر کرسٹائن کے نیچے اترتے ہی زامبا چبوترے پر آیا اور اس نے تابوت کی سائیڈ پر دونوں ہاتھ ٹکاتے ہوئے اسے پوری قوت سے دیوار کی طرف دھکیلنا شروع کر دیا۔ تابوت آہستہ آہستہ دیوار کی طرف کھسکنا شروع ہو گیا۔ زامبا جیسی طاقتور مخلوق اپنی پوری قوت لگانے کے باوجود اسے آہستہ آہستہ دھکیل رہی تھی۔ جیسے جیسے زامبا تابوت دھکیل رہا تھا تابوت کے نیچے ایک بڑا خلاء واضح ہوتا جا رہا تھا۔ کچھ ہی دیر میں زامبا نے تابوت کافی حد تک پیچھے ہٹا دیا۔ اب نیچے موجود خلاء صاف دکھائی دے رہا تھا جس سے مزید نیچے جاتی ہوئی سیڑھیاں دکھائی دے رہی تھیں۔ سیڑھیاں کچھ حد تک تو دکھائی دے رہی تھیں آگے چونکہ اندھیرا تھا اس لئے یہ اندازہ نہیں لگایا جا سکتا تھا کہ سیڑھیاں کتنی گہرائی تک جا رہی ہیں۔

''باطلی دنیا میں جانے کا راستہ کھل گیا ہے آقا''...... زامبا نے سیدھے ہوتے ہوئے کہا تو ڈاکٹر کرسٹائن نے اثبات میں سر ہلایا اور ایک بار پھر چبوترے پر آ گیا اور خلاء کے پاس آ کر نیچے جاتی

ہوئی سیڑھیاں دیکھنے لگا۔

''نیچے تو کافی تاریکی ہے''...... ڈاکٹر کرسٹائن نے کہا۔

''ہاں آقا۔ نیچے جانے کے لئے اب ہمیں روشنی کی ضرورت ہو گی''...... زامبا نے جواب دیا۔

''تو کیا میں ان سے کہوں کہ یہ کیروسین کی لالٹینیں روشن کر لیں''...... ڈاکٹر کرسٹائن نے پوچھا۔

''ہاں آقا۔ آپ انہیں پانچ لالٹینیں روشن کرنے کا کہہ سکتے ہیں اس سے زیادہ نہیں''...... زامبا نے جواب دیا تو ڈاکٹر کرسٹائن نے اثبات میں سر ہلا کر اپنے ساتھیوں کو پانچ لالٹینیں روشن کرنے کے لئے کہا تو ان میں سے پانچ افراد نے اپنے کاندھوں سے تھیلے اتار کر ان میں سے کیروسین کی لالٹینیں نکالیں اور انہیں روشن کرنے میں مصروف ہو گئے۔ ڈاکٹر کرسٹائن یہاں ٹارچیں بھی لا سکتا تھا لیکن چونکہ یہ باطلی دنیا کا راستہ تھا اس لئے یہاں کیروسین ہی جلایا جا سکتا تھا جس میں خاص طور پر سور کی چربی بھی شامل کی گئی ہو اس لئے وہ یہاں ٹارچوں کا استعمال نہیں کر سکتا تھا۔

''کتنی گہرائی میں جانا ہے ہمیں''...... ڈاکٹر کرسٹائن نے پوچھا۔

''جتنی سیڑھیاں اتر کر ہم اہرام میں آئے تھے اتنی ہی ہمیں اور سیڑھیاں نیچے اترنی ہوں گی آقا''...... زامبا نے جواب دیا تو ڈاکٹر کرسٹائن نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اس کے ساتھیوں نے لالٹینیں روشن کر لی تھیں۔ ڈاکٹر کرسٹائن نے انہیں چبوترے پر آنے کے

لئے کہا اور پھر اس نے ایک لالٹین بردار کو سیڑھیاں اترنے کا حکم
دیا۔ جب ایک آدمی سیڑھیاں اترا تو ڈاکٹر کرسٹائن بھی اس کے
پیچھے سیڑھیاں اترنا شروع ہو گیا اس نے سیڑھیاں اترتے ہوئے
اپنے باقی ساتھیوں کو بھی پیچھے آنے کے لئے کہا تو وہ سب بھی ان
کے پیچھے باری باری سیڑھیاں اترتے چلے گئے۔ سب سے آخر میں
زامبا سیڑھیاں اترنا شروع ہوا تھا۔ وہ جیسے ہی تین چار سیڑھیاں
نیچے اترا اس کے سر پر گڑگڑاہٹ کی تیز آواز پیدا ہوئی اور جو
تابوت اس نے دھکیل کر خلاء سے دور ہٹایا تھا اس بار وہ خود ہی
کھسکتا ہوا دوبارہ خلاء پر آ گیا تھا۔ نیچے جاتی ہوئی سیڑھیاں دائیں
طرف دیوار کے ساتھ گھومتی ہوئے انداز میں نیچے جا رہی تھیں۔
سب سے آگے ایک لالٹین بردار تھا۔ اس کے پیچھے ڈاکٹر کرسٹائن
تھا۔ ڈاکٹر کرسٹائن کے پیچھے ایک اور لالٹین بردار تھا اور اس کے
پیچھے باقی افراد سیڑھیاں اتر رہے تھے۔ کیروسین کی لالٹینوں کی وجہ
سے وہاں اچھی خاصی روشنی پھیل گئی تھی لیکن اس روشنی کے باوجود
ڈاکٹر کرسٹائن کو ارد گرد کا ماحول دھندلا دھندلا سا دکھائی دے رہا
تھا۔ وہ دائیں ہاتھ کی دیوار کے ساتھ موجود سیڑھیاں اتر رہے تھے
اور جن افراد نے لالٹینیں پکڑ رکھی تھیں وہ ان کے بائیں ہاتھ میں
تھے جس کی وجہ سے ان سب کے سائے دیوار پر پڑ رہے تھے جو
ان کے قد و قامت سے کہیں زیادہ بڑے اور لمبے لمبے تھے۔ زامبا
نے سیڑھیاں اترنے سے پہلے ڈاکٹر کرسٹائن سے کہا تھا کہ جب

سیڑھیاں ختم نہ ہوں ان میں سے کوئی بات نہیں کرے گا۔ اس
ے ڈاکٹر کرسٹائن خاموشی سے سیڑھیاں اترتا جا رہا تھا۔ وہ جوں
سیڑھیاں اترتا جا رہا تھا اس کے دل کی دھڑکن تیز ہوتی جا
تھی اور اس پر گھبراہٹ سی غالب آتی جا رہی تھی۔
گہرائی میں جانے کے باوجود ڈاکٹر کرسٹائن کو نہ گھٹن کا احساس
ہا تھا اور نہ ہی اسے گرمی محسوس ہو رہی تھی لیکن اس کے باوجود
پراسرار اور خوفناک ماحول میں اس کا جسم پسینے سے بھرتا جا رہا
پھر جیسے ہی ڈاکٹر کرسٹائن نے سو سیڑھیاں نیچے اتریں اچانک
تیز اور انتہائی خوفناک چیخ کی آواز سے گونج اٹھا۔ یہ چیخ اس
تیز اور وحشتناک تھی کہ ڈاکٹر کرسٹائن کو اپنے کانوں کے پردے
ہوئے محسوس ہونے لگے اور وہ نہ صرف رک گیا بلکہ اس نے
تیار اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ لئے۔ کانوں پر ہاتھ رکھنے کے
چیخ کی آواز جیسے اس کے کانوں کے راستے اسے اپنے
ے وجود میں اترتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ اس کے رکتے ہی
کے پیچھے آنے والے تمام افراد رک گئے البتہ ڈاکٹر کرسٹائن
گے جو شخص چل رہا تھا وہ اسی طرح سے سیڑھیاں اترتا چلا جا
جیسے وہ واقعی گونگا، بہرہ اور اندھا ہو اور چیخ کی آواز کا اس
ثر نہ ہو رہا ہو۔

عمران اور اس کے ساتھی نہایت تیز رفتاری سے اونٹوں کو
رہے تھے۔ ان سب نے چونکہ آنکھوں میں ٹیلی نائٹ سکوپ
لگا رکھے تھے اس لئے تاریکی ہونے کے باوجود انہیں صحرا کا ما
صاف دکھائی دے رہا تھا۔

اونٹ انہیں لئے ساری رات بھاگتے رہے پھر دن کی پہ
نمودار ہوئی تو انہیں دور بڑے بڑے کھنڈرات کا طویل سلسلہ دکھ
دیا جو چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں کی طرح سر اٹھائے دکھائی دے
تھے۔ ان کھنڈرات کو دیکھتے ہی عمران نے اونٹ کی رفتار کم
شروع کر دی تھی وہ جانتا تھا کہ اونٹ آرمیسوں انجکشن کے زی
بھاگ رہے ہیں اور وہ جس تیزی سے بھاگ رہے تھے انہیں ج
تک روکا نہ جاتا اس وقت تک وہ دوڑتے ہی رہتے اور دو
دوڑتے وہ دور سے ہی کھنڈرات کی طرف جانے کی بجائے

اصلی راستے کی طرف مڑ جاتے جو قاروس کی طرف جا رہا تھا۔

عمران کو اونٹ کی رفتار کم کرتے دیکھ کر جوزف اور باقی سب نے بھی اونٹوں کی رفتار کم کرنا شروع کر دی تھی۔ جولیا اونٹ کو دوڑاتی ہوئی عمران کے اونٹ کے نزدیک لے آئی۔

”کیا یہی وہ کھنڈرات ہیں جہاں ہمیں پہنچنا تھا“...... جولیا نے عمران سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

”لگ تو یہی رہے ہیں“...... عمران نے مبہم سے انداز میں کہا۔

”یس باس۔ یہی ہیں وہ کھنڈرات۔ ہمیں انہی کھنڈرات میں جانا ہے“...... جوزف نے کہا جس نے جولیا اور عمران کی باتیں سن لی تھیں تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ وہ اونٹوں کو کھنڈرات کی طرف دوڑا رہے تھے لیکن پھر کچھ آگے جاتے ہی اونٹوں نے دائیں طرف مڑنا شروع کر دیا۔

”ارے یہ کیا۔ یہ اونٹ اس طرف کیوں مڑ گئے ہیں“...... جولیا نے حیران ہو کر کہا۔

”اونٹ شہرِ قاروس کے راستوں سے واقف ہیں یہ اسی طرف جا رہے ہیں۔ روکو۔ اپنے اونٹ یہیں روک لو۔ اب ہم آگے کا سفر پیدل طے کریں گے“...... عمران نے کہا اور اپنا اونٹ روکنا شروع ہو گیا۔ اس کی بات سن کر سب نے اپنے اپنے اونٹ روکنے شروع کر دیئے۔ کچھ ہی دیر میں اونٹ رک گئے۔ عمران نے اونٹ کی کمر پر مخصوص انداز میں تھپکی دیتے ہوئے اس کی مہار نیچے کی

طرف دبائی تو اونٹ فوراً اپنی اگلی ٹانگوں پر بیٹھ گیا اور پھر اس نے اپنی پچھلی ٹانگیں بھی موڑیں اور نیچے بیٹھ گیا۔ جوزف اور باقی سب نے بھی اسی انداز میں اونٹ نیچے بٹھا لئے تھے۔ اونٹوں کے نیچے بیٹھتے ہی وہ سب اونٹوں سے اتر کر نیچے آ گئے۔ ساری رات تیز رفتار اونٹوں پر سفر کرتے ہوئے ان کے جسم بری طرح سے دکھ رہے تھے۔

''ابھی تو کھنڈرات کافی دور ہیں۔ کیا ہم اونٹوں کو اس طرف نہیں لے جا سکتے تھے''...... کیپٹن شکیل نے عمران سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

''لے جا سکتے ہیں لیکن میں نے انہیں خود ہی یہیں روک لیا ہے''...... عمران نے جواب دیا۔

''کیوں۔ تم نے کیوں روک لیا ہے انہیں۔ ہم پہلے ہی تھکے ہوئے ہیں اب پیدل چلیں گے تو ان کھنڈرات تک پہنچتے پہنچتے ہمارا اور زیادہ برا حال ہو جائے گا''...... جولیا نے اسے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

''ابھی تو دن کی سپیدی نمودار ہوئی ہے۔ اگر ہم پیدل کھنڈرات کی طرف جائیں گے تو وہاں تک پہنچتے پہنچتے سورج ہمارے سروں پر آ جائے گا''...... تنویر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''ہم نے مخصوص لباس پہن رکھے ہیں۔ ان لباسوں کی وجہ سے ہم پر گرمی کی شدت کا احساس نہیں ہو گا۔ تم سب کے ساتھ میں

بھی تھکا ہوا ہوں۔ میں نے اونٹ اسی لئے روکے ہیں تاکہ ہم یہاں کچھ دیر رک کر ستا سکیں۔ آگے کھنڈرات میں ہمارے ساتھ نجانے کیا حالات پیش آئیں اور ہمیں آرام کرنے کا موقع بھی ملے یا نہ ملے تو میں چاہتا ہوں کہ کھنڈرات میں جانے سے پہلے ہم سب فریش ہو جائیں تاکہ آسانی سے پیش آنے والے حالات کا مقابلہ کر سکیں''...... عمران نے کہا ساتھ ہی اس نے جوزف کو اشارہ کیا تو جوزف نے اثبات میں سر ہلا کر اپنے کاندھوں سے بھاری تھیلا اتار کر نیچے رکھ لیا اور اسے کھول کر اس میں موجود خیمہ نکالنے لگا۔

''اگر ہم یہاں رک کر ستا بھی لیں تو اتنی دور پیدل چلنے کے بعد ہم پھر تھک جائیں گے''...... جولیا نے منہ بنا کر کہا۔

''تم فکر نہ کرو۔ میں تمہیں اپنے کاندھوں پر اٹھا کر لے جاؤں گا باقی سب کی مجھے پرواہ نہیں ہے''...... عمران نے کہا تو وہ سب مسکرا دیئے۔ جوزف وہاں خیمہ لگانے میں مصروف ہو گیا تھا۔

''میں کچھ نہیں جانتی۔ ہم سب آرام کرنے کے بعد اونٹوں پر ہی آگے جائیں گے''...... جولیا نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

''ارے باپ رے تم نے تو ابھی سے ہی بیگمات کی طرح حکم صادر کرنا شروع کر دیا ہے۔ کچھ تو خیال کرو۔ شادی سے پہلے ہی تم اپنے بھائیوں کے سامنے مجھے اس طرح حکم دے کر کیوں شرمندہ کر رہی ہو''...... عمران نے کہا۔

"جو مرضی کہو۔ ہم اونٹوں کے بغیر آگے نہیں جائیں گے"۔ جولیا نے اسی انداز میں کہا۔

"جو حکم ملکہ عالیہ۔ بندہ آپ کے ہر حکم کی بجا آوری کے لئے تیار ہے"...... عمران نے کہا اور ساتھ ہی جولیا کے سامنے کورنش بجا لانا شروع ہو گیا اور ان سب کی نہ چاہتے ہوئے بھی ہنسی نکل گئی جبکہ تنویر حسب معمول برے برے منہ بنانے لگا۔

"عمران صاحب"...... اچانک صفدر نے کہا۔

"جی صاحب۔ آپ نے بھی کوئی حکم صادر کرنا ہے کیا۔ کوئی بات نہیں۔ ویسے بھی کہا جاتا ہے کہ جورو ایک طرف اور جورو کا بھائی ایک طرف"...... عمران نے اسی انداز میں کہا۔

"کھنڈرات کی طرف دیکھیں"...... صفدر نے کہا تو عمران نے کھنڈرات کی طرف سر موڑا اور پھر اس کے چہرے پر سنجیدگی کے تاثرات پھیلتے چلے گئے۔ باقی سب بھی کھنڈرات کی طرف دیکھ رہے تھے جہاں دور سے انہیں پانچ عورتیں اس طرف آتی ہوئی دکھائی دے رہی تھیں۔ عورتیں کافی لمبی تھیں اور انہوں نے سفید رنگ کے لباس پہن رکھے تھے جو دن کی روشنی میں انہیں چمکتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔

"کون ہیں یہ"...... جولیا نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"بلیک پرنسز کے علاوہ اور کون ہو سکتی ہیں"...... تنویر نے کہا۔

"بلیک پرنسز۔ لیکن عمران صاحب نے تو ان کے بارے میں

بتایا تھا کہ یہ روشنی سے ڈرتی ہیں اور رات کے اندھیرے میں ہی آتی ہیں"...... صفدر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ جوزف بھی سر اٹھا کر سامنے سے آتی ہوئی عورتوں کی طرف دیکھ رہا تھا جو کاندھے سے کاندھا ملائے آ رہی تھیں۔

"یہ بلیک پرنسز ہی ہیں باس"...... جوزف نے سرسراتے ہوئے لہجے میں کہا تو عمران کے ساتھ سب چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگے۔

"بلیک پرنسز۔ لیکن یہ دن کی روشنی میں کیسے نظر آ رہی ہیں"...... عمران نے بھی حیران ہوتے ہوئے کہا وہ بھی بلیک پرنسز کو اس طرح دن کی روشنی میں آتے دیکھ کر حیران ہو رہا تھا۔

"وہ انسانی جسموں میں سمائی ہوئی ہیں باس"...... جوزف نے اسی انداز میں کہا۔

"انسانی جسموں میں۔ تمہارا مطلب ہے کہ ان جن زادیوں نے انسانی جسم میں خود کو منتقل کر لیا ہے"...... عمران نے کہا۔

"یس باس۔ وہ شاید ہمارے ساتھ باطلی دنیا کا سفر انسانی روپ میں کرنا چاہتی ہیں"...... جوزف نے کہا۔

"لیکن یہ یہاں کیوں آ رہی ہیں۔ آپ نے تو کہا تھا کہ یہ ہمارا کھنڈرات میں انتظار کریں گی"...... چوہان نے کہا۔

"قریب آئیں گی تو خود ہی پوچھ لینا۔ مجھے تو زارکا نے جو کہا تھا میں نے تم سب کو بتا دیا تھا"...... عمران نے کہا۔ کھنڈرات کافی

فاصلے پر تھے لیکن سفید لباس والی عورتیں تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئیں مسلسل ان کی جانب بڑھی چلی آ رہی تھیں۔ کچھ ہی دیر میں وہ پانچوں ان کے سامنے آ کر رک گئیں۔

وہ پانچوں نوجوان اور انتہائی حسین لڑکیاں تھیں۔ انہوں نے سفید رنگ کے قدیم مصری لباس پہن رکھے تھے اور ان کے چہروں کے خد و خال بھی قدیم مصری عورتوں جیسے تھے۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ ان پانچوں لڑکیوں کی شکلیں بالکل ایک جیسی تھیں۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ سب جڑواں ہوں۔ ان کا رنگ روپ، ان کے بالوں کا اسٹائل، ان کے لباس۔ ان میں سے کسی چیز میں کوئی فرق نہیں تھا۔ یہاں تک کہ ان کے قد کاٹھ بھی بالکل ایک جیسے دکھائی دے رہے تھے۔

ان پانچوں میں جو چیز انہیں منفرد اور جدا کرتی تھی وہ ان کے ہاتھوں میں موجود کنگن تھے جو مختلف رنگوں کے تھے۔ ایک کے ہاتھ میں سرخ رنگ کا کنگن تھا۔ دوسری کے ہاتھ میں نیلے رنگ کا، تیسری کے پاس سیاہ، چوتھی سبز کنگن پہنے ہوئی تھی اور پانچویں نے سنہری رنگ کا کنگن پہن رکھا تھا۔ وہ پانچوں کاندھے سے کاندھا ملائے ان سے کچھ فاصلے پر آ کر کھڑی ہو گئی تھیں اور ان سب کی طرف تیز نظروں سے دیکھ رہی تھیں۔ پھر ان میں سے سنہری کنگن والی لڑکی آگے بڑھی اور عمران کے سامنے آ کر رک گئی۔

''میں زارکا ہوں''...... سنہری کنگن والی لڑکی نے کہا۔ اس کی

آواز سن کر عمران ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔ یہ وہی آواز تھی جو وہ اپنے فلیٹ کے اندھیرے کمرے میں سنتا رہا تھا۔

''تم نے تو کہا تھا کہ تم روشنی میں نہیں آتی پھر اب یہاں کیسے آ گئی وہ بھی اپنی ہمشکل بہنوں کے ساتھ''...... عمران نے پوچھا۔

''ہم پانچوں بہنیں انسانی جسموں میں سمائی ہوئی ہیں۔ انسانی جسموں میں سمانے کے باوجود ہمیں روشنی میں جانے سے منع کیا جاتا ہے لیکن اس وقت تم اس مقام پر ہو جہاں ہمارا راج چلتا ہے۔ ان کھنڈرات میں اور ان کے اطراف میں دور دور تک باطلی دنیا کے سائے ہیں اس لئے یہاں پڑنے والی روشنی ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچاتی''...... زارکا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''لیکن تم یہاں کیوں آئی ہو۔ تم نے تو کہا تھا کہ تم ہمارا کھنڈرات میں انتظار کرو گی''...... عمران نے منہ بنا کر کہا۔

''ہم تمہارا کھنڈرات میں ہی انتظار کر رہی تھیں لیکن جب ہم نے تمہیں یہاں رکتے دیکھا اور تمہارے حبشی غلام کو یہاں خیمہ لگاتے دیکھا تو ہمیں ایسا لگا جیسے تم اور تمہارے ساتھی یہاں رکنا چاہتے ہیں۔ اس لئے ہمیں مجبوراً تمہارے لئے کھنڈرات سے نکل کر یہاں آنا پڑا ہے کیونکہ اگر ہم یہاں نہ آتیں اور تم خیمے میں گھس کر سو جاتے تو تم دوبارہ کبھی نہیں اٹھ سکتے تھے''...... زارکا نے کہا تو اس کی بات سن وہ سب اور جوزف بھی بری طرح سے چونک پڑا اور وہ فوراً ادھر ادھر دیکھنا شروع ہو گیا۔

''کیا مطلب۔ ہم چونکہ پوری رات مسلسل سفر کرتے رہے تھے اس لئے ہم یہاں کچھ دیر رک کر آرام کرنا چاہتے تھے۔ کچھ دیر آرام کرنے سے کیا ہوتا ہے اور تم ایسے کیوں کہہ رہی ہو کہ ہم اگر خیمے میں گھس کر سو جاتے تو دوبارہ اٹھ ہی نہیں سکتے تھے''...... عمران نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

''میں نے تمہیں بتایا ہے نا کہ تم اور تمہارے ساتھی باطلی دنیا میں داخل ہو چکے ہو۔ باطلی دنیا کے بارے میں تم کچھ نہیں جانتے۔ بہرحال نیچے دیکھو۔ تمہیں خود ہی سمجھ آ جائے گا کہ ہم یہاں کیوں آئی ہیں''...... زارکا نے کہا تو عمران نے نیچے دیکھا مگر اسے وہاں سوائے ریت کے کچھ دکھائی نہیں دیا۔ باقی سب بھی حیرت سے ریت کی طرف دیکھ رہے تھے لیکن انہیں وہاں ریت کے سوا کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا البتہ ان کے اردگرد ریت سیاہ سیاہ سی تھی جیسے ریت پر ان کے سائے پھیل رہے ہوں۔

''یہاں تو ریت ہے۔ ریت کے سوا تو ہمیں کچھ دکھائی نہیں دے رہا ہے''...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''اپنے سیاہ فام حبشی سے پوچھو۔ شاید اسے کچھ دکھائی دے رہا ہے''...... زارکا نے مسکراتے ہوئے انداز میں کہا۔ ان سب نے جوزف کی طرف دیکھا تو انہیں واقعی جوزف کے چہرے پر انتہائی حیرت اور خوف کے تاثرات دکھائی دیئے۔

''کیا ہوا جوزف۔ کیا ہے اس ریت میں''...... جولیا نے تیزی

سے جوزف کی طرف بڑھتے ہوئے پوچھا۔ اس نے جوزف کے قدموں کے پاس اور اس کے اردگرد دیکھا لیکن اسے وہاں بھی ...ت ہی دکھائی دی۔

''اوہ اوہ۔ سیاہ سائے۔ ریت کے نیچے سیاہ سائے چھپے ہوئے ہیں''...... جوزف نے سرسراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

''سیاہ سائے۔ کیا مطلب۔ اگر وہ سائے ہیں اور ریت کے نیچے چھپے ہوئے ہیں تو تم انہیں کیسے دیکھ سکتے ہو اور اگر دیکھ سکتے ہو تو پھر تم نے ان سیاہ سایوں کو پہلے کیوں نہیں دیکھا''...... عمران نے حیرت بھرے اور قدرے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

''یس۔ یس۔ سوری باس۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ ہم رات کے اندھیرے میں اونٹوں پر باطلی دنیا کے حصار میں داخل ہو چکے ہیں۔ میں یہی سمجھ رہا تھا کہ باطلی دنیا کا حصار کھنڈرات کے آس پاس ہو گا اس لئے میں نے اس طرف خاص توجہ نہیں دی تھی''۔ جوزف نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''ہونہہ۔ مگر ان سیاہ سایوں میں ایسی کون سی بات ہے جو تم اس قدر خوفزدہ اور پریشان دکھائی دے رہے ہو''...... عمران نے منہ ...تے ہوئے کہا۔

''یہ منڈوگا کے سیاہ سائے ہیں باس جو ریت میں چھپے رہتے ہیں اور جب یہاں کوئی انسان یا دوسرا جاندار آتا ہے تو یہ اس کا ...ے یا پھر سونے کا انتظار کرتے ہیں۔ اور پھر یہ خاموشی سے ریت

سے ابھر کر اس انسان یا دوسرے جاندار پر چھا جاتے ہیں اور پھر اسے ہمیشہ کے لئے نگل جاتے ہیں۔ متحرک انسان یا دوسرے جاندار پر یہ نہ حملہ کرتے ہیں اور نہ ان کے سامنے آتے ہیں"۔ جوزف نے جواب دیتے ہوئے کہا تو عمران سمیت ان سب نے ہونٹ بھینچ لئے۔

"تو تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ اگر ہم خیموں میں گھس کر سو جاتے تو سیاہ سائے ریت کے نیچے سے ابھر کر ہم پر چھا جاتے اور ہمیں ہلاک کر دیتے"...... تنویر نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"یہ سیاہ سائے ان اژدھوں جیسے ہیں جو سانس کھینچ کر جاندار سالم نگل جاتا ہے اور جب جاندار اس کے پیٹ میں چلا جاتا ہے اس اژدہے کے زہر کے اثر یا پھر دم گھٹنے کی وجہ سے ہلاک ہو جاتا ہے۔ اگر سیاہ سائے ہمیں نگل لیتے تو یہ مگرمچھوں کی طرح تیزی سے پلٹیاں کھاتے ہوئے اندر ہی اندر ہماری ہڈیوں کا بھی سرمہ کر دیتے جس کے نتیجے میں ظاہر ہے ہم سب کی ہلاکتیں ہی ہونی تھیں"...... جوزف نے کہا۔

"اور میں تم سب کو یہ بھی بتا دوں کہ یہ سیاہ سائے ایک بار جسے نگل لیں اس کا زندہ بچنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ قطعی ناممکن"۔ زارکا نے کہا۔

"تو تم ہمیں ان سیاہ سایوں سے بچانے کے لئے یہاں آئی ہو"...... عمران نے اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ ہم کھنڈرات اور اس سے آگے تمہیں زندہ سلامت لے جانا چاہتی ہیں اس لئے ہمیں مجبوراً تمہیں سیاہ سایوں سے بچانے کے لئے یہاں آنا پڑا ہے"...... زارکا نے کہا۔

"مطلب یہ کہ ہم اب یہاں نہیں رک سکتے"...... عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ یہاں رکنا تم سب کی موت ہے۔ بھیانک موت"۔ زارکا نے جواب دیا۔

"تو اب ہم کیا کریں"...... جولیا نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"ہمارے ساتھ کھنڈرات میں چلو۔ وہاں تم سب آرام کر لینا۔ جب تمہارا آرام پورا ہو جائے گا تو پھر ہم تمہیں آگے لے جائیں گی"...... زارکا نے جواب دیا۔ اس کی باقی چار بہنیں اس کے پیچھے اسی طرح خاموش کھڑی تھیں۔ جیسے سوائے زارکا کے اور کسی کو بولنا ہی نہ آتا ہو۔

"ہمارے ساتھ یہ بے چارے اونٹ بھی تھکے ہوئے ہیں۔ یہ جس طرح سے سر نیچے ڈال رہے ہیں ایسا لگتا ہے جیسے یہ بھی سونے کی کوشش کر رہے ہوں۔ کیا ریت میں چھپے ہوئے سیاہ سائے انہیں بھی نگل سکتے ہیں"...... چوہان نے زارکا کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں۔ یہاں کوئی بھی جاندار آ جائے تو وہ ہر حال میں سیاہ

سایوں کا شکار بنتے ہیں۔ یہ اونٹ یہاں سے اب زندہ واپس نہیں جا سکیں گے۔ وہ دیکھو۔ ایک سیاہ سایہ ریت کے نیچے سے ابھر کر ایک اونٹ پر حملہ کر رہا ہے“...... زارکا نے کہا تو وہ سب چونک کر اس طرف دیکھنے لگے جہاں اونٹ بیٹھے ہوئے تھے اور پھر یہ دیکھ کر ان کی آنکھیں واقعی حیرت سے پھیل گئیں کہ ایک اونٹ جو سویا ہوا تھا، کے قریب سیاہ رنگ کا کافی بڑا سایہ نظر آ رہا تھا جو آہستہ آہستہ اس پر پھیلتا جا رہا تھا۔ اس طرف ایسی کوئی چیز نہیں تھی جس کا وہاں سایہ بن سکتا ہو۔ یہ سایہ عام سایوں سے کہیں زیادہ سیاہ اور بڑا تھا۔ جیسے جیسے سیاہ سایہ اونٹ پر پھیلتا جا رہا تھا اونٹ جیسے اس سیاہ سائے میں ضم ہوتا چلا جا رہا تھا۔ کچھ ہی دیر میں سایہ مکمل طور پر اس اونٹ پر چھا گیا۔ اس سائے کے ساتھ اونٹ بھی سیاہ پڑ گیا تھا اور پھر انہوں نے اونٹ کو بری طرح سے تڑپتے دیکھا۔ تڑپتا ہوا اونٹ جیسے خود کو اندیکھی گرفت سے چھڑانے کی کوشش کر رہا تھا لیکن وہ جوں جوں تڑپ رہا تھا اس کا وجود آہستہ آہستہ سائے میں ضم ہوتا جا رہا تھا اور پھر کچھ ہی دیر میں اچانک سایہ وہیں ریت میں سما گیا اور یہ دیکھ کر ان سب کی آنکھوں میں اور زیادہ حیرانی پھیل گئی کہ جہاں اونٹ بیٹھا ہوا تھا وہاں اب کچھ باقی نہیں تھا۔

یوں لگ رہا تھا جیسے واقعی اس سائے نے اونٹ کو نگل لیا ہو۔

”باپ رے یہ تو بڑا بھیانک سایہ تھا۔ سالم اونٹ ہی نگل گیا ہے“...... عمران نے کہا۔

”اگر ہم یہاں نہ آتیں اور تمہیں ان سایوں کے بارے میں نہ بتاتیں تو تمہارا حشر بھی ایسا ہی ہونا تھا“...... زارکا نے کہا۔ اسی لمحے انہوں نے ایک اور اونٹ پر سیاہ سایہ پھیلتے دیکھا۔

”تنویر۔ تمہارے پاس گن ہو گی۔ فائر کرو تا کہ یہ سوتے ہوئے اونٹ جاگ کر یہاں سے بھاگ جائیں“...... عمران نے تنویر سے مخاطب ہو کر کہا تو تنویر نے اثبات میں سر ہلا کر جیب سے اپنا مخصوص ریوالور نکالا اور اس کا رخ اوپر کی طرف کرے یکے بعد دیگرے دو فائر کر دیئے۔ زور دار دھماکوں سے ماحول بری طرح سے گونج اٹھا۔ اونٹ جو تھکاوٹ کی وجہ سے اونگھ رہے تھے۔ دھماکے کی آواز سن کر بری طرح سے ہڑبڑا کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ تنویر نے ایک اور فائر کیا تو اونٹوں کی جیسے جان پر بن آئی تھی اور وہ بری طرح سے چیختے ہوئے اس طرف بھاگ اٹھے جس طرف وہ ان سب کو لے جا رہے تھے۔

”کچھ بھی کر لو۔ سیاہ سائے انہیں یہاں سے زندہ نہیں جانے دیں گے“...... زارکا نے منہ بناتے ہوئے کہا اور پھر یہی ہوا بھاگتے ہوئے اونٹوں کے پیروں کے نیچے سے جیسے اچانک ریت غائب ہو گئی اور وہ اچانک اپنے پیروں کے نیچے بننے والے گڑھوں میں گرتے چلے گئے۔

”اب یہ ان گڑھوں سے کبھی نہیں نکل سکیں گے“...... زارکا نے کہا۔

''سیاہ سائے اگر ان اونٹوں کا اس طرح سے شکار کر سکتے ہیں تو وہ ہمیں بھی تو اسی طرح نقصان پہنچا سکتے ہیں''...... عمران نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

''تم رکے بغیر کھنڈرات کی طرف آتے تو سیاہ سائے تمہارے راستے میں حائل نہ ہوتے لیکن تم یہاں رک گئے تھے اگر ہم یہاں نہ آتیں اور تم آرام کئے بغیر بھی آگے بڑھنے کی کوشش کرتے تو سیاہ سائے تم سب کو بھی اسی طرح گڑھوں میں پھینک دیتے اور جب تم غافل ہوتے تو وہ تم پر حاوی ہو جاتے۔ ہماری وجہ سے اب سیاہ سائے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے''...... زارکا نے کہا۔

''تو کیا تم پانچوں ہمارے ساتھ کھنڈرات تک چلو گی''۔ عمران نے پوچھا۔

''ہاں''...... زارکا نے اثبات میں سر ہلایا۔

''ٹھیک ہے۔ چلو۔ ہم واقعی تھکے ہوئے ہیں۔ اگر ہماری قسمت میں اور تھکنا لکھا ہے تو ہم کیا کر سکتے ہیں۔ اب ہم کھنڈرات میں ہی جا کر آرام کریں گے''...... عمران نے کہا اور پھر اس نے جوزف کو خیمہ اکھاڑنے کے لئے کہا تو اس نے خیمہ اکھاڑنا شروع کر دیا۔ ان سب نے اپنے بیگ اٹھا کر کاندھوں پر لادے اور پھر وہ جیسے چار و ناچار بلیک پرنسز کے ہمراہ ہو لئے۔

کھنڈرات تک ان کا سفر تقریباً دو گھنٹے تک جاری رہا اس وقت تک سورج نکل آیا تھا جس نے ریت کے سمندر پر آگ برسانی

وع کر دی تھی۔ عمران اور ان سب نے ہارڈ بلاکس کے لباسوں ی ڈیوائسس آن کر لی تھیں جن کی وجہ سے ان کے جلد جیسے سوں میں ٹھنڈک دوڑ گئی تھی اور انہیں گرمی کی شدت کا احساس یں ہو رہا تھا البتہ سروں اور چہروں کو تیز دھوپ کی تمازت سے انے کے لئے ان سب نے ڈھاٹے باندھ لئے تھے۔

کھنڈرات کا سلسلہ دور تک پھیلا ہوا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے سی زمانے میں وہاں انسانوں کی کافی بڑی آبادی رہی ہو جو تداد زمانہ کے شکار ہو گئے ہوں۔ وہاں محل نما کھنڈرات بھی تھے و آدھے سے زیادہ ڈھے چکے تھے۔ وہاں ایک قلعہ بھی تھا جس کا ی بڑا حصہ ٹوٹ چکا تھا لیکن اس کی چند فصیلیں اور چند دروازے تدادِ زمانہ کے باوجود قائم تھے۔ زارکا اور اس کی بہنیں ان سب کو ی قلعے نما کھنڈرات کی طرف لے گئی تھیں۔

قلعے کے کھنڈروں سے گزرتے ہوئے وہ ایک تہہ خانے میں آ ے جو کافی گہرائی میں تھا۔ اس تہہ خانے کے اردگرد کی دیواریں ٹی ہوئی تھیں اور فرش بری طرح سے اکھڑا ہوا تھا۔ گہرائی میں ونے کی وجہ سے تہہ خانے میں دھوپ تو نہیں آ رہی تھی لیکن وہاں ن کی اچھی خاصی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔

تہہ خانہ ہال جیسے بہت بڑے کمرے نما تھا جہاں ابو الہول جیسے بے شمار مجسمے موجود تھے۔ ان میں سے بہت سے مجسمے ٹوٹ پھوٹ چکے تھے اور کچھ مجسمے ایسے تھے جو آدھے دیواروں کے اندر ا

آدھے دیواروں کے باہر نکلے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔ تہہ
خانے کی چھت کے پاس کئی مجسموں کے ہاتھ باہر کی طرف نکلے
ہوئے تھے جن میں بڑی بڑی مشعلیں تھیں۔ شاید کسی زمانے میں
انہی مشعلوں کو جلا کر تہہ خانہ روشن کیا جاتا تھا۔ تہہ خانے کی
دیواروں اور راستوں پر ہر جگہ مکڑیوں کے جالے لگے ہوئے تھے
اور وہاں بے شمار حشرات الارض زمین پر رینگتے ہوئے دکھائی دے
رہے تھے۔

زارکا اور اس کی بہنیں عمران اور اس کے ساتھیوں کو اس تہہ
خانے میں لے آئیں۔

"یہاں تم کچھ وقت کے لئے آرام کر سکتے ہو"...... زارکا نے
عمران سے مخاطب ہو کر کہا تو عمران اور اس کے ساتھی حیرت سے
اس کی شکل دیکھنے لگے۔

"اس گندے تہہ خانے میں جہاں حشرات الارض بھرے ہوئے
ہیں"...... چوہان نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

"یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ ابھی صاف ہو جائے گا۔ شارکا"
زارکا نے پہلے چوہان کو جواب دیا پھر اس نے اپنی بہن کی طرف
دیکھتے ہوئے کہا جس نے سرخ رنگ کا کنگن پہن رکھا تھا۔ زارکا کی
بات سن کر اس نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر اس نے اچانک پیچھے
ہٹ کر اپنی نظریں زمین پر جمائیں اور دونوں ہاتھ پھیلا کر کھڑی
ہو گئی۔ چند لمحے وہ اسی انداز میں کھڑی رہی پھر اچانک عمران

سمیت سب کی آنکھوں کے سامنے جیسے دھند سی چھا گئی۔ یہ دھند
ایک لمحے کے لئے ان کی آنکھوں کے سامنے آئی تھی دوسرے لمحے
ان کی آنکھوں کے سامنے سے دھند چھٹی تو یہ دیکھ کر وہ بے اختیار
اچھل پڑے کہ جو تہہ خانہ کچھ دیر پہلے انتہائی ناگفتہ بہ حالت میں
دکھائی دے رہا تھا وہ اب اس قدر صاف ستھرا دکھائی دے رہا تھا
جیسے کسی نے وہاں آ کر صفائی کر دی ہو۔ فرش سے نہ صرف
حشرات الارض غائب ہو گئے تھے بلکہ وہاں گرد کا نشان تک دکھائی
نہیں دے رہا تھا یہاں تک کہ جہاں جہاں سے فرش اکھڑا ہوا تھا
وہ بھی ٹھیک حالت میں دکھائی دے رہا تھا۔ فرش پر جہاں ٹوٹے
پھوٹے مجسموں کے ٹکڑے اور دوسری چیزیں بکھری پڑی تھیں ان کا
بھی وہاں سے نام و نشان تک غائب ہو گیا تھا۔

"اب ٹھیک ہے"...... زارکا نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ سب
چونک کر زارکا کی جانب دیکھنے لگے۔

"ہاں ٹھیک ہے۔ اب ہم واقعی رک کر آرام کر سکتے ہیں"۔
جولیا نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ تم سب آرام کرو۔ ہم رات کو آئیں گی اس کے
بعد ہم یہاں سے اپنے سفر پر روانہ ہو جائیں گے"...... زارکا نے
کہا۔

"تو کیا رات تک تم ہمارے پاس نہیں رہو گی"...... جوزف نے
اس کی جانب غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”نہیں۔ ہمیں کچھ کام ہیں۔ تم جب تک آرام کرو گے تب تک ہم اپنے کام مکمل کر لیں گی“...... زارکا نے کہا۔

”کیسے کام“...... عمران نے پوچھا۔

”ہمارے ذاتی کام ہیں“...... زارکا نے جواب دیا تو عمران سر ہلا کر خاموش ہو گیا۔

”ہمیں معلوم ہے کہ تم اپنے کھانے پینے اور ضرورت کا سامان ساتھ لائے ہو۔ اس وقت تمہیں ہماری ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے ہم جا رہی ہیں“...... زارکا نے کہا۔

”ہم سے اپنی باقی بہنوں کا تعارف نہیں کراؤ گی“...... عمران نے کہا۔

”رات کو واپس آ کر میں سب کا تم سے تعارف کرا دوں گی“...... زارکا نے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا اور وہ پانچوں اسی راستے سے باہر نکلتی چلی گئیں جن راستوں سے گزار کر وہ انہیں وہاں لائی تھیں۔

”بڑی انوکھی اور حیرت انگیز ہیں یہ۔ ایک لمحے میں انہوں نے اتنا بڑا تہہ خانہ صاف بھی کر دیا“...... جولیا نے ان کے جانے کے بعد حیرت زدہ لہجے میں کہا۔

”وہ جن زادیاں ہیں۔ ان کے لئے یہ سب چٹکیوں کا کام ہوتا ہے“...... صفدر نے کہا۔

”ہاں یہ تو ہے“...... جولیا نے ایک طویل سانس لے کر کہا اور

پھر وہ سب صاف ستھرے فرش پر کچھ بچھائے بغیر ہی بیٹھ گئے۔ عمران گہرے خیالوں میں کھویا ہوا تھا اس کے چہرے پر ایک بار پھر سنجیدگی پھیل گئی تھی۔

”کیا بات ہے۔ تم اس قدر الجھے ہوئے کیوں ہو“...... جولیا نے اس سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

”کچھ نہیں۔ میں اس پراسرار سفر کے بارے میں سوچ رہا ہوں جسے جوزف اور جن زادیاں باطلی دنیا میں جانے کا کہہ رہی ہیں۔ میں سوچ رہا ہوں کہ ان راستوں پر ہمیں جو حالات پیش آنے والے ہیں وہ کیسے ہوں گے اور ہم ان کا کس طرح سے مقابلہ کریں گے“...... عمران نے کہا۔

”ہاں۔ یہ تو واقعی سوچنے کی بات ہے۔ لیکن میرا خیال ہے کہ جب ہم نے اوکھلی میں سر دینے کا فیصلہ کر ہی لیا ہے تو پھر موصلوں سے کیا گھبرانا۔ جیسے بھی حالات ہوں گے ان کا جائزہ لے کر ہم ان کا مقابلہ بھی کر ہی لیں گے“...... جولیا نے کہا۔

”یہ بھی ٹھیک ہے۔ تو پھر مجھے سوچ سوچ کر اپنے سر میں درد لگانے کی کیا ضرورت ہے۔ جن زادیاں رات کو ہمارے پاس آئیں گی۔ اس وقت تک ہمارے پاس وقت ہی وقت ہے اور تھکاوٹ سے میرا برا حال ہو رہا ہے۔ اس لئے میں تو سونے لگا ہوں۔ تم سب کو بھی آرام کرنے کا موقع مل رہا ہے اس لئے میں تو کہتا ہوں کہ لمبی تان کے سو جاؤ“...... عمران نے کہا تو وہ سب

مسکرا دیئے۔ عمران وہیں لیٹ گیا اور پھر تہہ خانے میں اس کے خراٹے گونجنا شروع ہو گئے۔

جولیا اور اس کے ساتھی کچھ دیر آپس میں باتیں کرتے رہے پھر وہ بھی ایک دوسرے سے فاصلے پر جا کر لیٹ گئے اور ریسٹ کرنے لگے۔ جوزف تہہ خانے کے ایک کونے کے پاس جا کر بیٹھ گیا تھا۔ وہ بے حد سنجیدہ اور پریشان دکھائی دے رہا تھا اور سوئے ہوئے ممبران کی طرف ایسی نظروں سے دیکھ رہا تھا جیسے وہ جانتا ہو کہ ان ممبران کے ساتھ آگے چل کر کیا ہونے والا ہے اور ان کا انجام کیا ہو گا۔

چیخ کی آواز اس قدر ہولناک تھی کہ ڈاکٹر کرسٹائن پر لرزہ سا طاری ہو گیا تھا۔ چیخ کی آواز مسلسل گونج رہی تھی اور چیخ اس قدر تیز تھی کہ ڈاکٹر کرسٹائن کو حقیقت میں اپنے کانوں کے پردے پھٹتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔

ڈاکٹر کرسٹائن چونکہ وہیں رک گیا تھا اس لئے اس کے پیچھے آنے والے افراد بھی سیڑھیوں پر رک گئے تھے البتہ ڈاکٹر کرسٹائن کے آگے جو شخص لالٹین لے کر سیڑھیاں اتر رہا تھا وہ رکے بغیر سیڑھیاں اترتا جا رہا تھا۔ اس کے چہرے پر ایسا کوئی تاثر نہیں تھا جس سے پتہ چلتا ہو کہ وہ وہاں گونجنے والی چیخ سے خوفزدہ ہو گیا ہو۔ یہی حال اس کے باقی ساتھیوں کا بھی تھا وہ بھی اطمینان بھرے انداز میں سیڑھیوں پر کھڑے تھے جیسے انہیں چیخ سنائی ہی نہ دے رہی ہو۔

"آقا۔ رکیں نہیں۔ نیچے اتریں"...... اچانک ڈاکٹر کرسٹائن کو زامبا کی تیز آواز سنائی دی۔ ڈاکٹر کرسٹائن اس کی آواز سن کر چونک پڑا۔ اس کے آگے جو شخص لالٹین لے کر سیڑھیاں اتر رہا تھا اس کی جگہ اب وہاں زامبا دکھائی دے رہا تھا اور لالٹین بھی اسی کے ہاتھ میں نظر آ رہی تھی۔ وہ اپنی پراسرار طاقتوں سے پیچھے سے غائب ہو کر ڈاکٹر کرسٹائن کے آگے آ گیا تھا اور جو شخص ڈاکٹر کرسٹائن کے آگے تھا وہ اگلی سیڑھی سے غائب ہو کر اس سیڑھی پر پہنچ گیا جہاں پہلے زامبا موجود تھا۔

"رکو نہیں آقا۔ جلدی کرو۔ نیچے چلو"...... زامبا نے اس بار غراہٹ بھرے لہجے میں کہا تو ڈاکٹر کرسٹائن نے اثبات میں سر ہلایا اور فوراً اگلی سیڑھی نیچے اتر گیا۔ اسے سیڑھی اترتے دیکھ کر زامبا کے چہرے پر اطمینان آ گیا وہ لالٹین ہاتھ میں لئے مزید سیڑھیاں اترتا گیا اور اس کے پیچھے ڈاکٹر کرسٹائن اور پھر اس کے ساتھی بھی سیڑھیاں اترنے لگے۔ ڈاکٹر کرسٹائن نے جیسے ہی اگلی سیڑھی پر قدم رکھا تھا اسی وقت چیخ کی آواز کم ہو گئی تھی اور وہ جوں جوں سیڑھیاں اترتا جا رہا تھا چیخ کی آواز بتدریج کم ہوتی جا رہی تھی۔ یہاں تک کہ ڈاکٹر کرسٹائن دس سیڑھیاں اترا ہو گا کہ چیخ کی آواز بالکل ختم ہو گئی۔ پراسرار طاقتوں اور زامبا جیسی شیطانی طاقت کا مالک ہونے کے باوجود اس چیخ نے ڈاکٹر کرسٹائن کے چہرے پر جیسے خوف ثبت کر دیا تھا۔ چیخ کی آواز ختم ہونے کے باوجود اس

کے چہرے پر خوف کے تاثرات دکھائی دے رہے تھے اور وہ گھبرائی ہوئی نظروں سے چاروں طرف دیکھتا ہوا سیڑھیاں اترتا جا رہا تھا۔

زامبا نے اسے بات کرنے سے منع کر رکھا تھا اس لئے وہ خاموش تھا ورنہ وہ زامبا سے اس چیخ کے بارے میں معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ چیخ کس کی تھی اور اس کے سیڑھیاں اترتے ہوئے کم کیسے ہو گئی تھی اور پھر یکلخت ختم کیسے ہو گئی لیکن وہ خاموش رہا۔ زامبا چونکہ اس ماحول کے بارے میں جانتا تھا اس لئے ڈاکٹر کرسٹائن اس کی کسی بات سے انحراف نہیں کرنا چاہتا تھا وہ جانتا تھا کہ اس ماحول میں اس نے اگر زامبا کی ہدایات پر عمل نہ کیا تو اسے لینے کے دینے پڑ سکتے ہیں اور پراسرار طاقت کا مالک ہونے کے باوجود وہ شدید پریشانیوں اور مصیبتوں میں مبتلا ہو سکتا ہے اس لئے اس نے خاموش رہنے میں ہی عافیت سمجھی تھی اور خاموشی سے ہی زامبا کے پیچھے سیڑھیاں اترتا جا رہا تھا۔

زامبا کو اپنے آگے دیکھ کر ڈاکٹر کرسٹائن کا حوصلہ بڑھ گیا تھا اس لئے وہ تیز تیز سیڑھیاں اترتا جا رہا تھا۔ کچھ دیر کے بعد اسے سیڑھیاں ختم ہوتی ہوئی دکھائی دیں۔ سیڑھیوں کے نیچے ایک کھلی جگہ دکھائی دے رہی تھی۔ وہاں چٹیل اور مسطح زمین تھی سامنے کی طرف ایک غار جیسا بڑا دہانہ دکھائی دے رہا تھا۔ دہانے کے دوسری طرف تاریکی تھی۔ سیڑھیاں اتر کر وہ سب ٹھوس زمین پر آ گئے۔

"اب آپ بات کر سکتے ہیں آقا"...... زامبا نے ڈاکٹر

کرسٹائن کی طرف مڑتے ہوئے اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔

''کیا یہاں کوئی خطرہ نہیں ہے''...... ڈاکٹر کرسٹائن نے پوچھا۔

''نہیں۔ خطرہ اوپر تھا۔ اوپر ہمیں ڈرانے اور نیچے جانے سے روکنے کی کوشش کی گئی تھی''...... زامبا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''روکنے کی کوشش کی گئی تھی۔ میں سمجھا نہیں کس نے روکنے کی کوشش کی تھی اور کیوں''...... ڈاکٹر کرسٹائن نے چونک کر پوچھا۔

''وہ چیخ کی آواز جو آپ نے سنی تھی وہ موت کی چیخ تھی۔ یہ ہمارا اقارم تک جانے کا پہلا مرحلہ تھا جو ہم نے عبور کر لیا ہے۔ اقارم تک پہنچنے سے روکنے کے لئے جگہ جگہ جناتی غلام تعینات کئے گئے ہیں۔ اس مرحلے میں جناتی غلام نے پہلا وار کیا تھا اور وہ اس بری طرح سے چیخ رہا تھا کہ کسی طرح سے آپ رک جائیں اور اس کی چیخ کی آواز سے آپ کے کانوں کے پردوں کے ساتھ آپ کے دماغ کی شریانیں بھی پھٹ جائیں۔ اگر میں آپ کے آگے نہ آتا اور آپ اسی سیڑھی پر رکے رہتے تو موت کی چیخ آپ کے کانوں کے پردے اور دماغ کی شریانیں پھاڑ دیتی اور آپ وہیں ہلاک ہو جاتے۔ اسی لئے میں نے آپ کو نیچے اترنے کا کہا تھا۔ جناتی غلام کی چیخ دس قدم نیچے اترنے کے ساتھ ہی ختم ہو جاتی ہے اور ایسا ہی ہوا تھا۔ آپ میرے آقا ہو اس لئے میں آپ پر کوئی عمل نہیں کر سکتا لیکن میں نے ان سب کو موت کی چیخ سننے سے بچانے کے لئے پہلے ہی ان کے کان بند کر دیئے تھے تاکہ نہ

موت کی چیخ سنیں اور نہ ہی انہیں کوئی نقصان ہو''...... زامبا نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''اوہ۔ اسی لئے جیسے جیسے میں سیڑھیاں اترتا جا رہا تھا موت کی چیخ کی شدت کم ہوتی جا رہی تھی اور پھر دس سیڑھیاں اترتے ہی وہ آواز خود ہی ختم ہو گئی تھی''...... ڈاکٹر کرسٹائن نے کہا۔

''ہاں آقا۔ موت کی چیخ سن کر جو رک جاتا ہے وہ مارا جاتا ہے۔ اسے ہر حال میں رکے بغیر دس سیڑھیاں لازماً نیچے اترنا پڑتا ہے۔ اگر آپ میرے کہنے پر فوراً سیڑھیاں نہ اترتے تو میں بھی آپ کو موت کی چیخ سے نہیں بچا سکتا تھا''...... زامبا نے کہا۔

''اوہ اوہ۔ یہ بات تم نے پہلے تو نہیں بتائی تھی۔ اگر پہلے بتا دیتے تو میں وہاں ایک لمحے کے لئے بھی نہ رکتا اور مسلسل سیڑھیاں اترتا رہتا''...... ڈاکٹر کرسٹائن نے کہا۔

''آپ بس میری بتائی ہوئی باتوں پر عمل کریں۔ میں جیسا جیسا کہوں آپ کرتے جائیں تو میں آپ کو ان خطرناک اور دشوار گزار راستوں سے نکال کر اقارم کے مدفن تک لے جاؤں گا''...... زامبا نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ میں یہاں تم پر ہی بھروسہ کر کے آیا ہوں اس لئے تم جو کہو گے میں وہی کروں گا''...... ڈاکٹر کرسٹائن نے کہا۔

''اب ہمارے سامنے ایک غار ہے۔ اس غار میں داخل ہوتے ہی ہم ان خطرناک اور دشوار گزار راستے پر گامزن ہو جائیں گے جو

اقارم کے مدفن تک جاتے ہیں''...... زامبا نے کہا۔

''اوہ ٹھیک ہے۔ تو چلو آگے بڑھتے ہیں۔ یہاں رک کر ہم نے کیا کرنا ہے''...... ڈاکٹر کرسٹائن نے غار کا چوڑا دہانہ دیکھتے ہوئے کہا۔

''غار بند ہے آقا۔ ہمیں غار کا دہانہ کھول کر اندر جانا ہو گا''...... زامبا نے کہا۔

''مگر مجھے یہ دہانہ تو کھلا ہوا دکھائی دے رہا ہے''...... ڈاکٹر کرسٹائن نے کہا۔ دہانہ واقعی کافی چوڑا تھا اور کھلا ہوا دکھائی دے رہا تھا البتہ آگے اندھیرا تھا اس لئے ڈاکٹر کرسٹائن کو آگے کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اس کے ساتھیوں کے ہاتھوں میں جو لالٹینیں تھیں ان کی روشنی بھی اتنی زیادہ نہیں تھی کہ وہ غار میں جھانک سکتے۔

''یہ نظروں کا دھوکہ ہے آقا۔ دہانہ صرف دیکھنے کی حد تک کھلا ہوا ہے جبکہ یہ بند ہے۔ اگر ہم نے اسی طرح سے آگے بڑھنے کی کوشش کی تو غار ہم پر ٹوٹ کر گرے گی اور ہم اس کے نیچے ہمیشہ کے لئے دفن ہو جائیں گے''...... زامبا نے کہا۔

''اوہ۔ پھر تم بتاؤ۔ کیسے کھولنا ہے غار کا دہانہ''...... ڈاکٹر کرسٹائن نے کہا۔

''غار کا دہانہ تین انسانوں کی بھینٹ سے کھلے گا آقا۔ ہمیں تین انسانوں کو ہلاک کر کے ان کے کٹے ہوئے سر اس غار میں

پھینکنے ہوں گے۔ تین انسانی سروں کی بھینٹ لے کر غار ہمیں آگے جانے کا خود ہی راستہ دے دے گا''...... زامبا نے کہا۔

''اوہ۔ ہم اگر ان میں سے تین افراد کو ہلاک کریں گے تو باقی افراد کا کیا ہو گا کہیں انہوں نے ساتھ جانے سے انکار کر دیا تو''...... ڈاکٹر کرسٹائن نے کہا۔

''یہ میرے زیر اثر ہیں آقا۔ آپ اگر ان سے کہیں کہ یہ خود آپ کے سامنے اپنے ہاتھوں سے اپنی گردنوں پر چھریاں پھیر لیں تو یہ آپ کو ایک بار بھی انکار نہیں کریں گے اور آپ کا حکم سن کر فوراً اپنی گردنوں پر چھریاں چلا لیں گے''...... زامبا نے کہا۔

''اوہ ہاں۔ تم نے بتایا تھا کہ تم نے انہیں میرا تابع کر رکھا ہے۔ ٹھیک ہے۔ بتاؤ۔ ان میں سے کن کے سر کاٹ کر غار میں پھینکنے ہیں''...... ڈاکٹر کرسٹائن نے اس بار سفاکانہ لہجے میں کہا اور اس نے اپنے کاندھے سے بیگ اتارا اور اسے نیچے رکھ کر کھولنے لگا۔ بیگ کھول کر اس نے بیگ سے ایک قوس نما بھاری برچھا نکال لیا۔

''میں تین آدمیوں کو آپ کے سامنے کرتا ہوں آپ باری باری ایک ایک کا سر کاٹیں اور غار میں پھینک دیں''...... زامبا نے کہا تو ڈاکٹر کرسٹائن نے اثبات میں سر ہلا دیا اور اس نے اپنا بیگ اٹھا کر ایک طرف کر دیا۔

''تم آگے آؤ''...... زامبا نے ایک نوجوان کی طرف دیکھتے

ہوئے کہا تو نوجوان نے اثبات میں سر ہلایا اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا ڈاکٹر کرسٹائن کے سامنے آ گیا۔ جیسے ہی وہ ڈاکٹر کرسٹائن کے سامنے آ کر کھڑا ہوا ڈاکٹر کرسٹائن کا برچھے والا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے گھومتا ہوا دائیں طرف سے اس نوجوان کی گردن پر پڑا۔ کھچ کی تیز آواز کے ساتھ نوجوان کا سر اس کے تن سے جدا ہو کر دوسری طرف گرا اور نوجوان کی گردن سے خون کے فوارے سے پھوٹ پڑے۔ نوجوان جھٹکا کھا کر نیچے جھکا اور الٹ کر گر گیا اور گرتے ہی خون کے فوارے اڑاتا ہوا بری طرح سے تڑپنے لگا۔

''جلدیں کریں آقا۔ اس کے سر میں ابھی جان باقی ہے۔ آپ اسے اٹھا کر فوراً غار میں پھینک دیں''...... زامبا نے چیختے ہوئے کہا تو ڈاکٹر کرسٹائن بوڑھا ہونے کے باوجود تیزی سے حرکت میں آیا اور اس نے نیچے گرا ہوا سر بالوں سے پکڑ کر اٹھایا اور اسے پوری قوت سے غار کی طرف پھینک دیا۔ کٹا ہوا سر اندھیرے میں جا کر گم ہو گیا۔ پھر اچانک غار میں ایک شعلہ سا چمکا اور تیز گونج کی آواز سنائی دی اور غار کا دہانہ لرزنے لگا۔ باقی چودہ افراد اسی طرح سے اطمینان بھرے انداز میں کھڑے تھے جیسے وہ اندھے ہوں اور انہوں نے اپنے ایک ساتھی کا اس قدر بے رحمی اور سفاکی سے سر کٹتے دیکھا ہی نہ ہو۔

''یہ کیا ہو رہا ہے''...... ڈاکٹر کرسٹائن نے زامبا سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

''آپ اس طرف دھیان نہ دیں۔ دوسرا سر کاٹ کر پھینکیں۔ جلدی کریں''...... زامبا نے کہا اور ساتھ ہی اس نے ایک اور نوجوان کو اشارہ کیا تو وہ بھی بغیر کسی تعرض کے ڈاکٹر کرسٹائن کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے سامنے آتے ہی ڈاکٹر کرسٹائن کا ایک بار پھر برچھے والا ہاتھ گھوما اور اس نوجوان کا بھی سر کٹ کر گرتا چلا گیا۔ اس سے پہلے کہ کٹے ہوئے شخص کا دھڑ زمین پر گرتا ڈاکٹر کرسٹائن تیزی سے آگے بڑھا اور اس نے کٹا ہوا سر اٹھا کر غار میں پھینک دیا۔

غار میں ایک بار پھر شعلہ سا بھڑکا اور معدوم ہو گیا۔ اس بار غار سے کسی اژدہے کی تیز چنگھاڑ سنائی دی تھی۔ غار کا دہانہ ایک بار پھر لرزا اور اس کے کناروں کے پتھر ٹوٹ ٹوٹ کر نیچے گرنے لگے۔

''اب تم آؤ''...... زامبا نے تیسرے آدمی کو اشارہ کرتے ہوئے کہا تو تیسرا شخص بھی بغیر کسی ہچکچاہٹ کے ڈاکٹر کرسٹائن کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ ڈاکٹر کرسٹائن نے اس کا بھی برچھے سے سر کاٹا اور پھر اس نوجوان کا بھی سر اٹھا کر غار میں اچھال دیا۔ غار میں تیسری بار شعلہ بھڑکا اور معدوم ہو گیا۔ اس بار غار سے کوئی آواز سنائی نہیں دی تھی البتہ غار کے کناروں سے کئی چٹانیں ٹوٹ کر ان کے قریب گری تھیں اور یکبارگی ڈاکٹر کرسٹائن کو اپنے پیروں کے نیچے زمین ہلتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔ پھر تیز گڑگڑاہٹ کی آواز سنائی دی اور اچانک ڈاکٹر کرسٹائن کو غار دور تک جاتا

دکھائی دیا۔ غار اندر سے گول تھا۔ وہاں چونکہ ہلکی ہلکی نیلی روشنی سی پھیل گئی تھی اس لئے ڈاکٹر کرسٹائن دور تک جاتا ہوا غار آسانی سے دیکھ سکتا تھا۔

''بہت خوب آقا۔ بہت خوب۔ آپ نے اقارم تک جانے کا پہلا راستہ کھول لیا ہے۔ آگے بڑھیں۔ یہ راستہ کچھ ہی دیر کے لئے کھلا ہے۔ اگر دیر ہوگئی تو یہ راستہ بند ہو جائے گا پھر اسے کھولنا ناممکن ہو جائے گا''...... زامبا نے تیز انداز میں کہا۔

''اوہ۔ چلو چلو۔ جلدی چلو''...... ڈاکٹر کرسٹائن نے کہا اور اس نے اپنا بیگ اٹھایا اور اسے لئے تیزی سے غار کے دہانے کی طرف بڑھ گیا۔ اس کے غار میں جاتے ہی زامبا اور باقی تمام افراد بھی تیز تیز چلتے ہوئے غار میں آ گئے۔ جیسے ہی وہ سب اندر آئے اسی لمحے ایک بار پھر تیز گڑگڑاہٹ کی آواز سنائی دی۔ ڈاکٹر کرسٹائن نے پلٹ کر دیکھا تو اسے غار کے دہانے پر ایک بڑی چٹان کھسک کر پھیلتی ہوئی دکھائی دی۔ دوسرے ہی لمحے غار کا دہانہ بند ہو گیا۔

''سب اندر آ گئے ہیں کیا''...... ڈاکٹر کرسٹائن نے پریشانی کے عالم میں پوچھا۔

''ہاں آقا۔ آپ بے فکر رہیں۔ سب آ گئے ہیں''...... زامبا نے جواب دیا تو ڈاکٹر کرسٹائن مطمئن ہو گیا اور ایک بار پھر پلٹ کر دور جاتے ہوئے گول غار کو دیکھنے لگا۔ وہاں اب بھی دھند جیسی نیلی روشنی بھری ہوئی تھی۔ یہ دھند ایسی نہیں تھی کہ اس سے پار نہ دیکھا

جا سکتا ہو۔ وہ اس روشنی میں دور تک جاتا ہوا غار صاف دیکھ سکتے تھے۔

''چلیں''...... ڈاکٹر کرسٹائن نے کہا۔

''ہاں آقا۔ چلیں''...... زامبا نے جواب دیا تو ڈاکٹر کرسٹائن غار میں بڑھتا چلا گیا۔

''ان انسانی سروں کا کیا ہوا تھا اور وہ چیخنے اور چنگھاڑنے کی آوازیں کیسی تھیں''...... ڈاکٹر کرسٹائن نے چند لمحے توقف کے بعد زامبا سے پوچھا۔

''اس راستے کو ایک سیاہ اژدہے نما شیطانی طاقت نے بند کر رکھا تھا۔ اس کا منہ کھلا ہوا تھا۔ آپ نے جن تین انسانوں کے سر کاٹ کر پھینکے تھے وہ غار میں نہیں بلکہ سیدھے اس اژدہے کے حلق میں گرے تھے۔ چیخنے اور چنگھاڑنے کی آوازیں اسی شیطانی طاقت کی تھیں آقا۔ انسانی سروں کی بھینٹ اسے مل گئی تو اژدھا نما شیطانی طاقت واپس چلی گئی ہے۔ یہ گول غار اسی اژدہے نما شیطانی طاقت کا بنایا ہوا ہے''...... زامبا نے جواب دیا تو ڈاکٹر کرسٹائن نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''یہ غار کتنا طویل ہے اور اس کا دوسرا سرا کہاں ہے''...... ڈاکٹر کرسٹائن نے پوچھا۔

''اس غار کا دوسرا کوئی سرا نہیں ہے آقا۔ ہمیں اس میں مسلسل چلنا ہوگا وہ بھی رکے بغیر۔ ہمیں اس غار میں اس وقت تک چلنا ہو

گا جب تک غار کی دوسری طاقت ہمارے سامنے نہیں آ جاتی"۔ زامبا نے کہا۔

"دوسری طاقت۔ کون سی دوسری طاقت ہے اس غار کی"۔ ڈاکٹر کرسٹائن نے چونک کر پوچھا۔

"وہ خود ہی آپ کے سامنے آئے گی۔ دوسری طاقت سے میری مراد ہمارے سفر کا دوسرا مرحلہ ہے"...... زامبا نے جواب دیا تو ڈاکٹر کرسٹائن نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔ زامبا اسے جن راستوں پر لے جا رہا تھا اس نے ان راستوں کے خطرات کے بارے میں ڈاکٹر کرسٹائن کو آگاہ نہیں کیا تھا اور ڈاکٹر کرسٹائن اس سے اب یہ پوچھ بھی نہیں سکتا تھا کہ آگے آنے والے خطرات کیا ہیں اور ان خطرات سے اسے کیسے نمٹنا ہے۔ زامبا ہی ان آنے والے سب خطروں کے بارے میں جانتا تھا اور ڈاکٹر کرسٹائن کے پاس کوئی آپشن نہیں تھا کہ وہ زامبا کی کسی بھی بات سے انحراف کرے۔

رات ہوتے ہی پانچوں ہم شکل جن زادیاں ان کے پاس آ گئیں۔ رات کے وقت تہہ خانے میں چونکہ اندھیرا ہو گیا تھا اس لئے انہوں نے روشنی کے لئے وہاں الیکٹرک چارجڈ لیمپ جلا لیا تھا جو دیکھنے میں تو زیادہ بڑا نہیں تھا لیکن اس کی روشنی بے حد تیز تھی اور چارجڈ ہونے کی وجہ سے یہ کئی گھنٹے نکال سکتا تھا۔

اس الیکٹرک لیمپ کی روشنی اتنی تیز تھی کہ تہہ خانہ اس کی روشنی میں آدھے سے زیادہ روشن ہو گیا تھا اور پانچوں جن زادیاں اس روشنی میں بھی وہاں آ گئی تھیں۔

عمران اور اس کے ساتھیوں نے دن بھر آرام کیا تھا پھر جاگنے کے بعد انہوں نے تھیلوں سے خشک میوہ جات نکال کر کھائے تھے اور ساتھ لائی ہوئی چھاگلوں سے پانی بھی پی لیا تھا جس سے وہ اب فریش ہو چکے تھے۔ زارکا اور اس کی جن زاد چار بہنوں کو

واپس آتے دیکھ کر وہ سب ان کی طرف متوجہ ہو گئے تھے

''میرا خیال ہے کہ اب تم سب اچھا خاصا آرام کر چکے ہو۔ اب تم ہمارے ساتھ چل سکتے ہو''...... زارکا نے عمران کے سامنے آتے ہوئے مخصوص انداز میں کہا۔

''ہم تمہارا ہی انتظار کر رہے تھے۔ چلو۔ کہاں چلنا ہے''۔ عمران نے سنجیدگی سے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ اپنا اپنا سامان اٹھاؤ اور ہمارے پیچھے پیچھے آ جاؤ''...... زارکا نے کہا۔

''تم نے کہا تھا کہ رات کو جب تم آؤ گی تو ہمارا اپنی بہنوں سے تعارف کراؤ گی''...... عمران نے کہا۔

''ہاں ضرور۔ یہ تمہیں اپنا تعارف خود کرا دیتی ہیں''...... زارکا نے کہا اور اس نے اپنی بہنوں کو اشارہ کیا کہ وہ انہیں اپنے نام بتا دے۔

''میرا نام شارکا ہے اور میں زارکا سے دوسرے نمبر پر ہوں''...... سرخ کنگن والی جن زادی نے کہا۔ یہ وہی جن زادی تھی جس نے سحر کر کے ان کے لئے تہہ خانہ صاف کیا تھا۔

''میرا نام ہارکا ہے۔ میں شارکا سے چھوٹی ہوں''...... نیلے کنگن والی جن زادی نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

''میں سارکا ہوں اور میرا نمبر ہارکا کے بعد آتا ہے''...... سبز کنگن والی جن زادی نے کہا۔

''میں ان سب سے چھوٹی ہوں۔ میرا نام نارکا ہے''۔ پانچویں جن زادی نے کہا۔ اس نے سیاہ رنگ کا کنگن پہن رکھا تھا۔

''تو تم ان سب سے بڑی ہو''...... عمران نے زارکا کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں۔ میں سب سے بڑی ہوں۔ میرا اور شارکا کی عمر کا تین سو سال کا فرق ہے۔ اسی طرح میری باقی بہنوں میں تین تین سو سال کا فرق ہے''...... زارکا نے جواب دیا۔

''اتنا فرق''...... عمران نے حیرت بھرے انداز میں کہا۔

''ہم جن زادوں میں ایسا ہی فرق ہوتا ہے''...... زارکا نے جواب دیا۔

''تم نے بتایا تھا کہ تم اور تمہاری بہنوں نے انسانی جسم اپنا رکھے ہیں۔ لیکن تم پانچوں کی شکلیں ایک جیسی کیوں ہیں۔ کیا تمہیں پانچ ایک جیسی شکلوں والی لڑکیاں مل گئی تھیں جن میں تم سب سما گئی تھیں''...... عمران نے کہا۔

''نہیں ایسا نہیں ہے۔ ہم الگ الگ شکلوں والی لڑکیوں کے جسموں میں سمائی ہوئی ہیں لیکن ہم چونکہ جن زادیاں ہیں لئے ہم کوئی بھی روپ دھار سکتی ہیں اور ہم نے چونکہ ایک ساتھ سفر کرنا ہے اور آقا اقارم کو جگانا ہے اس لئے ہم نے ایک جیسے روپ بنا رکھے ہیں تاکہ ہماری طاقتیں برابر رہیں ورنہ چھوٹی بڑی ہونے کی وجہ سے ہماری طاقتوں میں بھی فرق تھا۔ مجھ میں ان سب سے

زیادہ ماورائی طاقتیں ہیں۔ اس کے بعد شارکا کی طاقتیں ہیں پھر بارکا کی اس کے بعد سارکا کی اور سب سے کم طاقتوں کی مالکہ نارکا تھی لیکن اب چونکہ ہم شکل ہیں اس لئے ہم میں سے کسی کی طاقتیں کم یا زیادہ نہیں ہیں''...... زارکا نے کہا۔

''اپنی ان طاقتوں کا استعمال شاید تم ان راستوں میں کرنا چاہتی ہو جہاں ہمیں لے جا رہی ہو''...... عمران نے کہا۔

''ایسا ہی سمجھو۔ اب بس چلو ہمارے ساتھ۔ ہم زیادہ دیر یہاں نہیں رک سکتیں''...... زارکا نے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ زارکا اور اس کی بہنیں مڑیں اور تہہ خانے سے باہر جانے کی بجائے وہ تہہ خانے کی شمالی دیوار کے پاس آ گئیں۔ ان پانچوں نے اپنے منہ اس دیوار کی طرف کر لئے تھے اور ایک ساتھ کھڑی ہو گئی تھیں۔ وہ سب ایک دوسرے سے ایک ایک فٹ کے فاصلے پر کھڑی تھیں۔ عمران اور اس کے ساتھی خاموشی سے ان کے پیچھے آ کر کھڑے ہو گئے۔ اسی لمحے اچانک ان پانچوں جن زادیوں کے منہ کھلے اور تہہ خانہ ان کی تیز اور انتہائی بھیانک چیخوں کی آوازوں سے گونجنا شروع ہو گیا۔ ان کی چیخیں اس قدر تیز تھیں کہ عمران اور اس کے ساتھیوں نے بے اختیار کانوں پر ہاتھ رکھ لئے۔ اور پھر یہ دیکھ کر ان کی آنکھیں حیرت سے پھیلتی چلی گئی کہ جن زادیوں کی چیخیں جوں جوں تیز ہوتی جا رہی تھیں سامنے دیوار میں دراڑیں سی پڑتی جا رہی تھیں۔ یوں لگ رہا تھا جیسے ان کے سامنے ٹھوس دیوار

کی بجائے کانچ کی دیوار ہو جس پر پتھر مار دیا گیا ہو اور اس پر لکیروں کا جال پھیلتا جا رہا ہو پھر اچانک ایک زور دار چھناکا ہوا اور دیوار واقعی کسی کانچ کی طرح ٹوٹ کر جن زادیوں کے سامنے بکھر گئی۔

جیسے ہی دیوار ختم ہوئی ان سب نے وہاں نیلے رنگ کا غبار دیکھا جو پوری دیوار کی جگہ پر پھیلا ہوا تھا۔ یہ غبار جیسے اس دیوار کے پیچھے چھپا ہوا تھا۔ دیوار ٹوٹتے ہی ہلکا ہلکا نیلا دھواں تہہ خانے میں پھیلنے لگا۔

دیوار ٹوٹتے ہی جن زادیوں نے چیخنا بند کر دیا تھا لیکن وہ اب بھی اسی جگہ کھڑی تھیں اور ان کی آنکھیں نیلے غبار کی طرف ہی جمی ہوئی تھیں۔

''شلمار۔ ہمیں اندر آنے کا راستہ دو۔ ہم اقارم کی جن زاد کنیزیں ہیں۔ ہم آقا اقارم تک پہنچنا چاہتی ہیں۔ ہمیں آگے بڑھنے کا راستہ دو شلمار۔ شلمار''...... اچانک زارکا نے حلق کے بل چیختے ہوئے کہا۔ چند لمحے وہاں خاموشی چھائی رہی پھر انہوں نے غبار کے دوسری طرف سے تیز غراہٹ کی آواز سنی جیسے کوئی درندہ غرایا ہو اور پھر انہوں نے اس غبار میں بہت بڑا اور بھیانک چہرہ دیکھا جو اس غبار کا ہی بنا ہوا تھا۔ وہ انتہائی بوڑھا چہرہ تھا جس کا سر گنجا اور آنکھیں گول تھیں اس کی لمبی سفید داڑھی تھی اور اس کے گال باہر کی طرف ابھرے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔ بھیانک

چہرہ انتہائی قہر بھری نظروں سے جن زادیوں اور ان سب کی طرف دیکھ رہا تھا۔

''ہمیں راستہ دو شلمار۔ ہم آقا اقارم کے مدفن تک جانا چاہتی ہیں''...... زارکا نے بھیانک چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے اس بار انتہائی نرم اور التجا بھرے لہجے میں کہا۔ بھیانک چہرے کا بڑا سا منہ کھل گیا۔ اس کے منہ میں لمبے لمبے اور آری کے دندانوں جیسے دانت دکھائی دے رہے تھے۔ منہ کھلتے ہی اس کے حلق سے ایک بار پھر خونخوار درندوں جیسی آواز نکلی۔

''تم بے فکر رہو شلمار۔ ہم ہر راستے کے لئے اپنے ساتھ بھینٹ لائے ہیں۔ بھینٹ دیئے بغیر ہم کوئی راستہ عبور نہیں کریں گے اور ہم یہ بھی جانتی ہیں کہ جن راستوں پر ہم نے سفر کرنا ہے وہ بے حد خطرناک اور دشوار گزار ہیں لیکن اس کے باوجود ہم ان راستوں سے ہی گزریں گی اور اقارم تک پہنچیں گی''...... زارکا نے بھیانک چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جسے وہ بار بار شلمار کہہ رہی تھی۔ جواب میں بھیانک چہرے والا شلمار ایک بار پھر غرایا اور پھر اس کا چہرہ غبار میں تحلیل ہوتا چلا گیا۔ جب اس کا چہرہ مکمل طور پر غبار میں غائب ہو گیا تو اچانک انہوں نے نیلا غبار چھٹتے دیکھا۔ غبار کے چھٹتے ہی انہیں دوسری طرف کا منظر دکھائی دینا شروع ہو گیا۔ ان کے سامنے ایک نہایت چوڑی اور لمبی سرنگ تھی جہاں ہر طرف نیلا دھواں ہی دھواں بھرا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ نیلا دھواں

بے حد ہلکا تھا لیکن اس کی چمک کی وجہ سے انہیں سرنگ دور تک جاتی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔

سرنگ کی دیواریں اور چھت سیاہ رنگ کی تھیں جبکہ زمین سفید تھی جو جگہ جگہ سے ابھری ہوئی تھی۔ عمران اور اس کے ساتھیوں نے غور سے زمین دیکھی تو ایک لمحے کے لئے وہ بوکھلا گئے کیونکہ وہ جسے زمین سمجھ رہے تھے وہ زمین نہیں تھی بلکہ زمین پر انسانی ہڈیاں اور کھوپڑیاں بکھری ہوئی تھیں۔ ان ہڈیوں اور کھوپڑیوں کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ ان سے زمین چھپ گئی تھی۔ ہڈیاں تو ہر طرف بکھری ہوئی تھیں لیکن ان ہڈیوں میں جگہ جگہ کھوپڑیاں ایک خاص ترتیب سے رکھی گئی تھیں جو ہر ایک قدم کے فاصلے پر طویل قطاروں کی طرح دور تک جاتی دکھائی دے رہی تھی۔ یہ کھوپڑیاں عام انسانی کھوپڑیوں سے قدرے بڑی تھیں اور جب انہوں نے غور کیا تو انہیں کھوپڑیاں آدھی زمین میں گڑی ہوئی دکھائی دیں۔

''آؤ۔ شلمار نے ہمیں اندر جانے کا راستہ دے دیا ہے۔ پہلے ہم پانچوں بہنیں اندر جائیں گی پھر تم ایک ایک کر کے اندر آ جانا اور اس راستے پر سفر کرنے کے لئے ضروری ہے کہ تم سب اپنے جوتے اتار دو۔ اس راستے پر تم سب ننگے پاؤں سفر کرو گے اس کے علاوہ اس راستے پر سفر کرنے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ تم سب باری باری ان کھوپڑیوں کے سروں پر پیر رکھتے ہوئے آگے بڑھو۔ اگر تم میں سے کسی نے غلطی سے بھی ہڈیوں پر پیر رکھ دیا تو

اس کا حال بھی ایسا ہو جائے گا اس کے جسم کی کھال اور سارا
گوشت جھڑ جائے گا اور اس کے جسم سے ہڈیاں اور کھوپڑیاں الگ
ہو کر یہیں بکھر جائیں گی۔ اس لئے احتیاط کا دامن نہ چھوڑنا اور
صرف کھوپڑیوں پر ہی پیر رکھتے ہوئے آگے بڑھنا اور ایک کھوپڑی
پر صرف ایک ہی پیر رکھنا۔ ایک کھوپڑی پر دوسرا پاؤں رکھنے کی
صورت میں بھی تم سب کا وہی حال ہو گا جو میں بتا چکی ہوں“۔
زارکا نے پلٹ کر عمران کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

”یہ کیسا راستہ ہے اور یہ ہڈیاں اور کھوپڑیاں“...... عمران نے
حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”اب کوئی سوال نہیں۔ ہر راستے کے اختتام پر تمہیں راستے کی
تفصیل سے آگاہ کر دیا جائے گا“...... زارکا نے غراہٹ بھرے
لہجے میں کہا۔ عمران اور اس کے ساتھیوں نے دیکھا۔ زارکا اور اس
کی بہنوں کی آنکھیں پہلے نارمل تھیں مگر اب ان کی آنکھوں کے
رنگ بدل گئے تھے۔ ان پانچوں کی آنکھیں انتہائی سرخ ہو گئی تھیں
جیسے ان کے سارے جسموں کا خون سمٹ کر ان کی آنکھوں میں سما
گیا ہو۔

”لیکن“...... عمران نے کہنا چاہا تو زارکا نے عمران کی طرف
اس قدر خوفناک نظروں سے گھور کر دیکھا کہ عمران جیسا انسان بھی
اس کی سرخ آنکھیں دیکھ کر لرز گیا۔

”ٹھیک ہے۔ میں کچھ نہیں پوچھوں گا“...... عمران نے جوزف

کی طرف دیکھ کر ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا کیونکہ جوزف
نے اسے فوراً آنکھوں سے اشارہ کر دیا تھا کہ وہ زارکا کی بات پر
عمل کرے اور خاموش رہے۔

”تو چلو۔ ہم باطنی دنیا کے پہلے طبق میں داخل ہونے جا رہے
ہیں اور ہاں۔ اس راستے میں خاموشی بھی شرط ہے۔ سب آگے چلو
گے اور سب کی نظریں آگے ہی ہوں گی۔ تم میں سے کسی کو بھی
پیچھے پلٹ کر دیکھنے کی اجازت نہیں ہے ورنہ تم اپنے انجام کے خود
ذمہ دار ہو گے۔ اس کے علاوہ سرنگ میں تم کسی آواز پر توجہ نہیں دو
گے چاہے وہ آواز تم میں سے کسی کے چیخنے کی ہی کیوں نہ ہو۔ یہ
راستہ ماورائی طاقتوں سرخ اژدھوں کا ہے وہ آگے بڑھتے ہوئے
اچانک دیواروں سے نکل کر تم پر جھپٹنے کی کوشش کر سکتے ہیں لیکن
تمہیں ان اژدہا نما طاقت سے ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔
جب تک تمہارے پیر کھوپڑیوں پر رہیں گے تب تک وہ تم پر حملہ
نہیں کریں گے وہ صرف تمہیں ڈرانے کے لئے تم پر جھپٹیں گے
تا کہ تمہارے پیر اکھڑ جائیں اور تم کھوپڑیوں کی جگہ ہڈیوں پر پیر
رکھ دو اور اس راستے کے سحر کا شکار ہو جاؤ“...... زارکا نے انہیں
تفصیل بتاتے ہوئے کہا اور پھر وہ مزید کچھ کہے بغیر آگے
بڑھی اور اس نے زمین میں دھنسی ہوئی پہلی کھوپڑی پر پاؤں رکھ
دیا۔ پھر اس کا دوسرا پاؤں اٹھا اور اس نے دوسرا پاؤں آگے
بڑھاتے ہوئے دوسری کھوپڑی پر رکھ دیا اور اسی طرح آگے موجود

کھوپڑیوں پر پیر رکھتی ہوئی وہ آگے بڑھتی چلی گئی۔ اس کے بعد شارکا آگے بڑھی اور وہ بھی کھوپڑیوں پر پیر رکھتی ہوئی آگے بڑھتی چلی گئی۔ شارکا کے بعد ہارکا، پھر سارکا اور پھر نارکا بھی کھوپڑیوں پر پیر رکھتی ہوئی آگے بڑھتی چلی گئی۔

''پہلے آپ چلو باس''...... جوزف نے انتہائی سنجیدگی سے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلایا اور اس نے پیروں سے جوتے نکالے اور انہیں بغل میں دبا کر وہ آگے بڑھ گیا۔ عمران نے سامنے موجود کھوپڑی پر جیسے ہی اپنا ننگا پاؤں رکھا اس کے منہ سے بے اختیار سسکاری سی نکل گئی۔ کھوپڑی انتہائی یخ بستہ تھی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ کھوپڑی ہڈیوں کی نہیں بلکہ برف کی بنی ہوئی ہو۔ عمران نے دانتوں پر دانت جمائے اور اس نے دوسرا پاؤں آگے بڑھایا اور پھر دوسرا پیر اگلی کھوپڑی پر رکھ دیا۔ پھر اس نے پچھلی کھوپڑی سے پیر اٹھایا اور اگلے پیر سے آگے موجود کھوپڑی پر رکھ دیا اور پھر وہ اسی طرح ایک ایک کر کے کھوپڑیوں پر پیر رکھتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ اس کے پیچھے جولیا۔ پھر باقی ممبران اور سب سے پیچھے جوزف اندر آ گیا اور پھر وہ سب ایک قطار میں ان کھوپڑیوں پر پیر رکھتے ہوئے آگے بڑھتے چلے گئے۔ جوزف جیسے ہی اندر آیا اس کے پیچھے ایک بار پھر تیز غبار سا پھیلا اور کھلی ہوئی دیوار کی جگہ پھیل کر پتھر کی طرح ٹھوس ہوتا چلا گیا۔

آگے آگے پانچوں جن زادیاں کھوپڑیوں پر قدم رکھتی ہوئی چلی

جا رہی تھیں اور ان کے پیچھے عمران اور اس کے ساتھی بھی آگے بڑھتے جا رہے تھے۔ سرنگ پہلے تو سیدھی جاتی رہی پھر اس میں جگہ جگہ موڑ آنے شروع ہو گئے۔

یخ بستہ کھوپڑیوں پر قدم رکھتے ہوئے عمران کے پیر سن ہوتے جا رہے تھے مگر اس کے باوجود وہ رکے بغیر آگے بڑھتا جا رہا تھا۔ سرنگ میں داخل ہونے سے پہلے زارکا نے انہیں سختی سے ہدایات دی تھیں کہ وہ پیچھے پلٹ کر نہیں دیکھیں گے۔ عمران شاہ صاحب کے حکم اور پھر جوزف کے کہنے کی وجہ سے خاموش تھا اسے ہر حال میں زارکا کے احکامات کی تعمیل کرنی تھی اس لئے وہ اپنے پیچھے آنے والے ساتھیوں کا حال جانے بغیر آگے بڑھتا جا رہا تھا۔

ایک موڑ گھومتے ہی عمران نے سرنگ کی دائیں بائیں دیواروں میں بڑے بڑے سوراخ دیکھے۔ یہ سوراخ اتنے بڑے تھے کہ ان میں آسانی سے ایک آدمی سما سکتا تھا۔ ابھی وہ سوراخ والی سرنگ میں کچھ ہی آگے گئے ہوں گے کہ اچانک دونوں طرف کی دیواروں سے خوفناک چنگھاڑوں کی آوازیں سنائی دیں اور پھر اچانک ان سوراخوں سے سرخ رنگ کے بڑے بڑے اژدھوں کے سر نکل کر باہر آ گئے۔ اژدھوں نے سوراخوں سے سر نکالتے ہی اپنے بھاڑ جیسے منہ کھول لئے تھے اور چنگھاڑتے ہوئے وہ عمران اور اس کے ساتھیوں پر جھپٹے مارنا شروع ہو گئے۔

سرخ اژدہوں کی خوفناک چنگھاڑوں اور انہیں خود پر جھپٹتے دیکھ

کر ایک لمحے کے لئے عمران کو اپنی رگوں میں خون جمتا ہوا محسوس ہوا لیکن جب اس نے دیکھا کہ اژدہے منہ کھول کر اور جھپٹا مارنے کے باوجود اس کے سر کے کچھ فاصلے پر رک جاتے تھے تو اس کی ڈھارس بندھ گئی اور وہ تیز تیز قدم بڑھاتا ہوا کھوپڑیوں پر چلتا ہوا آگے بڑھتا گیا۔ اسے یقین تھا کہ اس کے ساتھی بھی زارکا کی باتوں پر عمل کر رہے ہوں گے۔ وہ ان اژدھوں کو دیکھ کر گھبرائے ضرور ہوں گے لیکن وہ بھی عمران کی طرح مضبوط اعصاب کے مالک تھے۔ اس لئے عمران کو یقین تھا کہ ان کے قدم ڈگمگا نہیں سکتے وہ بھی اس کی طرح ان اژدھوں سے خوفزدہ ہوئے بغیر آگے بڑھتے آ رہے ہوں گے۔ سرنگ میں آگے اسی طرح سے سرخ اژدھوں کے سر اور آدھے دھڑ باہر نکلتے ہوئے دکھائی دیتے تھے۔ عمران جوں جوں آگے بڑھ رہا تھا اژدہے اس پر بار بار جھپٹنے کی کوشش کر رہے تھے۔ ان کی خوفناک تیز تیز چنگھاڑوں کی آوازوں سے سرنگ میں جیسے بھونچال سا آیا ہوا تھا۔

اژدہے صرف عمران اور اس کے ساتھیوں پر جھپٹ رہے تھے۔ وہ جن زادیوں پر حملہ نہیں کر رہے تھے اس لئے پانچوں جن زادیاں بڑے اطمینان بھرے انداز میں قدم اٹھاتی ہوئی آگے بڑھی جا رہی تھیں۔ پھر اچانک سرنگ میں ایک انتہائی تیز اور دلدوز چیخ کی آواز سنائی دی۔ یہ چیخ چوہان کی تھی۔ جو جوزف کے آگے یعنی ان سب سے پیچھے تھا۔ چوہان کی آواز اس قدر دلدوز تھی جیسے وہ لپکتے

ہوئے کسی اژدہے کا شکار ہو گیا ہو۔ اس کی دردناک چیخ ایک لمحے کے لئے سنائی دی تھی پھر اچانک خاموشی چھا گئی اور عمران نے آگے سوراخوں سے نکلتے ہوئے اژدہے کے سروں کو واپس سوراخوں میں گھستے دیکھا۔

وہ سب مجبور تھے وہ پلٹ کر نہیں دیکھ سکتے تھے کہ چوہان کے ساتھ کیا ہوا تھا۔ وہ کیوں چیخا تھا اور پھر اچانک خاموش کیوں ہو گیا تھا۔ چوہان کی چیخ سن کر عمران کو اپنا دل ڈوبتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ وہ سب تو نہیں دیکھ رہے تھے لیکن چونکہ جوزف سب سے پیچھے تھا اور چوہان اس سے آگے تھا اس لئے اس نے دیکھا تھا۔

چوہان جو ان اژدھوں کو دیکھ کر انتہائی خوفزدہ دکھائی دے رہا تھا۔ اژدھوں کو خود پر جھپٹتے دیکھ کر وہ بار بار کبھی دائیں ہو جاتا تھا اور کبھی بائیں۔ جوزف اسے روکنا چاہتا تھا کہ وہ ان اژدھوں پر کوئی توجہ نہ دے لیکن وہ ایسا نہیں کر سکتا تھا پھر اچانک ایک بار جو چوہان کا پیر پھسلا تو اسی لمحے ایک اژدہے نے جھپٹا مارا اور اس نے چوہان کو اپنے منہ میں دبوچ لیا۔ چوہان کے حلق سے ایک دلدوز چیخ نکلی وہ اژدھے کے منہ میں بری طرح سے تڑپنے لگا لیکن اس سے پہلے کہ جوزف کچھ کرتا اسی لمحے اژدہا چوہان کو لئے ہوئے اسی سوراخ میں واپس چلا گیا جس سے نکل کر اس نے چوہان پر حملہ کیا تھا۔

جوزف کے سامنے سے چوہان غائب ہو گیا تھا اور چوہان کو

اس طرح سرخ اژدہے کا شکار بنتے دیکھ کر جوزف کی آنکھیں پھٹ پڑیں تھیں وہ وہیں رک گیا اور ایک کھوپڑی پر ایک ٹانگ پر کھڑا اس سوراخ کی جانب دیکھنے لگا جس میں سرخ اژدہا، چوہان کو لے کر غائب ہو گیا تھا۔

جوزف چند لمحے خوف بھری نظروں سے سوراخ کی طرف دیکھتا رہا پھر اس نے تیز تیز قدم آگے بڑھانا شروع کر دیئے۔ اس کا دماغ چیخ رہا تھا وہ چیخ چیخ کر عمران اور اس کے دوسرے ساتھیوں کو چوہان کے بارے میں بتانا چاہتا تھا لیکن آواز جیسے اس کے حلق میں ہی پھنس کر رہ گئی تھی۔ کھوپڑیوں پر قدم رکھتے ہوئے وہ اب صفدر کے پیچھے آ گیا تھا۔ چوہان کی دردناک موت کا منظر دیکھ کر جوزف کا جسم بری طرح سے کانپ رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ جب اس خوفناک راستے کا اختتام ہو گا اور عمران کو جب پتہ چلے گا کہ چوہان کو اس کی آنکھوں کے سامنے اژدہا اٹھا کر لے گیا ہے اور وہ اسے بچانے کی بھی کوشش نہیں کر سکا تھا تو وہ عمران کو کیا جواب دے گا۔ چوہان کا شکار ہوتے ہی باقی سوراخوں کے اژدہے بھی واپس چلے گئے تھے۔ اب وہاں خالی سوراخ دکھائی دے رہے تھے اور ہر طرف گہری خاموشی چھا گئی تھی۔ پھر اچانک انہیں زمین پر پڑی ہوئی ہڈیوں اور کھوپڑیوں سے دھواں سا اٹھتا ہوا دکھائی دیا۔ کچھ ہی دیر میں دھواں ان ہڈیوں اور کھوپڑیوں پر اس طرح سے پھیل گیا کہ اب وہاں انہیں دھویں کی بنی ہوئی زمین ہی دکھائی

دے رہی تھی۔ ہڈیاں اور کھوپڑیاں اس دھویں میں ہی چھپ گئی تھیں۔ البتہ کھوپڑیوں کے گنجے سر انہیں دھویں سے باہر ضرور دکھائی دے رہے تھے جن پر پاؤں رکھ کر وہ مسلسل آگے بڑھ سکتے تھے۔ دو تین موڑ مڑنے کے بعد انہیں آگے سرنگ میں اندھیرا دکھائی دیا۔ جب وہ اندھیرے میں آئے تو انہیں وہاں بھی کھوپڑیوں کے چمکتے ہوئے سر دکھائی دیئے۔ عمران نے اچانک آگے جاتی ہوئی زارکا اور پھر اس کی دوسری بہنوں کو غائب ہوتے ہوئے دیکھا جو کھوپڑیوں پر چلتی ہوئی اچانک باری باری غائب ہوتی جا رہی تھیں۔

عمران اور اس کے ساتھیوں کی آنکھوں پر ٹیلی نائٹ لینز لگے ہوئے تھے وہ اندھیرے میں بھی دیکھ سکتے تھے لیکن اس کے باوجود انہیں زارکا اور اس کی جن زاد بہنیں کہیں دکھائی نہیں دے رہی تھیں۔ آگے کھوپڑیوں کا سلسلہ بھی ختم ہوتا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ اس کے آگے چونکہ زمین پر دھواں پھیلا ہوا تھا اس لئے عمران یہ نہیں دیکھ سکتا تھا کہ وہاں کیا ہے۔ آخری کھوپڑی پر قدم رکھتے ہی وہ رک گیا۔ اسے رکتا دیکھ کر اس کے پیچھے آنے والے اس کے باقی ساتھی بھی رک گئے۔ جیسے ہی وہ سب رکے اسی لمحے زمین سے دھواں اٹھا اور وہ سب جیسے اس دھویں میں چھپتے چلے گئے۔

غار شیطان کی آنت کی طرح پھیلا ہوا تھا ختم ہونے کا نام
نہیں لے رہا تھا۔ ڈاکٹر کرسٹائن اپنے ساتھیوں سمیت سانپ کی
طرح بل کھاتے ہوئے غار میں مسلسل آگے بڑھتا جا رہا تھا۔
غار میں چونکہ ہلکا ہلکا دھواں اور دھویں سے نکلتی ہوئی نیلی نیم
روشنی پھیلی ہوئی تھی اس لئے ڈاکٹر کرسٹائن کو غار کا ماحول صاف
دکھائی دے رہا تھا۔ ہر بیس پچیس قدموں کے بعد غار میں کوئی نہ
کوئی موڑ آ رہا تھا۔
مسلسل اور کافی دیر چلتے رہنے کے بعد ڈاکٹر کرسٹائن جب ایک
اور موڑ مڑا تو اسے غار کا دہانہ بند دکھائی دیا۔ وہ جیسے غار کے
دوسرے سرے تک پہنچ گئے تھے۔
''یہ کیا۔ تم نے تو کہا تھا کہ غار ختم نہیں ہوگا مگر یہاں تو راستہ
بند ہے''...... ڈاکٹر کرسٹائن نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

''ہمیں غار در غار سفر کرنا ہے آقا۔ ابھی غار کا پہلا مرحلہ ختم ہوا
ہے۔ آگے یہی غار ہے لیکن اس غار کے دوسرے حصے میں داخل
ہونے کے لئے ہمیں اسے کھولنا ہوگا''...... زامبا نے جواب دیتے
ہوئے کہا۔
''اوہ۔ ٹھیک ہے۔ میں سمجھ گیا''...... ڈاکٹر کرسٹائن نے کہا۔ وہ
سب غار کے بند حصے کے پاس آ کر رک گئے تھے۔
''اب یہ غار کھلے گا کیسے''...... ڈاکٹر کرسٹائن نے پوچھا۔
''میں کھولتا ہوں۔ آپ پیچھے ہٹ جائیں''...... زامبا نے کہا تو
ڈاکٹر کرسٹائن سر ہلا کر پیچھے ہٹتا چلا گیا۔ اس کے ساتھی بھی پیچھے
ہٹ گئے تھے۔ ان سب کو پیچھے ہٹتا دیکھا کر زامبا آگے بڑھا اور
اس نے اپنے دونوں ہاتھ بند دہانے پر رکھ دیئے۔ جیسے ہی اس نے
دونوں ہاتھ چٹان پر رکھے اسی لمحے اچانک چٹان کا رنگ بدلنے
لگا۔ چٹان بھورے رنگ کی تھی لیکن اب اس کا رنگ آہستہ آہستہ
سرخ ہوتا جا رہا تھا۔ چٹان کے ساتھ زامبا کے ہاتھ بھی سرخ ہو
رہے تھے۔ یوں لگ رہا تھا جیسے چٹان کے اندر موجود آگ تیزی
سے سرخی بن کر پھیلتی جا رہی ہو۔ چٹان پر دراڑیں اور سوراخ بھی
موجود تھے۔ ان دراڑوں اور سوراخوں سے دھواں سا نکل رہا تھا۔
کچھ ہی دیر میں چٹان کا ایک بہت بڑا حصہ انتہائی سرخ ہو گیا
اور پھر اچانک بھک کی تیز آواز سنائی دی اور اچانک وہ چٹان راکھ
بن کر وہیں گرتی چلی گئی۔ جیسے ہی چٹان راکھ بن کر گری ڈاکٹر

کرسٹائن نے دوسری طرف ایک اور غار دیکھا۔

زامبا نے اپنی طاقتوں سے غار کا راستہ کھولا تھا۔ دوسرے غار میں بھی دھویں جیسی نیلی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ البتہ دوسرا غار متوازی جاتا دکھائی دے رہا تھا۔

ڈاکٹر کرسٹائن نے آگے بڑھ کر دوسرے غار میں جھانکا تو بے اختیار چونک پڑا۔ اسے سامنے چند سائے سے لہراتے ہوئے دکھائی دیئے۔ یوں لگ رہا تھا جیسے چند انسان آہستہ آہستہ چلتے ہوئے اس طرف بڑھے آ رہے ہوں

''یہ سائے کیسے ہیں''...... ڈاکٹر کرسٹائن نے زامبا سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

''یہ غار کے دوسرے حصے کے محافظ ہیں آقا۔ انہیں لاشامے کہا جاتا ہے''...... زامبا نے جواب دیا۔

''لاشامے''...... ڈاکٹر کرسٹائن نے کہا۔

''ہاں آقا۔ میں آپ کو اب اقارم کا تھوڑا سا پس منظر بتا دیتا ہوں تاکہ آپ ان راستوں کی اہمیت سمجھ سکیں اور آپ کو پتہ چل سکے کہ ہم ان راستوں سے کیوں گزر رہے ہیں۔ جب انسان اور جنات نے مل کر اقارم کو بت بنا کر پہاڑ کے نیچے دفن کیا تھا تو اقارم تک پہنچنے کے تمام راستے بند کر دیئے گئے تھے۔ تاکہ کوئی اقارم تک نہ پہنچ سکے۔ اقارم کے مدفن تک جانے کے دو راستے تھے۔ ان راستوں پر جنات اور انسان اپنی طاقتیں لگانا چاہتے تھے

لیکن اس سے پہلے کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوتے اسی وقت شیطانی طاقتیں حرکت میں آ گئیں اور انہوں نے جنات اور انسانی طاقتوں کے آنے سے پہلے ہی ان دونوں راستوں پر قبضہ جما لیا۔ انسانوں اور جنات کو اس بات کا علم ہوا کہ شیطانی طاقتوں نے ان راستوں پر قبضہ جما لیا ہے تو انہوں نے فوراً آ کر ان راستوں کو بند کر دیا تاکہ اندر موجود تمام شیطانی طاقتیں قید ہو جائیں تاکہ نہ کوئی ان راستوں کو کھول کر اندر جا سکے اور نہ ہی شیطانی طاقتیں ان راستوں سے باہر نکل سکیں۔

جو شیطانی طاقتیں قید ہوئی تھیں انہوں نے ان راستوں سے باہر نکلنے کی بے حد کوشش کی تھی لیکن وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکی تھیں۔ صدیاں قید رہنے کی وجہ سے وہ مزید طاقتور اور خوفناک ہو گئی تھیں اور انہوں نے اپنے طور پر ہی ان راستوں کو اور زیادہ خوفناک اور انتہائی دشوار گزار بنانا شروع کر دیا۔ جس غار میں ہم سفر کر رہے ہیں اس غار کی شیطانی طاقتیں بڑھی نہیں تھیں لیکن اس کے باوجود انہوں نے ان راستوں کو انتہائی دشوار گزار اور خطرناک بنا دیا تھا۔ تاکہ اس طرف شیطانی طاقتیں بھی آئیں تو وہ آسانی سے یہ راستے عبور نہ کر سکیں لیکن ساتھ ہی انہوں نے ایسا انتظام بھی کر دیا تھا اگر انسانی اور جناتی طاقتیں ان راستوں کو کھول دے اور اندر موجود شیطانی طاقتوں کو انسانی بھینٹ مل جائے تو وہ اس قید سے رہائی پا سکتی ہیں۔ لیکن ایسا تب ہی ممکن ہوتا جب کوئی

انسان شیطانی روپ میں اپنے ساتھ کسی ایسی مخلوق کو لاتا جو جن بھی ہو اور انسان بھی۔ ورنہ نہ ہی یہ راستے کھل سکتے تھے اور نہ ہی ان پر کوئی سفر کر سکتا تھا۔

آپ چونکہ شیطانی طاقتوں کے بھی مالک ہیں اور آپ شیطانی علم بھی جانتے ہیں اور پھر آپ نے مجھے بھی تسخیر کیا ہے اس لئے آپ کو یہ حق حاصل ہو گیا تھا کہ آپ میرے ذریعے ان راستوں کو کھول کر سفر کر سکیں اور اپنے ساتھ لائے ہوئے انسانوں کو اپنی مرضی سے ان شیطانی طاقتوں کو بھینٹ دیں تو آپ کے لئے یہ راستے آسان ہو جائیں گے اور اس طرح ان قیدی شیطانی طاقتوں کو بھی صدیوں بعد یہاں سے رہائی مل جائے گی۔ غار کے پہلے حصے میں جو شیطانی طاقت تھی وہ اژدہا تھا۔ غار کا پہلا حصہ میں نے کھولا تھا اور پھر آپ نے اس اژدہے کو پہلے تین انسانوں کی بھینٹ دی تو اس میں اتنی طاقت آ گئی کہ وہ اس غار سے نکل جاتا اور ایسا ہی ہوا ہے۔ بھینٹ ملتے ہی اسے رہائی مل گئی اور وہ ہمارے لئے راستہ خالی چھوڑ کر واپس شیطانی دنیا میں چلا گیا۔ اسی طرح آگے جتنے بھی مرحلے ہیں وہاں کوئی نہ کوئی شیطانی طاقت موجود ہے جو کسی بھی روپ میں ہو سکتی ہے۔ ان شیطانی طاقتوں کی قید کے بند دروازے میں کھول سکتا ہوں اور ان شیطانی طاقتوں کو باہر جانے کے راستے تب مل سکتے ہیں جب انہیں انسانی بھینٹ مل جائے۔ انسانی بھینٹ ملتے ہی وہ ہمارے لئے راستے خالی چھوڑ

دیں گے اور ہم تمام خطرناک راستوں سے ہوتے ہوئے اس جگہ پہنچ جائیں گے جہاں اقارم کا بت دفن ہے“...... زامبا نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ تو یہ بات ہے۔ تب تو ہمارے لئے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ ہماری وجہ سے شیطانی طاقتیں بھی آزاد ہو رہی ہیں اور وہ ہمارے لئے راستے بھی خالی کرتی جا رہی ہیں۔ اس طرح تو ہم آسانی سے اپنی منزل تک پہنچ جائیں گے“...... ڈاکٹر کرسٹائن نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

”یہ راستے ہمارے لئے آسان بھی ہیں اور مشکل بھی لیکن اقارم تک پہنچنے کا دوسرا جو راستہ ہے وہ ہمارے اس راستے سے کہیں زیادہ مشکل اور خطرناک ہے۔ اگر ہم اس دوسرے راستے کی طرف جاتے تو پھر ہمیں اس قدر شدید مشکلات پیش آتیں جن کا شاید میں بھی توڑ نہ کر سکتا تھا۔ ہم چونکہ یہاں پہلے آ گئے تھے اس لئے بلیک پرنسز کو عمران اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ دوسرے راستے پر سفر کرنا پڑ رہا ہے جہاں ہر طرف موت ہی موت ہے“...... زامبا نے کہا۔

”اوہ۔ تب تو اچھا ہوا ہے کہ ہم ان سے پہلے یہاں آ گئے ہیں“...... ڈاکٹر کرسٹائن نے کہا۔

”ہاں آقا۔ یہاں تو شیطانی طاقتیں بھینٹ لے کر ہمارے راستے سے ہٹ جائیں گی لیکن دوسرے راستے پر سفر کرنے والوں

کو نہ صرف بھینٹ دینی ہو گی بلکہ انہیں مشکل سے مشکل ترین مرحلے بھی پار کرنے ہوں گے ایسے مرحلے جنہیں کم از کم عام انسان کسی بھی صورت میں پار نہیں کر سکتا''...... زامبا نے کہا۔

''اچھا ان کی ان پر چھوڑو۔ ہمیں ہر حال میں بلیک پرنسز سے پہلے اقارم کے مدفن تک پہنچنا ہے۔ اب بتاؤ کیا کرنا ہے''۔ ڈاکٹر کرسٹائن نے کہا۔ غار کے دوسرے حصے میں سائے مسلسل آگے بڑھے چلے آ رہے تھے۔ جب وہ نزدیک آئے تو یہ دیکھ کر ڈاکٹر کرسٹائن کا خون خشک ہو گیا کہ وہ انتہائی بھیانک مخلوق تھیں۔ وہ انسانی قد کاٹھ جیسے ضرور تھے مگر ان کے سر بھیڑیوں کے تھے۔ ان کے سارے جسموں پر بال ہی بال بھرے ہوئے تھے۔ ان کے ہاتھ پاؤں بے حد پتلے تھے اور ان کے ناخن تیز چھریوں کی طرح بڑھے ہوئے تھے۔ ان کے کھلے ہوئے منہ سے نوکیلے اور لمبے لمبے دانت صاف دکھائی دے رہے تھے اور ان کی زبان سرخ تھی جو منہ سے باہر لٹک رہی تھی۔ وہ آگے بڑھتے ہوئے ڈاکٹر کرسٹائن اور اس کے ساتھیوں کی جانب دیکھ رہے تھے۔ ان کی تعداد تین تھی وہ غار کے دوسرے دہانے کے پاس آ کر رک گئے۔

''کون ہو تم اور یہاں کیوں آئے ہو''...... ان میں سے ایک بھیڑیئے جیسی مخلوق نے ڈاکٹر کرسٹائن کی طرف سرخ سرخ آنکھوں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''آپ چپ رہیں آقا۔ اس سے میں بات کرتا ہوں''۔ زامبا

نے کہا تو ڈاکٹر کرسٹائن نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''میں زامبا ہوں۔ یہ میرا آقا ہے جو شیطانی طاقتوں کا مالک ہے۔ مجھے اس نے تسخیر کیا ہے اور تم میرا جو جسم دیکھ رہے ہو وہ انسانی ہے مگر میری ہڈیوں میں اور میری رگوں میں جنات کا سیاہ خون ہے۔ میں اپنے وجود میں شیطانی طاقت بھی ہوں، جن بھی اور انسان بھی اور میں نے انہی طاقتوں کا استعمال کر کے یہ راستہ کھولا ہے۔ جس طرح سے میں نے یہ راستہ کھولا ہے تمہیں میری طاقتوں کا پتہ چل ہی گیا ہو گا۔ اس راستے کے کھلنے کا مطلب تمہاری رہائی ہے۔ سمجھ لو کہ ہم یہاں تمہاری صدیوں کی قید ختم کرنے کے لئے آئے ہیں''...... زامبا نے کہا تو ڈاکٹر کرسٹائن نے ان بھیڑیئے جیسے انسان لاشاموں کی آنکھوں میں تیز چمک سی نمودار ہوتے دیکھی۔

''ہماری رہائی انسانی خون سے مشروط ہے۔ کیا تم ہمیں انسانی خون کی بھینٹ دے سکتے ہو''...... ایک لاشامے نے کہا۔

''ہاں۔ آقا کو چھوڑ کر تم ان میں سے جس انسان کو بھی پسند کرو گے ہم تمہیں اس کے خون کی بھینٹ دے دیں گے''...... زامبا نے کہا تو بھیڑیئے نما لاشاما ڈاکٹر کرسٹائن کے ساتھ آئے ہوئے افراد کو غور سے دیکھنے لگا۔

''مجھے اس کا خون چاہئے''...... بھیڑیئے نما لاشاما نے ایک ہٹے کٹے آدمی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ تمہیں اس کا خون بھینٹ دیا جائے گا“...... زامبا نے کہا۔ باقی دو بھیڑیئے نما لاشاموں نے بھی زامبا کو بتایا کہ انہیں کن دو انسانوں کے خون کی بھینٹ چاہئے۔

”آقا۔ آپ کے تھیلے میں تین پیالے ہیں۔ وہ نکالیں اور ان تینوں انسانوں کو ذبح کر کر کے ان کا خون ان پیالوں میں بھر کر لاشاموں کو دے دیں“...... زامبا نے ڈاکٹر کرسٹائن سے مخاطب ہو کر کہا۔ ڈاکٹر کرسٹائن نے اثبات میں سر ہلایا اور کاندھوں سے بیگ اتار لیا۔ بیگ کھول کر اس نے بیگ سے تین بڑے بڑے پیالے نکالے جو سٹیل کے بنے ہوئے تھے۔ یہ پیالے اور اس جیسی کئی چیزیں ڈاکٹر کرسٹائن زامبا کے کہنے پر اپنے ساتھ لایا تھا۔ پیالوں کو نیچے رکھ کر ڈاکٹر کرسٹائن نے تھیلے سے ایک بڑے پھل والا چھرا نکال لیا۔ زامبا نے اس انسان کی طرف دیکھا جس کی طرف پہلے لاشامے نے اشارہ کیا تھا۔

”تم آؤ پہلے“...... زامبا نے کہا تو ہٹا کٹا نوجوان آگے بڑھ آیا۔ سامنے ایک بڑا سا پتھر پڑا ہوا تھا جو مسطح تھا۔ زامبا کے کہنے پر وہ نوجوان اس پتھر پر سیدھا لیٹ گیا۔ اسے لیٹتا دیکھ کر ڈاکٹر کرسٹائن ایک پیالا اٹھا کر آگے بڑھا اور پتھر پر چڑھ کر اس نوجوان کے سینے پر چڑھ گیا اور پھر اس نے بڑی بے دردی سے اس نوجوان کی گردن پر چھرا پھیر دیا۔ نوجوان کا جیسے ہی نرخرہ کٹا اس کی گردن سے خون کا فوارا سا ابل پڑا۔

نوجوان کی گردن سے خون ابلتے دیکھ کر ڈاکٹر کرسٹائن نے فوراً پیالا آگے کیا اور اس کے خون سے بھرنا شروع کر دیا۔ نوجوان، ڈاکٹر کرسٹائن کے نیچے بری طرح سے تڑپ رہا تھا لیکن ڈاکٹر کرسٹائن نے اسے پوری طرح سے قابو کر رکھا تھا۔ کچھ ہی دیر میں نوجوان ساکت ہو گیا۔

پیالا نوجوان کے خون سے بھر چکا تھا۔ ڈاکٹر کرسٹائن نے خنجر ایک طرف رکھ دیا تھا وہ خون سے بھرا ہوا پیالا اٹھائے پہلے نوجوان کے سینے اور پھر پتھر سے نیچے آیا اور غار کے دہانے کی طرف بڑھنے لگا۔ غار کے دوسری طرف کھڑے بھیڑیئے نما لاشامے چمکتی ہوئی آنکھوں سے خون کے پیالے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ ڈاکٹر کرسٹائن نے پیالا دونوں ہاتھوں سے پکڑ رکھا تھا تاکہ اس میں موجود خون چھلک نہ جائے۔ اس نے وہ پیالا اس لاشامے کی طرف بڑھا دیا جس نے زامبا سے بات کی تھی اور اپنے لئے پہلا انسان بھینٹ کے لئے منتخب کیا تھا۔ بھیڑیئے نما لاشاما نے ڈاکٹر کرسٹائن سے پیالا لیا اور پھر اس نے پیالا منہ سے لگا لیا اور غٹاغٹ پیتا چلا گیا۔ وہ خون اس طرح سے پی رہا تھا کہ اس کی دونوں باچھوں سے خون ٹپکتا ہوا نیچے گر رہا تھا لیکن بھیڑیئے نما لاشاما کو اس کی کوئی پرواہ نہیں تھی۔ اس نے پیالا منہ سے تب ہی ہٹایا جب اس نے پیالے کا سارا خون پی لیا۔ خون ختم کرتے ہی اس نے پیالا ایک طرف پھینکا اور پھر وہ خوشی سے بری طرح سے

اچھلنے لگا۔

"مجھے انسانی خون مل گیا۔ مجھے صدیوں کی قید سے آزادی مل گئی۔ میں آزاد ہو گیا۔ میں آزاد ہو گیا"...... اس نے انتہائی مسرت بھرے انداز میں چیختے ہوئے کہا اور پھر وہ اچھل کر غار کے دہانے سے باہر نکلا اور اسی طرح سے مسرت سے چیختا اور اچھلتا ہوا اس طرف بھاگتا چلا گیا جس طرف سے ڈاکٹر کرسٹائن اور اس کے ساتھی آئے تھے۔

زامبا کے کہنے پر دوسرے نوجوان نے پتھر پر پڑی ہوئی لاش ایک طرف پھینکی اور اس کی جگہ خود اس پتھر پر لیٹ گیا۔ ڈاکٹر کرسٹائن اس کے سینے پر سوار ہوا اور اس نے دوسرے نوجوان کی گردن پر بھی سفاکی سے چھری چلا دی اور پھر اس کے خون کا پیالہ بھر کر غار کے دوسری طرف دوسرے لاشاما کو تھما دیا۔ بھیڑیئے جیسے دوسرے لاشاما نے بھی خون پیا اور پھر وہ بھی مسرت سے چیختا ہوا اچھل کر اس طرف آ گیا اور میں آزاد ہو گیا۔ صدیوں کی قید سے آزاد ہو گیا کہتا ہوا اسی طرف بھاگتا چلا گیا جس طرف پہلا لاشاما گیا تھا۔ ڈاکٹر کرسٹائن نے اسی طرح تیسرے لاشاما کو بھی انسانی خون کی بھینٹ دی تو وہ بھی غار سے نکل کر بھاگ گیا۔ اب غار کا دوسرا حصہ خالی تھا۔ ڈاکٹر کرسٹائن نے اب تک چھ افراد کو ہلاک کر دیا تھا اس کے چہرے پر اس وقت درندگی سی چھائی ہوئی تھی۔

زامبا کے کہنے پر ڈاکٹر کرسٹائن اور اس کے ساتھی غار کے اس

حصے میں داخل ہو گئے جہاں پہلے لاشامے موجود تھے۔ غار کے اس حصے کی زمین کافی بھربھری اور سیاہ تھی۔ زامبا کے کہنے پر وہ آگے بڑھنا شروع ہو گئے۔ یہ غار بھی طویل و عریض تھا اور بل کھاتا ہوا آگے جا رہا تھا۔

مسلسل اور کافی دیر چلتے رہنے کے بعد ڈاکٹر کرسٹائن کو ایک بار پھر رکنا پڑا کیونکہ ان کے سامنے ایک لمبا اور گہرا گڑھا آ گیا تھا جسے ان میں سے کوئی بھی چھلانگ لگا کر پار نہیں کر سکتا تھا کیونکہ گڑھے کا دوسرا سرا تقریباً سو فٹ کی دوری پر تھا۔ ڈاکٹر کرسٹائن گڑھے کے کنارے کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے گڑھے میں جھانکا تو گڑھے کی گہرائی دیکھ کر وہ کانپ کر رہ گیا۔ گڑھا سو فٹ سے زیادہ گہرا تھا اور نیچے ہر طرف سیاہ رنگ کے کوبرا نسل کے سانپ ہی سانپ بل کھاتے دکھائی دے رہے تھے۔ ان سانپوں نے جیسے ڈاکٹر کرسٹائن کو دیکھ لیا تھا کیونکہ انہوں نے اچانک سر اٹھا کر خوفناک انداز میں پھنکارنا شروع کر دیا تھا اور غار ان سانپوں کی بھیانک پھنکاروں سے بری طرح سے گونجنا شروع ہو گیا۔

عمران نے جیسے ہی دھواں اوپر اٹھتے دیکھا وہ فوراً وہیں رک گیا۔ اس کا پاؤں نیچے موجود ایک کھوپڑی پر تھا جبکہ دوسرا پاؤں اس نے اوپر اٹھا رکھا تھا۔ دھواں اس کے گرد پھیل گیا تھا اور یہ دھواں اس قدر گہرا تھا کہ عمران کو وہاں کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

دھواں چند لمحے عمران اور اس کے ساتھیوں کے گرد چھایا رہا پھر آہستہ آہستہ جیسے ہوا میں تحلیل ہوتا شروع ہو گیا اور چند لمحوں کے بعد عمران کی آنکھوں کے سامنے منظر صاف ہوتا چلا گیا اور یہ دیکھ کر عمران حیران رہ گیا کہ اب وہ اور اس کے ساتھی سرنگ کی بجائے ایک گول کمرے نما جگہ پر موجود تھے۔ کمرہ کسی کنویں جیسا دکھائی دے رہا تھا جو چاروں طرف سے بند تھا۔ اوپر چھت بھی تھی جو کسی گنبد کی طرح اٹھتی دکھائی دے رہی تھی۔ اس گول کمرے میں

سوائے عمران اور اس کے ساتھیوں کے اور کوئی نہیں تھا۔ بلیک پرنسز بھی وہاں دکھائی نہیں دے رہی تھیں۔

”یہ ہم کہاں آ گئے ہیں۔ کون سی جگہ ہے یہ اور وہ جن زادیاں کہاں ہیں“...... عمران نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا اس کے ساتھی بھی حیرت سے چاروں طرف دیکھ رہے تھے البتہ جوزف ایک دیوار کے ساتھ لگا کھڑا تھا اور بے حد سہما ہوا اور پریشان دکھائی دے رہا تھا۔

ان سب کے پیروں کے نیچے سے کھوپڑیاں غائب ہو چکی تھیں اور انہیں ابھی تک اپنے درمیان چوہان کے موجود نہ ہونے کا احساس تک نہیں ہوا تھا۔

”میں تم سے پوچھ رہا ہوں جوزف۔ جواب کیوں نہیں دے رہے تم“...... عمران نے جوزف سے مخاطب ہو کر کہا۔

”ب۔ بب۔ باس۔ چچ۔ چچ۔ چوہان“...... جوزف کے منہ سے لرزتی ہوئی آواز نکلی۔

”چوہان۔ کیا مطلب“...... عمران نے کہا اور پھر اس نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا لیکن ان میں اسے چوہان دکھائی نہیں دیا۔ باقی سب بھی چوہان کے لئے ادھر ادھر دیکھنے لگے۔

”کہاں ہے چوہان“...... عمران نے بری طرح سے اچھلتے ہوئے کہا۔ صفدر، جولیا، تنویر اور کیپٹن شکیل بھی اپنے درمیان چوہان کو نہ پا کر پریشان ہو گئے تھے۔

''بب۔ بب۔ باس وہ۔ وہ چوہان باطلی دنیا کے پہلے مرحلے کا شکار ہو گیا ہے''...... جوزف نے اٹکتے ہوئے لہجے میں کہا۔ پہلے تو عمران حیرت سے اس کی شکل دیکھتا رہا پھر جیسے ہی اسے جوزف کی بات کی سمجھ آئی وہ حقیقتاً اچھل پڑا۔ اس کے ساتھیوں کے بھی رنگ اڑتے دکھائی دیئے۔

''چوہان شکار ہو گیا ہے۔ کیا مطلب۔ چوہان باطلی دنیا کے پہلے مرحلے کا کیسے شکار ہو گیا ہے''...... عمران نے تیز لہجے میں کہا تو جوزف نے اسے چوہان پر سرخ اژدہے کے حملے اور چوہان کے خوف کے بارے میں تفصیل بتا دی۔ چوہان سرخ اژدہے کا شکار ہو گیا تھا اور جوزف اسے بچانے کے لئے کچھ نہیں کر سکا تھا یہ سن کر نہ صرف عمران بلکہ اس کے ساتھی بھی ساکت ہو کر رہ گئے۔

''ویری بیڈ۔ رئیلی ویری بیڈ نیوز۔ چوہان کو ایک سرخ اژدہے نے اٹھا لیا تھا اور ہمیں اس کا پتہ ہی نہیں چلا۔ یہ واقعی بیڈ نیوز ہے۔ ویری بیڈ نیوز''...... صفدر نے تھرتھراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

''اگر چوہان تمہیں گھبرایا ہوا دکھائی دے رہا تھا تو تم نے اس کی مدد کیوں نہیں کی۔ تم اس کے پیچھے تھے نا۔ جب سرخ اژدہے نے چوہان پر حملہ کیا تھا تو تم سرخ اژدہے پر حملہ کر دیتے۔ ہلاک کر دیتے اسے تاکہ وہ چوہان کو ساتھ نہ لے جا سکتا''...... عمران نے جوزف کی جانب غصیلی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''سوری باس۔ چوہان پہلے اطمینان سے آگے بڑھ رہا تھا مجھ

اچانک سرخ اژدہوں کو دیکھ کر وہ خوفزدہ ہو گیا تھا۔ میں اس سے کافی پیچھے تھا۔ جس طرح سے وہ خود کو سرخ اژدہوں سے بچانے کی کوشش کر رہا تھا مجھے لگ رہا تھا کہ وہ اپنی حفاظت کر سکتا ہے پھر زارکا کے کہنے کے مطابق میں اس مرحلے میں بول بھی نہیں سکتا تھا۔ ورنہ میں چوہان کو خوفزدہ ہونے سے منع کر دیتا''...... جوزف نے عمران کا غصہ دیکھ کر سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

''تمہاری آنکھوں کے سامنے چوہان ایک شیطانی طاقت کا شکار بن گیا اور تم دیکھتے رہے۔ مجھے یقین نہیں آ رہا ہے جوزف کہ تم واقعی وہی جوزف ہو جو میری اور میرے ساتھیوں کی شیطانوں سے جان بچانے کے لئے سینہ سپر ہو جاتے ہو اور ہر احتیاط بالائے طاق رکھ کر شیطانی طاقتوں کے سامنے آ جاتے ہو''...... عمران نے اسی طرح نہایت غصیلے لہجے میں کہا اور جوزف نے ہونٹ بھینچتے ہوئے اپنا سر جھکا لیا جیسے اس کے پاس واقعی عمران کی بات کا کوئی جواب نہ ہو۔

''میں یہاں شاہ صاحب کا حکم پر اور تمہارے کہنے پر آیا تھا۔ تم جیسا کہہ رہے تھے میں نے وہی کیا تھا۔ مجھے اپنی پرواہ نہیں ہے لیکن ان شیطانی معاملات میں میرے ساتھیوں کی حفاظت کرنا تمہاری ذمہ داری ہے لیکن تم نے اس بار اپنی ذمہ داری پوری نہیں کی ہے جوزف۔ تم بلیک پرنسز سے اس طرح سے خوفزدہ ہو جیسے اس بار تم میں واقعی ان کا مقابلہ کرنے کی طاقت ہی نہ ہو۔ مجھے

یقین تھا کہ تم ہمارے ساتھ ہو تو ہمیں کوئی آنچ نہیں آنے دو گے۔ مگر۔ ہونہہ۔ تمہاری وجہ سے میں اپنا ایک قیمتی ساتھی کھو چکا ہوں۔ وہ ساتھی جو پاکیشیا سیکرٹ سروس کا اثاثہ تھا''...... عمران نے غصے سے گرجتے ہوئے کہا۔

''سس۔ سس۔ سوری باس۔ مگر میں چوہان کو نہیں بچا سکتا تھا''...... جوزف نے تاسف بھرے لہجے میں کہا۔

''ہونہہ۔ اب تمہارے اس طرح افسوس کرنے سے کیا چوہان واپس آ جائے گا۔ مجھے اس بات پر بھی شدید حیرت ہو رہی ہے کہ چوہان انتہائی ذہین، بہادر اور نڈر انسان تھا۔ وہ اپنے سامنے بڑے سے بڑا خطرہ دیکھ کر نہیں گھبراتا تھا پھر ان اژدھوں کے بارے میں زارکا نے ہمیں پہلے ہی بتا دیا تھا تو چوہان ان سے اس قدر خوفزدہ کیوں ہو گیا تھا اور وہ ایسی حماقتیں کیوں کر رہا تھا کہ سرخ اژدہے نے اسے آسانی سے اپنا شکار کر لیا''...... عمران نے کہا۔ اس بار اس کے لہجے میں حیرت کا عنصر شامل تھا۔

''اس بات پر میں بھی حیران ہوں باس۔ چوہان اس طرح سے ان اژدھوں سے بچنے کی کوشش کر رہا تھا جیسے ان اژدھوں کا اس پر بری طرح سے خوف غالب آ گیا ہو''...... جوزف نے کہا۔

''جو بھی ہے۔ چوہان کے ہلاک ہونے کے تم ذمہ دار ہو۔ تمہیں ہر حال میں اس کی مدد کرنی چاہئے تھی''...... عمران نے جبڑے بھینچتے ہوئے کہا۔

''ہمارا ایک ساتھی ہم سے جدا ہو گیا اور اس کا ہمیں پتہ ہی نہیں چلا''...... جولیا نے غصے اور پریشانی کے عالم میں جبڑے بھینچتے ہوئے کہا۔

''چوہان کی ہلاکت کا سن کر میرا تو دل رک سا گیا ہے۔ وہ اس طرح پہلے ہی مرحلے میں حوصلہ چھوڑ دے گا اور اس آسانی سے شیطانی طاقت کا شکار بن جائے گا واقعی حیرت ہے''...... کیپٹن شکیل نے کہا۔

''ہم پراسرار اور باطلی دنیا میں ہیں۔ یہاں ہمارے سامنے جو کچھ بھی آ رہا ہے وہ ہماری سوچ اور ہمارے خیالوں سے کہیں زیادہ بھیانک اور ناقابلِ یقین ہے۔ زمین کے نیچے سفر کرتے ہوئے ہمیں ایسا لگ رہا ہے جیسے ہم پرانے دور کے کسی طلسم ہوشربا میں داخل ہو گئے ہوں اور ہم ان طلسمات کو سر کرنے نکلے ہوں''۔ صفدر نے کہا۔ اس کا چہرہ بھی چوہان کی ہلاکت کا سن کر اترا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔

''اب کیا کیا جا سکتا ہے۔ عمران نے کہا ہے نا کہ چوہان کی ہلاکت کا ذمہ دار جوزف ہے۔ جوزف، چوہان کے پیچھے تھا اسے چاہئے تھا کہ جب اژدہے نے چوہان پر حملہ کیا تھا تو یہ اس اژدہے پر چھلانگ لگا کر اسے سوراخ میں واپس جانے سے روک لیتا اور اس کے ٹکڑے کر کے اس کے منہ سے چوہان کو بچا لیتا''...... تنویر نے کہا۔ جوزف خاموشی سے ان کی باتیں سن رہا تھا

اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ انہیں کیا جواب دے۔ اگر وہ
زارکا کی بات نہ مانتا تب بھی اس کے ساتھی مشکل میں آ سکتے تھے
اور اب جبکہ اس نے زارکا کے کہنے پر عمل کیا تھا تب بھی ان سے
ان کا ایک ساتھی الگ ہو گیا تھا جس کی ہلاکت کا اسے ذمہ دار
ٹھہرایا جا رہا تھا۔

''اب وہ پانچوں بدبخت بلیک پرنسز کہاں ہیں''...... عمران
نے غصیلے لہجے میں کہا۔ اس سے پہلے کہ جوزف کوئی جواب دیتا اسی
لمحے وہاں پانچوں جن زادیاں نمودار ہو گئیں۔

''تم سب نے ہمارے ساتھ باطلی دنیا کا پہلا مرحلہ مکمل کر لیا
ہے جس کے تم سب مبارک کے حق دار ہو''...... زارکا نے عمران
سے مخاطب ہو کر سپاٹ لہجے میں کہا۔

''ہونہہ۔ تمہاری وجہ سے ہمارا ایک ساتھی موت کا شکار ہو گیا
ہے زارکا۔ میں تمہاری بات مان کر تمہاری مدد کرنے آیا ہوں اور
اپنے ساتھ ان سب کو بھی لے آیا ہوں جنہیں تم نے منتخب کیا تھا۔
میرے ساتھ ساتھ ان کی حفاظت کی تمہاری بھی ذمہ داری تھی لیکن
تم اور تمہاری بہنیں مسلسل آگے بڑھتی جا رہی تھیں۔ تم میں سے کسی
نے ایک بار بھی پلٹ کر نہیں دیکھا تھا کہ ہم میں سے کون تمہارے
پیچھے آ رہا ہے اور کون مصیبت میں ہے''...... عمران نے زارکا کی
طرف غصیلی نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

''یہ باطلی دنیا ہے۔ باطلی دنیا کے اس راستے کے پانچ حصے

ہیں جو کٹھن ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی دشوار گزار ہیں۔ ان
راستوں سے بچنے کے جو طریقے ہیں میں تمہیں ان سے آگاہ کرتی
رہوں گی۔ اگر میں تمہیں پہلے نہ بتاتی تو تم اور تمہارے ساتھی
کھوپڑیوں پر چلتے ہوئے یہاں تک کبھی نہیں پہنچ سکتے تھے۔ ہماری
وجہ سے تم محفوظ ہو اور ہماری ہی وجہ سے تم نے باطلی دنیا کا ایک
خطرناک اور جان لیوا راستہ پار کیا ہے۔ رہی بات تمہارے ایک
ساتھی کے ہلاک ہونے کی تو سن لو۔ اس راستے کے پانچوں حصوں
میں موت چھپی ہوئی ہے جس کا کبھی بھی اور کوئی بھی شکار بن سکتا
ہے۔ ہم لاکھ احتیاط کر لیں مگر ان راستوں کے ہر حصے میں تم میں
سے کسی ایک کا ہلاک ہونا لازمی ہے۔ ان موت کے راستوں کے
منہ کھلے ہوئے ہیں جو اسی صورت میں بند ہوں گے جب تم میں
سے کوئی ایک اپنی زندگی کی بھینٹ دے گا۔ تمہارے اسی ساتھی کی
بھینٹ کی وجہ سے پہلے راستے کا اختتام ہوا تھا ورنہ ہم برسوں تک
بھی کھوپڑیوں پر سفر کرتے رہتے تو اس جگہ نہیں پہنچ سکتے تھے جہاں
اس وقت ہم موجود ہیں''...... زارکا نے غراتے ہوئے کہا اور اس کی
بات سن کر عمران بری طرح سے بھڑک اٹھا۔

''تمہارا مطلب ہے اگلے راستوں پر بھی میرے ساتھیوں کی
بھینٹ لی جائے گی''...... عمران نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

''ہاں۔ انہیں صرف بھینٹ کے لئے ساتھ لایا گیا ہے۔
ورنہ میں تمہیں ان سب کو ساتھ لانے کے لئے کبھی نہ کہتی''۔

زارکا نے کہا اور عمران غرا کر رہ گیا۔

"اس بارے میں تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا تھا زارکا۔ یہ میرے ساتھی ہیں یہ بھیڑ بکریاں نہیں ہیں جنہیں تم بھینٹ کے طور پر استعمال کرنا چاہتی ہو"...... عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔ زارکا کی باتیں سن کر ان سب کے چہرے ست گئے تھے اور وہ ایک دوسرے کی طرف پریشان نظروں سے دیکھنا شروع ہو گئے تھے۔

"اگر تمہیں یہ سب باتیں میں پہلے بتا دیتی تو تم انہیں کبھی ساتھ نہ لاتے۔ میں تمہیں تو اپنے ساتھ آنے کے لئے مجبور کر سکتی تھی لیکن اس بات کے لئے مجبور نہیں کر سکتی تھی کہ تم انہیں بھینٹ دینے کے لئے اپنے ساتھ لاؤ"...... زارکا نے کہا۔

"تم بہت غلط کر رہی ہو زارکا۔ تمہیں اس سب کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا"...... عمران نے اسی انداز میں کہا۔

"دیکھا جائے گا۔ اب چلو۔ ہم دوسرے مرحلے میں داخل ہو رہے ہیں۔ یہ مرحلہ پہلے مرحلے سے کہیں زیادہ خطرناک اور سخت ہو سکتا ہے"...... زارکا نے کہا۔

"نہیں۔ میں اب اس وقت تک آگے نہیں جاؤں گا جب تک تم مجھے اس بات کی ضمانت نہیں دو گی کہ میرے باقی ساتھیوں کو اب بھینٹ کے طور پر استعمال نہیں کیا جائے گا"...... عمران نے غصے سے کہا۔

"میں تمہیں اس کی کوئی ضمانت نہیں دے سکتی"...... زارکا نے

اسی طرح سے غراتے ہوئے کہا۔

"تب پھر تم ہمیں آگے نہیں لے جا سکو گی"...... عمران نے بھی اسی کے انداز میں غرا کر جواب دیا۔

"آگے تو اب تمہیں جانا ہی پڑے گا۔ تم باطلی دنیا میں ہو۔ یہاں تمہاری نہیں ہماری مرضی چلے گی۔ صرف ہماری"...... زارکا نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔ ساتھ ہی وہ الٹے قدموں چلتی ہوئی پیچھے ہٹتی چلی گئی جہاں اس کی چار بہنیں کھڑی تھیں۔ اپنی بہنوں کے نزدیک جاتے ہی وہ رکی اور پھر اس سے پہلے کہ عمران کچھ کہتا اچانک ان پانچوں نے اپنے دائیں پیر اٹھا کر زور سے زمین پر مار دیئے۔ جیسے ہی انہوں نے پاؤں زمین پر مارے اسی لمحے اچانک عمران کو ایک زور دار جھٹکا لگا۔ عمران کو یوں محسوس ہوا جسے اچانک اس کے پیروں کے نیچے سے زمین نکل گئی ہو۔ دوسرے لمحے وہ جیسے کسی اندھی اور انتہائی گہری کھائی میں گرتا چلا گیا۔

نیچے گرتے ہوئے اسے اپنے ساتھیوں کی تیز چیخیں سنائی دیں۔ عمران نیچے گرتا ہوا بری طرح سے ہاتھ پاؤں مار رہا تھا مگر وہاں بھلا اس کے ہاتھ کیا آ سکتا تھا۔ اندھی اور گہری کھائی میں گرتے ہوئے اس کے دماغ میں بھی اندھیرا بھر گیا تھا۔ اس نے خود کو سنبھالنے اور دماغ میں چھانے والا اندھیرا دور کرنے کی بے حد کوشش کی مگر لا حاصل۔ اس کا دماغ اندھیرے میں ڈوبتا چلا گیا۔

پھر جس طرح سے دور اندھیرے میں کوئی جگنو سا چمکتا ہے

بالکل اسی طرح سے روشنی کا ایک نقطہ سا چمکا اور پھر وہ نقطہ تیزی سے پھیلتا چلا گیا۔ ہوش میں آتے ہی اسے یوں محسوس ہوا جیسے وہ کسی گیلی اور گدلی سی جگہ پر پڑا ہوا ہو۔ اس نے آنکھیں کھولیں اور ادھر ادھر دیکھنے لگا اور پھر وہ خود کو ایک نئی جگہ پر دیکھ کر ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔

یہ زمین کا نچلا حصہ تھا جہاں اس کے چاروں طرف قدرتی طور پر مٹی اور پتھروں کے بنے ہوئے ستون ہی ستون دکھائی دے رہے تھے۔ ہر طرف بڑے بڑے سوراخ اور بڑے بڑے رخنے دکھائی دے رہے تھے۔ اوپر بڑی بڑی اور نوکیلی چٹانیں لٹکتی ہوئی دکھائی دے رہی تھیں جیسے وہ ابھی نیچے آ گریں گی۔ وہاں ہر طرف اندھیرا تھا لیکن ٹیلی نائٹ ویو لینز کی وجہ سے عمران وہاں دن کی روشنی جیسا دیکھ سکتا تھا۔ جس جگہ عمران پڑا ہوا تھا وہ ٹھوس زمین تھی لیکن گیلی تھی۔ اردگرد موجود چٹانوں کی درزوں سے پانی رس رہا تھا جو دور دور تک پھیلا ہوا تھا۔

عمران کے باقی ساتھی بھی اس کے اردگرد ہی پڑے تھے۔ وہ سب ساکت تھے۔ ان کی آنکھیں بند تھیں جیسے وہ بے ہوش ہوں۔ عمران چند لمحے لیٹے وہاں کا ماحول دیکھتا رہا پھر وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اسے وہاں صرف اپنے ساتھی ہی دکھائی دے رہے تھے۔ بلیک پرنسز وہاں موجود نہیں تھیں۔

عمران ابھی ادھر ادھر دیکھ ہی رہا تھا کہ اچانک زمین میں اسے

تیز دھمک کی آواز سنائی دی۔ دھمک کی آواز ایسی تھی جیسے دور کہیں کوئی بہت بڑی چٹان نیچے گری ہو۔ یہ آواز سن کر عمران فوراً اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ کچھ فاصلے پر جوزف پڑا ہوا تھا۔ عمران اس کی طرف بڑھا ہی تھا کہ اسی لمحے اسے جوزف کے جسم میں حرکت دکھائی دی۔ اسے حرکت کرتا دیکھ کر عمران وہیں رک گیا۔

”جوزف“...... عمران نے اونچی آواز میں کہا اور پھر اسے ہر طرف سے بازگشت کی طرح جوزف جوزف کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ جسے سن کر عمران نے ہونٹ بھینچ لئے۔ چند ہی لمحوں میں جوزف ہوش میں آ گیا اور خود کو نئی جگہ پر دیکھ کر وہ فوراً اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

”یہ کون سی جگہ ہے جوزف۔ ایسی جگہیں تو زمین کی انتہائی گہرائی میں ہوتی ہیں۔ کیا ہم زمین کے نچلے حصے میں پہنچ گئے ہیں“...... عمران نے جوزف سے مخاطب ہو کر کہا۔

”یس باس۔ یہ زمین کا دوسرا طبق ہے۔ ہم زمین کے دوسرے طبق میں موجود ہیں“...... جوزف نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے پریشان لہجے میں کہا۔

”اور یہ بلیک پرنسز کہاں غائب ہو گئی ہیں“...... عمران نے کہا۔

”ہم یہیں ہیں“...... اچانک زارکا کی آواز سنائی دی تو عمران نے چونک کر دائیں طرف دیکھا تو اسے ایک ستون کے پیچھے سے

زارکا نکل کر اپنی طرف آتی دکھائی دی۔ اس کے سامنے آتے ہی دوسرے ستونوں کے پیچھے سے اس کی باقی بہنیں بھی نکل آئیں۔ اس سے پہلے کہ عمران اس سے کوئی بات کرتا اسی لمحے اسے جولیا کی کراہ سنائی دی۔ عمران نے چونک کر دیکھا تو جولیا کا جسم حرکت کر رہا تھا شاید اسے ہوش آ رہا تھا۔ کچھ ہی دیر میں جولیا اٹھ کر بیٹھ گئی اور پھر چند لمحوں کے وقفوں کے بعد باقی سب کو بھی ہوش آ گیا اور وہ حیرت زدہ نظروں سے اردگرد کا ماحول دیکھنے لگے۔

''یہ کون سی جگہ ہے اور تم ہمیں یہاں کیوں لائی ہو''...... عمران نے زارکا سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

''تمہارے سیاہ فام غلام نے تمہیں بتایا تو ہے یہ زمین کا دوسرا طبق ہے اور یہ باطلی دنیا کا دوسرا راستہ ہے''...... زارکا نے کہا۔

''پہلے راستے پر تو تم نے ہمیں انسانی کھوپڑیوں پر سفر کرایا تھا۔ اب یہاں کیا ہے۔ کیا یہاں بھی ہمیں کوئی انوکھا سفر کرنا ہو گا''...... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ یہاں بھی تم نئے انداز میں آگے بڑھو گے۔ پہلے راستے پر تم نے جو انسانی کھوپڑیاں اور ہڈیاں دیکھی تھیں وہ اقارم کے باغی تھے جنہیں ایک جگہ جمع کر کے ہلاک کیا گیا تھا''۔ زارکا نے کہا تو عمران چونک پڑا۔

''اقارم کے باغی۔ کیا مطلب اور ان مرنے والوں کی تعداد کتنی تھی''...... عمران نے پوچھا۔

''مرنے والوں کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ تھی جو اقارم کا حکم نہیں مانتے تھے انہیں اسی جگہ لا کر ہلاک کر دیا جاتا تھا اور ان کی ہڈیاں اور کھوپڑیاں الگ الگ کر دی جاتی تھیں''...... زارکا نے جواب دیا۔

''اقارم شیطانی دنیا کا نمائندہ ہے لیکن اس کا مصر سے کیا تعلق ہے اور تم ہمیں جن کھنڈرات سے نکال کر لائی تھی وہ بھی مصر کی قدیم تاریخ کا حصہ تھا اور وہاں فرعونوں کے دور کی باقیات موجود تھیں کیا اقارم کا تعلق بھی فرعونوں کی نسل سے ہے''...... عمران نے کہا۔

''ہاں۔ اقارم فرعونوں کی نسل سے ہی تعلق رکھتا ہے۔ اس کا اصل نام تاتاخ ہے جسے شیطان نے اقارم کا نام دیا ہے جسے قدیم مصری زبان میں وقت کا شہنشاہ کہا جاتا ہے''...... زارکا نے کہا۔

''اوہ۔ تو تم ہمارے ذریعے ایک فرعون کو زندہ کرنے کے لئے لے جا رہی ہو۔ اسی لئے تم خود کو اس کی کنیزیں یا شہزادیاں کہتی ہو''...... عمران نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ ہم تاتاخ کے دربار کی خاص کنیزیں تھیں۔ ہمارے علاوہ خلوت میں تاتاخ کے پاس جانے کی کسی کو اجازت نہیں تھی۔ سارے دربار میں ہم شہزادیاں مشہور تھیں''...... زارکا نے جواب دیا۔

''تو کیا اس فرعون نے اس حد تک ساحرانہ طاقتوں میں عروج

حاصل کر لیا تھا کہ اسے روکنے اور ہلاک کرنے کے لئے ایک ساتھ انسانی اور جناتی طاقتوں کو حرکت میں آنا پڑا تھا“...... عمران نے کہا۔

”ہاں ایسا ہی ہے۔ تاناخ فرعون کی اپنی ساحرانہ دنیا تھی و اپنے وقت کا بہت بڑا ساحر مانا جاتا تھا۔ اس نے شیطان کی بہت پوجا کی تھی جس کی وجہ سے شیطان نے اسے اپنے نائب کا درجہ دے دیا تھا۔ اگر روحانی دنیا کے انسان اور جنات، اقارم کے خلاف ایک ساتھ حرکت میں نہ آتے تو اقارم اب تک زندہ ہوتا اور ہر طرف اسی کا راج ہوتا۔ روحانی دنیا کے ان انسانوں اور جنات نے اقارم کو ہلاک کرنے کی کوشش کی تھی لیکن اقارم نے خود کو ہلاک ہونے سے بچانے کے لئے پتھر کے مجسمے میں تبدیل کر لیا تھا اور خود پر گہری نیند مسلط کر لی تھی جس کی وجہ سے روحانی دنیا کے انسان اور جنات اسے ہلاک نہیں کر سکے تھے۔ ان کے ہاتھ آقا کا مجسمہ لگا تھا جسے انہوں نے اٹھا کر ایک پہاڑ کے نیچے دفن کر دیا تھا۔ آقا نے چونکہ خود کو مجسمہ بنایا تھا اور خود پر گہری نیند طاری کر لی تھی اس لئے وہ خود کو ان انسانوں اور جنات سے نہیں بچا سکے تھے جنہوں نے ان کا مجسمہ پہاڑ کے نیچے دفنایا تھا۔ مجسمہ بننے کی وجہ سے بھی آقا کی طاقتوں میں نمایاں کمی آ گئی تھی۔ روحانی دنیا کے انسان اور جنات چونکہ تاناخ کو ہلاک نہیں کر سکے تھے اس لئے انہوں نے پہاڑ کے گرد حصار باندھ دیا تھا تاکہ آقا کی نیند

صدیوں پر محیط ہو جائے اور کوئی انہیں اس پہاڑ کے نیچے سے نکال کر جگانے کی کوشش نہ کر سکے۔ روحانی دنیا کے انسان آقا کو پہاڑ کے نیچے دفن کرنے کے بعد دو الگ الگ راستوں سے نکلتے تھے۔ ایک راستے سے انسان باہر گئے تھے اور دوسرے راستے سے جنات۔ وہ ان راستوں کو ہمیشہ کے لئے بند کرنا چاہتے تھے لیکن اس کے لئے انہیں کچھ چیزوں کی ضرورت تھی اس لئے وہ فوری طور پر دونوں راستے بند نہیں کر سکے تھے۔ جب تک وہ واپس آ کر ان راستوں کو ہمیشہ کے لئے بند کرتے اس وقت تک شیطان کو آقا اقارم کی تدفین کا علم ہو چکا تھا اس لئے شیطان نے فوری طور پر ان راستوں پر قبضہ کرنے کے لئے شیطانی طاقتیں بھیج دیں اور ان شیطانی طاقتوں نے ان دونوں راستوں پر قبضہ جما لیا“...... زارکا نے کہا اور پھر وہ عمران کو وہی سب کچھ بتانے لگی جو زامبا نے ڈاکٹر کرسٹائن کو بتایا تھا کہ کس طرح ان شیطانی طاقتوں کو قید کر دیا گیا تھا۔

”ہم جس راستے پر سفر کر رہے ہیں۔ ان راستوں سے روحانی دنیا کے جنات گزر کر گئے تھے اس لئے یہاں جناتی شیطانی طاقتوں نے قبضہ کیا تھا اور دوسرے راستے پر انسانی شیطانی طاقتوں کا قبضہ ہوا تھا جس کی وجہ سے یہ راستہ دوسرے راستے سے کہیں زیادہ سخت اور خطرناک ہے۔ ان راستوں پر قدم قدم پر موت ہے اور تمہیں یہاں سے اس موت سے لڑتے ہوئے گزرنا ہے۔ موت کی اس

لڑائی میں ہم تمہارے ساتھ ہیں لیکن اس کے باوجود بھی تم اگلے راستے پر صرف اسی صورت میں پہنچ سکتے ہو جب تم میں سے ایک آدمی ہلاک ہو جائے یا دوسرے لفظوں میں یہاں چھپی ہوئی شیطانی جناتی طاقتوں کی بھینٹ چڑھ جائے''...... زارکا نے مزید بتاتے ہوئے کہا۔

''کیا یہ ضروری ہے کہ ہر راستے پر انسانی بھینٹ دی جائے''۔ عمران نے جبڑے بھینچتے ہوئے کہا۔

''میں اس سلسلے میں تم سے مزید بات نہیں کروں گی۔ آگے کیا ہو گا وہ جلد ہی تمہارے سامنے آ جائے گا بہرحال میں تمہیں دوسرے راستے کے خطرات سے آگاہ کر دیتی ہوں۔ ہم یہاں سے شمالی راستے کی طرف سفر کریں گے۔ آگے سارا علاقہ دلدلی ہے اور یہاں جتنی بھی دلدلیں ہیں ان سب میں موت چھپی ہوئی ہے۔ اگر تم میں سے کوئی بھی دلدل میں گر گیا تو وہ کبھی اس دلدل سے باہر نہیں آ سکے گا۔ اس لئے تمہیں انتہائی احتیاط کے ساتھ آگے بڑھنا ہو گا۔ ہم ان دلدلوں سے بچانے کے لئے دلدلوں کے اوپر ایک رسی باندھ دیں گے۔ تم سب کو اس رسی کے ذریعے ہی دلدل کے اوپر سے گزرنا ہو گا۔ بندھی ہوئی رسی سے تمہیں کم از کم ایک سو دلدلوں کے اوپر سے گزرنا ہو گا جن میں سے کچھ دلدلیں بے حد طویل ہیں اور کچھ چھوٹی۔ ہم جو رسی ان دلدلوں کے اوپر باندھیں گی وہ دلدلوں سے دس فٹ اونچی ہو گی۔ تم اس رسی سے لٹک کر

آگے بڑھو یا اس پر چل کر یہ تمہاری اپنی مرضی ہے۔ اور یہ بھی یاد رکھنا کہ ان دلدلوں سے کچھ پنجے نکل کر تمہیں دبوچ کر دلدل میں گرانے کی کوشش کریں گے۔ جیسے ہی تمہیں دلدل سے کوئی پنجہ نکلتا دکھائی دے تم وہیں رک جانا۔ جب تک پنجہ دلدل سے باہر رہے گا تم میں سے کوئی آگے نہیں بڑھے گا۔ جب پنجہ واپس دلدل میں چلا جائے گا تو تم آگے بڑھ سکتے ہو''...... زارکا نے انہیں اگلے مرحلے کی تفصیل سے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔

''میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔ ہم اس وقت ایک فرعون، مطلب شیطان کی مدد کرنے جا رہے ہیں اور تم بتا رہی ہو کہ ان پانچ راستوں پر شیطانی طاقتیں موجود ہیں۔ اگر یہ سب شیطانی طاقتیں ہیں تو وہ ہمارے راستے میں مشکلیں کیوں ڈال رہی ہیں۔ انہیں تو چاہئے کہ وہ ہمارے لئے آسانیاں پیدا کریں تاکہ ہم آسانی سے اس پہاڑ تک پہنچ جائیں جہاں اقارم کا مدفن ہے۔ کیا یہ شیطانی طاقتیں نہیں چاہتی ہیں کہ اقارم یا تاتاخ پھر سے زندہ ہو''...... عمران نے کہا۔

''اقارم کے دوبارہ جاگنے سے شیطانی قوتوں کو بھی بہت فائدہ ہو گا۔ اقارم ان شیطانی طاقتوں کو اور زیادہ طاقتور اور فعال بنا سکتا ہے اور تمام شیطانی طاقتیں اقارم کے جاگنے کی منتظر ہیں تاکہ وہ اور زیادہ طاقتور اور فعال ہو سکیں۔ اس لئے ان سے زیادہ اور کسے خوشی مل سکتی ہے''...... زارکا نے کہا۔

"تو پھر وہ ہمیں نقصان کیوں پہنچا رہی ہیں اور ہماری بھینٹ کیوں لے رہی ہیں"...... عمران نے منہ بنا کر کہا۔

"تم انسان ہو اور تمہارا تعلق روحانی دنیا کے نمائندوں سے ہے۔ یہاں موجود تمام شیطانی طاقتیں صدیوں سے قید ہیں جس کی وجہ سے ان کی سوچنے سمجھنے اور بولنے اور سننے کی طاقتیں مفقود ہو چکی ہیں۔ ان کی نظر میں تم آقا کو نقصان پہنچانے کے ارادے سے آگے بڑھ رہے ہو اس لئے وہ تمہیں آگے جانے سے روک رہی ہیں۔ ہم انہیں جس حد تک سمجھا سکتی ہیں سمجھا رہی ہیں لیکن اس کے باوجود وہ اسی حد تک سمجھتی ہیں جتنی ان میں سمجھ باقی ہے"۔ زارکا نے کہا۔

"مطلب وہ تمہاری باتیں نہیں مانتی ہیں"...... عمران نے کہا۔

"ایسا ہی سمجھ لو لیکن ہم تمہیں یہاں سے کیسے بچا کر گزار سکتی ہیں اس سے ہم بخوبی واقف ہیں۔ یہ سمجھ لو کہ تم میں سے کسی ایک کی بھینٹ ان اندھی، گونگی اور بہری شیطانی طاقتوں کو دھوکہ دینے کے لئے ہے"...... زارکا نے کہا۔

"دھوکا دینے کے لئے۔ میں سمجھا نہیں"...... عمران نے کہا۔

"تمہارے ایک ساتھی کی بھینٹ انہیں الجھا دے گی اور وہ یہ جاننے میں مصروف ہو جائیں گی کہ تمہارا تعلق شیطانی دنیا سے ہے یا پھر روحانی دنیا سے۔ جب تک انہیں اس بات کا پتہ چلے گا تم ایک مرحلے سے نکل کر دوسرے مرحلے میں داخل ہو چکے ہو

گے"...... زارکا نے کہا تو عمران ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔ اسے اس بات نے پریشان کر دیا تھا کہ اس مرحلے میں اور اس سے آگے آنے والے مرحلوں میں اس کے ساتھی اپنی جانوں سے ہاتھ دھو سکتے ہیں۔

"کیا تم ایسا کچھ نہیں کر سکتی کہ میرا مزید کوئی ساتھی ان شیطانی طاقتوں کی بھینٹ نہ چڑھے اور ہم سب اقارم کے مدفن تک پہنچ جائیں"...... عمران نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد کہا۔

"ہم کوشش کریں گی کہ ایسا ہی ہو"...... زارکا نے کہا۔

"صرف کوشش"...... عمران نے کہا۔

"ہاں۔ اس سے زیادہ ہم کچھ نہیں کر سکتی ہیں"...... زارکا نے صاف جواب دیتے ہوئے کہا تو عمران بے چارگی کے عالم میں اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھنے لگا۔ اس نے جوزف کی طرف دیکھا تو اس کے چہرے پر بھی پریشانی اور مایوسی سی دکھائی دے رہی تھی۔

"اگر ہم تمہارے ساتھ آگے بڑھنے سے انکار کر دیں تو"۔ عمران نے پھر چند لمحے خاموش رہنے کے بعد کہا۔

"اب ایسا نہیں ہو سکتا۔ اگر تم نے ہماری بات نہ مانی اور یہیں رکے رہے تو تم سب کے لئے حالات اور سخت ہو جائیں گے۔ ہم یہاں سے چلی جائیں گی اور ہمارے جاتے ہی یہاں تم سانس نہیں لے سکو گے۔ تمہارا زمین کی اس قدر گہرائی میں دم نہ گھٹنے اور تم آسانی سے سانس لے سکو اسی لئے بھی ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ اور

اگر تم سمجھ رہے ہو کہ تم نے آنکھوں پر جو شیشے لگا رکھے ہیں ان کی وجہ سے اس تاریکی میں دیکھ رہے ہو تو یہ تمہاری بھول ہے۔ یہاں اس قدر تاریکی ہے کہ تمہارے یہ سائنسی شیشے بھی ناکارہ ہو سکتے ہیں اور تم گھپ اندھیرے میں گم ہو سکتے ہو۔ اس لئے یہ حماقت نہ کرنا کہ ہم تم سب کو یقینی موت کے حوالے کر کے چلی جائیں"۔ زارکا نے کہا تو عمران نے سختی سے ہونٹ بھینچ لئے۔ یہ سب باتیں زارکا اور جوزف نے عمران کو پہلے نہیں بتائی تھیں۔ عمران کو زارکا کی بجائے جوزف پر غصہ آ رہا تھا جس نے اسے ان سب خوفناک حالات سے بے خبر رکھا تھا۔ اگر ان سب باتوں کا اسے پہلے علم ہوتا تو وہ کبھی اپنے ساتھیوں کو اس طرح مرنے کے لئے اپنے ساتھ نہ لاتا چاہے زارکا اسے خوفناک سے خوفناک حالات کا شکار کیوں نہ بنا لیتی یا اسے شدید اذیتوں سے ہی کیوں نہ دوچار کرتی۔

"ٹھیک ہے چلو۔ کہاں ہے وہ دلدلیں جن کے اوپر سے ہمیں گزرنا ہے"...... عمران نے جوزف کے چہرے پر تاسف اور پریشانی کے تاثرات دیکھتے ہوئے کہا۔

دائیں طرف چلو۔ یہ شمالی حصہ ہے"...... زارکا نے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر وہ اور اس کے ساتھی اس طرف بڑھ گئے جس طرف زارکا نے انہیں جانے کا کہا تھا۔ زارکا اور اس کی بہنیں اس بار بھی عمران اور اس کے ساتھیوں کے آگے آ گئی تھیں اور وہ بڑے اطمینان بھرے انداز میں آگے بڑھتی جا رہی تھیں۔

عمران اور زارکا کی باتیں سن کر شیروں اور خونخوار درندوں کا سامنا کرنے والے ممبران بھی خوفزدہ اور پریشان دکھائی دے رہے تھے یہی وجہ تھی کہ وہ خاموش تھے اور انہوں نے اب تک کوئی بات نہیں کی تھی۔ ان کے چہروں پر شاید پہلی بار موت کا خوف نمایاں تھا۔

زارکا اور اس کی جن زاد بہنیں ان سب کو ستونوں اور اوپر لٹکتی ہوئی خطرناک چٹانوں کے نیچے سے گزارتی ہوئی آگے لے جا رہی تھیں۔ پھر وہ ایک بڑی چٹان کے پاس آ کر رک گئیں۔ عمران نے دیکھا چٹان کی دوسری طرف زمین ابلتی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔ وہاں دلدلیں ہی دلدلیں تھیں جن سے بلبلے اور بھاپ نکل رہی تھی جیسے وہ گرم دلدلیں ہوں۔ ان دلدلوں کے اوپر ایک موٹی رسی تنی ہوئی تھی جس کا ایک سرا ایک طرف موجود ایک بڑی چٹان کے گرد بندھا ہوا تھا۔ رسی دوسری طرف دور تک جاتی دکھائی دے رہی تھی جس کا دوسرا سرا کہیں دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

عمران اور اس کے ساتھ جس چٹان پر کھڑے تھے رسی ان سے زیادہ اونچائی پر نہیں تھی اور وہ ہاتھ اٹھا کر اسے آسانی سے پکڑ سکتے تھے۔ دلدلیں چٹان کے نیچے اور تنی ہوئی رسی سے واقعی دس فٹ نیچے تھیں۔

"ہم رسی پر اتنا طویل سفر کیسے کریں گے"...... جولیا نے پریشان لہجے میں کہا۔

”سفر تو اب ہمیں کرنا ہی پڑے گا۔ آگے بڑھیں تب بھی موت ہے اور یہیں رکے رہیں تب بھی۔ اگر ہماری قسمت میں مرنا ہی لکھا ہے تو کیوں نہ جان بچانے کی کوشش کرتے ہوئے مرا جائے۔ اگر مجھے شاہ صاحب نے حکم نہ دیا ہوتا اور زارکا نے پاکیشیا کے اہم ترین رازوں والی فائل نہ چوری کی ہوتی تو میں کم از کم تم میں سے کسی کو بے موت مرنے کے لئے یہاں نہ لاتا“...... عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

”ہمیں مرنے کا کوئی افسوس نہیں ہو گا عمران صاحب۔ ہم تو اس بات سے پریشان ہیں کہ اگر ایک ایک کر کے ہم اسی طرح سے مرتے رہے جس طرح سے چوہان ہلاک ہوا ہے تو پھر اس فائل کا کیا ہو گا جو اقارم کے مدفن میں موجود ہے اور ہم اقارم کو اس کے انجام تک کیسے پہنچائیں گے“...... صفدر نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

”دیکھتے ہیں کیا ہوتا ہے۔ فی الحال تو ہمارا ان خطرناک اور دشوار گزار راستوں کا سفر ہی موت کا سفر بنا ہوا ہے“...... عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

”باس۔ میں کچھ کہوں“...... اچانک جوزف نے کہا جو اب تک خاموش تھا۔

”بولو۔ تم بھی بولو۔ یہاں تمہیں بولنے سے میں کیسے روک سکتا ہوں“...... عمران نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

”باس۔ میں آپ سے صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ آپ شاہ صاحب کی باتوں پر دھیان دیں۔ انہوں نے آپ کو جو حکم دیا ہے اس پر عمل کریں۔ جو ہو رہا ہے اسے ہونے دیں کیونکہ ہر کام میں کوئی نہ کوئی مصلحت ضرور ہوتی ہے“...... جوزف نے کہا۔

”شاہ صاحب کے حکم پر ہی تو عمل کر رہا ہوں اور میں کیا کر رہا ہوں“...... عمران نے کہا۔

”تو پھر چلیں۔ پہلے آپ رسی سے آگے جائیں پھر میں آتا ہوں“...... جوزف نے کہا۔ زارکا اور اس کی بہنیں ایک طرف خاموش کھڑی تھیں وہ خاموشی سے ان کی طرف دیکھ رہی تھیں جیسے یہ انتظار کر رہی ہوں کہ یہ کب آگے بڑھنے کے لئے رسیوں پر سفر کرنا شروع کرتے ہیں۔

عمران چند لمحے غور سے جوزف کی طرف دیکھتا رہا۔ اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے جوزف باتوں باتوں میں اسے کوئی خاص بات بتانا چاہتا ہو۔ لیکن جوزف کے چہرے اور اس کی آنکھوں میں اسے ایسا کوئی تاثر دکھائی نہیں دے رہا تھا جس کی وجہ سے عمران الجھ سا گیا تھا اس نے آنکھوں ہی آنکھوں میں جوزف سے پوچھنا چاہا کہ وہ اسے کیا بتانا یا کیا سمجھانا چاہتا ہے لیکن جوزف نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس کے چہرے پر سپاٹ پن تھا۔

”ٹھیک ہے۔ چلو“...... عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔ اس نے اپنے تھیلے سے ایک رسی نکال لی۔ رسی کافی

Downloaded from https://paksociety.com

مضبوط تھی۔ عمران نے رسی اوپر لٹکتی ہوئی رسی پر ڈالی اور اس کے دونوں سرے ملا کر پکڑ لئے۔ پھر وہ دن دونوں سروں کو گانٹھ لگا کر جوڑنے لگا اور پھر اس نے ان سروں کو رسی کے درمیان سے گزار کر ایک پھندہ سا بنایا اور وہ پھندہ اپنے سر سے گزار کر اپنی کمر تک لے آیا اور پھر وہ پھندے کو مخصوص انداز میں اپنی کمر پر باندھنا شروع ہو گیا۔

”تم سب بھی اسی طرح اپنے جسموں پر رسی باندھ لو۔ اگر تھک کر تم میں سے کسی کے ہاتھ لٹکتی ہوئی رسی سے چھوٹ بھی جائیں تو وہ نیچے دلدل میں نہیں گرے گا بلکہ وہ اس رسی کے ساتھ لٹک جائے گا“...... عمران نے کہا تو ان سب نے اثبات میں سر ہلا کر اپنے بیگ کاندھوں سے اتار کر ان سے رسیاں نکالنا شروع کر دیں۔ عمران نے انہیں رسیاں نکالتے دیکھا تو اس نے ہاتھ بڑھا کر تنی ہوئی رسی پکڑ لی۔ رسی پکڑ کر اس نے اپنا نچلا دھڑ اوپر اٹھایا اور اس نے دونوں ٹانگیں اٹھا کر رسی کے اگلے حصے میں پھنسا لیں۔ پھر وہ ہاتھوں اور پیروں کو مخصوص انداز میں حرکت دیتا ہوا آگے پھسلتا چلا گیا اس کے ساتھ ساتھ گھومتی ہوئی گول رسی بھی آگے بڑھ رہی تھی۔ وہ تھوڑا سا آگے گیا تو جوزف آگے بڑھا اور اس نے بھی عمران کے انداز میں تنی ہوئی رسی میں ایک رسی ڈالی اور سے اپنے جسم سے مخصوص انداز میں باندھنے لگا اور پھر اس نے بھی تنی ہوئی رسی پکڑ کر اپنا نچلا دھڑ اوپر اٹھا کر دونوں پیر رسی پر

رکھے اور آگے بڑھنا شروع ہو گیا۔

ان دونوں کو آگے بڑھتا دیکھ کر جولیا نے بھی ایک طویل سانس لی اور پھر اس نے بھی رسی پکڑ لی خود کو مخصوص انداز میں رسی سے باندھ لیا اور تنی ہوئی رسی سے ان کے پیچھے بڑھنے لگی۔ کچھ ہی دیر میں وہ سب رسی پر لٹکے ہاتھوں اور پیروں کے بل کھسکتے ہوئے آگے بڑھے جا رہے تھے۔ ان کے نیچے دلدلیں ابل رہی تھیں اور دلدلیں اس قدر گرم تھیں کہ ہارڈ بلاکس لباس ہونے کے باوجود انہیں دلدلوں سے نکلنے والی تپش کا احساس ہو رہا تھا۔

جیسے ہی وہ سب رسی پر لٹکتے ہوئے آگے بڑھنا شروع ہوئے زارکا اور اس کی چاروں بہنیں مسکراتی ہوئی وہاں سے غائب ہو گئیں۔ اس بار چونکہ زارکا نے انہیں خاموش رہنے یا آگے پیچھے دیکھنے سے منع نہیں کیا تھا اس لئے عمران بار بار ان سب کو اپنے پیچھے آتا ہوا دیکھ رہا تھا۔ اپنے جسموں کے وزن کے ساتھ ان کے سامان کے وزنی تھیلے بھی ان کی کمروں پر لٹکے ہوئے تھے اس لئے جلد ہی انہیں اپنے ہاتھ پیر تھکتے ہوئے محسوس ہونے لگے لیکن چونکہ نیچے موت تھی اس لئے وہ رکے اور ہر بات کی پرواہ کئے بغیر رسی پر کھسکتے چلے جا رہے تھے۔ شروع شروع میں ان کی رفتار تیز رہی پھر تھکاوٹ کی وجہ سے ان کی رفتار میں نمایاں کمی آتی چلی گئی۔

”اپنی ہمت باندھے رکھنا۔ اب ہم موت کے عین اوپر ہیں۔ ہماری ذرا سی لغزش ہمیں سیدھا موت کے منہ میں لے جا سکتی

ہے''......عمران نے پلٹ کر اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔

''ہمارے ہاتھ پیر سن ہوتے جا رہے ہیں عمران صاحب۔ اگر یہ سفر جلد ختم نہ ہوا تو شاید ہی ہم سے کوئی خود کو ان دلدلوں میں گرنے سے بچا سکے''......صفدر نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

''اللہ ہمارا مددگار ہے۔تم حوصلہ رکھو اور خود پر تھکاوٹ سوار نہ ہونے دو''......عمران نے کہا۔

''ہم کوشش کر رہے ہیں۔ مگر ہمارے لئے واقعی اب مسلسل آگے بڑھنا مشکل ہوتا جا رہا ہے''......صفدر نے کہا۔

''اگر تھکاوٹ زیادہ محسوس ہو رہی ہے تو کچھ دیر کے لئے کمر پر بندھی ہوئی رسی سے لٹک جاؤ۔ اپنے ہاتھوں اور پیروں کو کچھ دیر کے لئے ریسٹ دو پھر آگے بڑھنا''......عمران نے کہا اور پھر اس نے کمر پر بندھی ہوئی رسی پکڑ کر خود کو بھی آہستہ آہستہ نیچے لٹکانا شروع کر دیا۔ یہ دیکھ کر جوزف اور اس کے باقی ساتھی بھی ایسا ہی کرنے لگے۔

دلدلیں ان سے دس فٹ نیچے تھی۔ وہ رسیوں سے دو فٹ نیچے لٹکے تھے جس کی وجہ سے دلدلیں ان سے آٹھ فٹ نیچے رہ گئی تھیں اور دو فٹ نیچے ہونے کی وجہ سے انہیں دلدلوں کی گرمی اور زیادہ بڑھتی ہوئی محسوس ہونا شروع ہو گئی تھی۔ وہ چونکہ زیادہ دیر کمر کے بل لٹکے نہیں رہ سکتے تھے اس لئے انہوں نے رسی پکڑی اور ایک بار پھر تنی ہوئی رسی پکڑ کر اپنا سفر کرنا شروع کر دیا۔ جب ان کے

ہاتھ پاؤں شل ہو جاتے تو وہ کچھ دیر کے لئے کمر کے بل لٹک جاتے اور پھر دوبارہ سے اپنا سفر کرنا شروع کر دیتے۔

زارکا نے بتایا تھا کہ ان دلدلوں میں چھپے ہوئے پنجے انہیں ڈرانے اور دبوچنے کے لئے دلدلوں سے نکلیں گے جو انہیں کھینچ کر دلدلوں میں لے جا سکتے ہیں اس لئے وہ دلدلوں پر گہری نظریں رکھے ہوئے تھے لیکن ابھی تک کسی دلدل سے کوئی پنجہ باہر نہیں آیا تھا۔ اس لئے وہ سب مطمئن انداز میں رسی پر سفر کرتے ہوئے آگے بڑھے جا رہے تھے۔ پھر اچانک ایک دلدل کے اوپر سے گزرتے ہوئے انہیں تیز آواز سنائی دی۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھتے اچانک اس دلدل سے ایک لمبا اور بڑا ہاتھ باہر نکلا۔ یہ ہاتھ انسانی ہاتھ جیسا تھا لیکن انسانی ہاتھ سے کہیں زیادہ بڑا اور لمبا تھا۔ ہاتھ پر کھال نام کی کوئی چیز نہیں تھی البتہ انگلیوں کے آگے چھریوں جیسے لمبے ناخن ضرور دکھائی دے رہے تھے۔ یہ ہاتھ جولیا کی طرف بڑھا تھا۔ جولیا خوفناک پنجے کو اپنی طرف بڑھتے دیکھ کر گھبرا گئی اس نے اپنے جسم کو جھکولا دیتے ہوئے خود کو بچانے کی کوشش کی تو اچانک اس کے ہاتھ تنی ہوئی رسی سے چھوٹ گئے اور وہ کمر میں بندھی ہوئی رسی سے نیچے لٹک گئی۔ جولیا کے اچانک نیچے لٹکنے کی وجہ سے تنی ہوئی رسی کو زور دار جھٹکا لگا جس کی وجہ سے ان سب کے ہاتھ تنی ہوئی رسی سے بمشکل چھوٹتے چھوٹتے بچے۔

جولیا نے نیچے لٹکتے ہی تیزی سے خود کو اٹھا کر رسی پکڑنے کی

کوشش کی لیکن اسی لمحے دلدل سے نکلا ہوا ہاتھ اور لمبا ہوا اور اس کی انگلیوں کے تیز ناخن ٹھیک اس رسی پر پڑے جس سے جولیا کمر کے بل لٹک رہی تھی۔ ناخن اس قدر تیز تھے کہ جس رسی سے جولیا لٹکی ہوئی تھی وہ کٹ گئی اور جولیا ایک جھٹکے سے نیچے گرتی چلی گئی۔ اس کے عقب میں تنویر تھا اس نے جولیا کو نیچے گرتا دیکھ کر جھپٹ کر اسے پکڑنا چاہا لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ دوسرے لمحے جولیا دلدل میں تھی اور اس کی دلدوز چیخوں سے ان سب کو اپنے دل دہلتے ہوئے محسوس ہوئے۔

"یہ راستہ تو ٹوٹا ہوا ہے۔ نیچے سانپ ہیں۔ اب ہم آگے کیسے جائیں گے"...... ڈاکٹر کرسٹائن نے زامبا کی جانب دیکھتے ہوئے پریشانی کے عالم میں پوچھا۔

"میں آپ کے ساتھ ہوں آقا۔ میرے ہوتے ہوئے آپ کو پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے"...... زامبا نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"لیکن تم کرو گے کیا۔ کیا یہاں بھی ہمیں انسانی بھینٹ دینی ہو گی"...... ڈاکٹر کرسٹائن نے کہا۔

"نہیں۔ انسانوں کی بھینٹ ہمیں صرف ان شیطانی طاقتوں کو دینی ہے جو ہمیں آگے جانے کا راستہ دیں گی۔ یہ رکاوٹ تو ہمارے لئے عام سی رکاوٹ ہے۔ میں ابھی یہ رکاوٹ ختم کر دیتا ہوں"...... زامبا نے کہا اور پھر اس نے اچانک گڑھے میں چھلانگ

لگا دی۔ جیسے ہی وہ گڑھے میں گرا گڑھے میں موجود سانپ بری طرح سے پھنکاریں مارتے ہوئے اس پر لپکے اور ان سانپوں نے زامبا کی ٹانگوں پر ڈنگ مارنے شروع کر دیئے۔ لیکن جیسے ہی کوئی سانپ اسے کاٹتا اچانک ایک شعلہ سا لپکتا اور زامبا کو ڈنگ مارنے والا سانپ وہیں جل کر بھسم ہو جاتا۔ اسے گڑھے میں چھلانگ لگاتے دیکھ کر ڈاکٹر کرسٹائن نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے تھے۔

زامبا چند لمحے گڑھے میں کھڑا رہا۔ اسے سانپوں کے ڈسنے کا کوئی احساس نہیں ہو رہا تھا۔ اس نے سر اٹھا کر ڈاکٹر کرسٹائن کی طرف دیکھا پھر اچانک اس کا قد بڑھنا شروع ہو گیا۔ وہ گڑھے میں کھڑا کھڑا لمبا ہوتا جا رہا تھا۔ کچھ ہی دیر میں اس کا سر گڑھے سے نکل کر باہر آ گیا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس کا سر اوپر چھت سے جا لگا۔

"یہ تم کر کیا رہے ہو"...... ڈاکٹر کرسٹائن نے پوچھا۔ اسے زامبا کے اس اقدام کی واقعی کوئی سمجھ نہیں آ رہی تھی۔

"آپ دیکھتے جائیں آقا۔ میں آپ کے لئے اس گڑھے پر پل بنا رہا ہوں"...... زامبا نے جواب دیا پھر اس نے گڑھے کے اس حصے کی طرف اپنی کمر لگائی جہاں ڈاکٹر کرسٹائن اور اس کے ساتھی کھڑے تھے اور پھر وہ آگے کی طرف جھکتا چلا گیا۔ وہ اتنا لمبا ہو گیا تھا کہ جھکنے کی وجہ سے اس کا سر گڑھے کے دوسرے سرے سے جا لگا تھا۔ اپنا سر گڑھے کے دوسرے سرے سے لگاتے ہوئے

زامبا نے اپنی کمر بالکل سیدھی کر لی تھی جس کی وجہ سے یوں لگ رہا تھا جیسے گڑھے پر ایک پل سا بن گیا ہو۔

"آپ اپنے ساتھیوں سمیت میری کمر سے گزر کر اس طرف آ جائیں آقا"...... زامبا نے کہا تو ڈاکٹر کرسٹائن جو اس کی کمر سیدھی ہوتے دیکھ کر پہلے ہی سمجھ گیا تھا کہ زامبا ان کے لئے گڑھے پر اپنی کمر کا پل بنا رہا ہے جس پر چل کر وہ آسانی سے آگے جا سکتے تھے۔ ڈاکٹر کرسٹائن نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا اور خود بھی آگے بڑھ آیا اور پھر وہ زامبا کی سیدھی کمر پر چلتا ہوا گڑھے کی دوسری طرف آ گیا۔ اس کے پیچھے اس کے باقی ساتھی بھی زامبا کی کمر پر سے گزرتے ہوئے دوسری طرف آ گئے۔ جب وہ سب گڑھے کے دوسری طرف پہنچ گئے تو زامبا ایک بار پھر سیدھا ہو گیا اور پھر وہ گڑھے کے دوسرے کنارے پر دونوں ہاتھ رکھ کر اچکتا ہوا گڑھے سے باہر آ گیا۔ گڑھے سے باہر آتے ہی اس کا قد پھر پہلے جیسا ہو گیا تھا۔

"بہت خوب زامبا۔ اگر تم اپنی کمر کا پل نہ بناتے تو ہم شاید ہی اس طرف آ پاتے"...... ڈاکٹر کرسٹائن نے خوش ہو کر کہا۔

"آپ کی حفاظت کرنا اور آپ کو مشکلوں سے نکالنا میری ذمہ داری ہے آقا"...... زامبا نے جواب دیا تو ڈاکٹر کرسٹائن نے اثبات میں سر ہلا دیا اور وہ پھر آگے بڑھنا شروع ہو گئے۔ اس بار انہیں غار نیچے کی طرف جاتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا

جیسے وہ نشیب میں اترتے جا رہے ہوں۔
کافی دیر چلتے رہنے کے بعد وہ ایک اور غار کے سرے پر پہنچ
گئے۔ غار بند تھا۔ زامبا نے ڈاکٹر کرسٹائن کو بتایا کہ وہ غار کے
دوسرے مرحلے سے نکل آئے ہیں تو ڈاکٹر کرسٹائن بے حد خوش
ہوا۔
زامبا نے اس بار غار کے تیسرے دہانے پر ہاتھ رکھنے کی
بجائے چٹان پر زور دار مکا مارا تو چٹان ٹوٹ کر وہیں بکھر گئی اور ان
کے سامنے غار کا تیسرا حصہ کھل گیا۔ وہاں بھی روشنی تھی۔ غار کی
دوسری طرف انہیں تین شیطانی طاقتیں دکھائی دیں جن کے جسم شی
کے تھے مگر چہرے انسانی۔ انسانی چہرے بھی بے حد مکروہ اور
بھیانک تھے۔ زامبا نے ان شیطانی طاقتوں سے بات کی اور ان
سے آگے جانے کا راستہ مانگا تو ان شیطانی طاقتوں نے بھی ان
سے زندہ انسانوں کی بھینٹ مانگ لی۔ زامبا کے کہنے پر مزید افر
آگے بڑھے اور غار کی دوسری طرف چلے گئے۔ ان سب پر چونکہ
زامبا نے اپنی طاقت کا سحر کر رکھا تھا اس لئے وہ اس کی اور ڈاک
کرسٹائن کی کسی بھی بات پر نہ بول رہے تھے اور نہ ہی حکم عدولی کر
رہے تھے۔
وہ تینوں جیسے ہی غار کے دوسری طرف گئے۔ شیر جیسے جسموں
اور بھیانک انسانی چہروں والی شیطانی مخلوق ان پر درندوں کی طرح
ٹوٹ پڑی اور انہیں ہلاک کر کے ان کا گوشت نوچ نوچ کر کھ

روع ہو گئی۔ ان خوفناک مخلوق نے ایک ایک آدمی پر حملہ کیا تھا
وہ اس وقت تک پیچھے نہ ہٹیں جب تک کہ وہ ان تینوں کو
وں سمیت چٹ نہ کر گئیں۔
تینوں انسانوں کو چٹ کرنے کے بعد وہ غار سے نکلیں اور
زادی ملنے کے نعرے لگاتی ہوئیں وہاں سے بھاگتی چلی گئیں۔ ان
ق کو غار سے نکل کر بھاگتے دیکھ کر زامبا کے کہنے پر ڈاکٹر
شائن اپنے باقی ساتھیوں کو لے کر غار کے تیسرے حصے میں
ل ہو گیا۔
تیسرا غار زیادہ لمبا چوڑا نہیں تھا۔ غار آگے جاتا ہوا تنگ سے
ہوتا جا رہا تھا اور غار کا راستہ کبھی اوپر کی طرف جاتا ہوا دکھائی
رہا تھا اور کبھی نیچے کی طرف۔ ڈاکٹر کرسٹائن اپنے ساتھیوں
ت کبھی نشیب کی طرف اترتا تھا اور کبھی وہ اوپر چڑھتا چلا جاتا۔
سلسل سفر نے ڈاکٹر کرسٹائن کو بری طرح سے تھکا دیا تھا لیکن
نکہ بلیک پرنسز اور عمران سے پہلے اقارم کے مدفن تک پہنچنا
تھا اس لئے وہ رکے بغیر آگے بڑھتا جا رہا تھا۔ ویسے بھی وہ
ار شیطانی طاقتوں کا مالک تھا اور اس کے ساتھ زامبا تھا اس
اس کی ہمت بندھی ہوئی تھی۔ اس نے ساحرانہ عمل سے اپنے
میں عارضی طاقت پیدا کر لی تھی جس کی وجہ سے اس پر
ٹ غالب نہیں آ رہی تھی اور نہ ہی مسلسل چلتے ہوئے اس کی
شل ہو رہی تھیں اور اس کے ساتھی جو پہلے سے ہی زامبا کے

زیر اثر تھے ان پر بھلا تھکاوٹ کیسے طاری ہو سکتی تھی۔

غار کے تنگ حصے سے نکل کر وہ غار کے کھلے حصے میں پہنچے تو
اچانک اوپر سے چھت کی چٹانیں ٹوٹ ٹوٹ کر ان کے آگے گرنے
لگیں۔ چٹانیں اس طرح گرتے دیکھ کر ڈاکٹر کرسٹائن ٹھٹھک کر
وہیں رک گیا۔

"رکیں نہیں آقا۔ آگے بڑھتے رہیں۔ میں نے آپ سے کہا
ہے نا کہ میرے ہوتے ہوئے آپ کو کوئی نقصان نہیں ہو گا۔ یہ
چٹانیں آپ پر نہیں گریں گی۔ میں آپ کے آگے چلتا ہوں تا
ان چٹانوں کو آپ پر اور ان سب پر گرنے سے روک سکوں"۔
زامبا نے ڈاکٹر کرسٹائن کو رکتے دیکھ کر کہا اور ڈاکٹر کرسٹائن کے
آگے آ گیا اور پھر مزید آگے بڑھا تو ڈاکٹر کرسٹائن نے بھی اس
کے پیچھے قدم اٹھانے شروع کر دیئے۔ زامبا کے کہنے پر باقی
افراد ڈاکٹر کرسٹائن کے پیچھے آ گئے اور وہ سب ایک لائن میں آ
بڑھنے لگے۔ چھت سے مسلسل چٹانیں اور پتھر ٹوٹ ٹوٹ کر گ
رہے تھے لیکن حیرت انگیز طور پر چٹانیں اور پتھر ڈاکٹر کرسٹائن او
اس کے ساتھیوں کے دائیں بائیں گر رہے تھے۔ زامبا انہیں لے
غار کے وسط میں چل رہا تھا۔

کچھ دیر تک چٹانوں اور پتھروں کے گرنے کا سلسلہ جاری
پھر یہ سلسلہ ختم ہو گیا اور غار میں سکون سا آ گیا۔ زامبا نے ایک
بار پھر ڈاکٹر کرسٹائن کو خوفناک موت سے بچا لیا تھا اگر وہ کو

بھاری پتھر یا چٹان کی زد میں آ جاتا تو اس کا کچومر بن جاتا۔

تھوڑا مزید آگے جا کر وہ غار کے چوتھے حصے کے سامنے پہنچ
گئے۔ زامبا نے اپنی طاقتوں سے چوتھا راستہ کھولا تو دوسری طرف
انہیں پھر تین شیطانی طاقتیں دکھائی دیں جو سبز رنگ کی تھیں اور
بڑی بڑی چھپکلیوں جیسی تھیں۔

ان تینوں شیطانی طاقتوں سے بھی زامبا نے ہی بات کی تھی اور
ان سبز رنگ کی چھپکلیوں نے زامبا سے تین انسانوں کے دل مانگے
تھے۔ جنہیں ڈاکٹر کرسٹائن نے مزید تین انسان ہلاک کر کے اور
پھر ان کے سینے چاک کر کے انہیں دل نکال کر دے دیئے تھے۔
انسانی دل کھا کر تینوں سبز چھپکلیاں آزادی کے نعرے لگاتی ہوئیں
وہاں سے بھاگ گئیں اور ڈاکٹر کرسٹائن، زامبا اور ان کے آخری
تین ساتھی غار کے چوتھے حصے میں آ گئے۔

یہ غار بھی مسلسل موڑ مڑتا ہوا کبھی اوپر کی طرف جا رہا تھا اور
کبھی گہرائی کی طرف۔ پھر کافی آگے جا کر جیسے ہی غار متوازی ہوا
اچانک اس غار کی دیواریں دونوں طرف سے حرکت میں آ گئیں
اور غار تنگ ہونا شروع ہو گیا جیسے غار کی دونوں دیواریں مل کر
ڈاکٹر کرسٹائن اور اس کے تین ساتھیوں کو کچل دینا چاہتی ہوں۔ یہ
دیکھ کر زامبا نے اپنے دونوں ہاتھ دائیں بائیں پھیلا کر دیواروں
کے ساتھ لگا دیئے اور ٹانگیں پھیلا کر دیواروں کی جڑوں میں پھنسا
دیں۔

"آقا۔ ہم غار کے آخری مرحلے سے کچھ ہی دور ہیں۔ میں دیواروں کو ایک دوسرے سے ملنے سے روکتا ہوں آپ ان تینوں کو لے کر آگے بڑھیں۔ اگلے موڑ پر آپ کو غار کا بند حصہ دکھائی دے گا۔ وہاں تین پتھر کے ہرکارے موجود ہیں جو بند غار کے ساتھ کھڑے ہوں گے۔ آپ ان تینوں کو ہلاک کر کے ان کے خون ان پتھر کے ہرکاریوں پر ڈال دیں تو وہ تینوں ہرکارے زندہ ہو جائیں گے۔ جیسے ہی وہ زندہ ہوں گے وہ آپ کے لئے آخری دہانہ کھول دیں گے جس سے باہر نکل کر آپ ایک تاریک وادی میں پہنچ جائیں گے۔ یہ وہی وادی ہے جہاں وہ پہاڑ موجود ہے جس کے نیچے اقارم کا مدفن ہے"...... زامبا نے چیختے ہوئے کہا۔

"اور تم۔ کیا تم یہیں رہو گے"...... ڈاکٹر کرسٹائن نے پریشانی کے عالم میں پوچھا۔

"نہیں آقا۔ یہ دیواریں اس وقت تک حرکت کرتی رہیں گے جب تک تاریک وادی کا راستہ کھل نہیں جاتا۔ جیسے ہی دہانے کے محافظ دہانہ کھولیں گے ان دیواروں کی حرکت رک جائے گی اور میں فوراً آپ کے پاس پہنچ جاؤں گا"...... زامبا نے کہا تو ڈاکٹر کرسٹائن نے اطمینان بھرے انداز میں سر ہلا دیا اور پھر وہ اپنے تینوں ساتھیوں کو لے کر آگے بڑھتا چلا گیا۔ کچھ فاصلے پر غار دائیں طرف مڑ رہا تھا۔ ڈاکٹر کرسٹائن نے مڑ کر زامبا کی طرف دیکھا تو وہ اسے اسی پوزیشن میں دیواروں کو روکے کھڑا دکھائی دیا۔

اسے ساکت دیکھ کر ڈاکٹر کرسٹائن تیز تیز چلتا ہوا آگے آیا تو اسے کچھ فاصلے پر غار کا ایک اور بند دہانہ دکھائی دیا۔

اس بند دہانے کے پاس کافی روشنی تھی۔ اس روشنی میں ڈاکٹر کرسٹائن کو تین انسانی قد کاٹھ کے بت دکھائی دے رہے تھے جنہوں نے پرانے فرعون کے دور کے ہرکاریوں والے لباس پہن رکھے تھے اور ان کے ہاتھوں میں لمبے لمبے نیزے دکھائی دے رہے تھے۔ یوں لگ رہا تھا جیسے کسی دور میں وہ زندہ ہرکارے ہوں اور کسی نے ان پر سحر پھونک کر وہیں پتھروں کے بتوں میں بدل دیا ہو۔ ان بتوں کو دیکھتے ہی ڈاکٹر کرسٹائن کے قدم تیز تیز اٹھتے چلے گئے۔ اس کے تینوں ساتھی بھی اس کے ساتھ تیز تیز قدم اٹھانے لگے جیسے وہ سب ڈاکٹر کرسٹائن سے بندھے ہوئے ہوں اور ڈاکٹر کرسٹائن انہیں اپنے ساتھ کھینچتا ہوا لے جا رہا ہو۔

جولیا دلدل میں گری تو اس ڈھانچے نما ہاتھ کے پنجے نے اسے دبوچا اور اسے لے کر دلدل میں غائب ہو گیا اور ماحول جو جولیا کی تیز اور دردناک چیخوں سے گونج رہا تھا یوں خاموش ہو گیا جیسے وہاں موت کی سی خاموشی چھا گئی ہو۔

عمران اور اس کے ساتھی جولیا کو اس طرح دلدل میں گرتے دیکھ کر دھک سے رہ گئے تھے۔ ان سب کی آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں اور وہ یک ٹک اس دلدل کی طرف دیکھے چلے جا رہے تھے جس میں سے نکل کر پنجہ جولیا کو لے گیا تھا۔

''ج۔ ج۔ جولیا۔ مس جولیا''...... اچانک جیسے تنویر کو ہوش آ گیا اور اس نے پہلے ہکلا کر پھر زور زور سے جولیا جولیا کہہ کر چیخنا شروع کر دیا۔ عمران بھی جولیا کو اس طرح دلدل میں گرتے دیکھ کر جیسے ساکت سا ہو کر رہ گیا تھا۔ وہ پلکیں جھپکائے بغیر دلدل کی طرف دیکھ رہا تھا اور اس کا رنگ زردی کی طرح زرد ہو گیا تھا۔

''یہ۔ یہ کیا ہو گیا عمران صاحب۔ مس جولیا دلدل میں گر گئی ہیں۔ کچھ کریں۔ انہیں دلدل سے نکالیں''...... کیپٹن شکیل نے لرزتے ہوئے لہجے میں کہا۔

''مس جولیا دلدل میں غرق ہو گئی ہیں۔ وہ اب کبھی واپس نہیں آ سکتیں''...... جوزف نے تھرتھراتے ہوئے لہجے میں کہا اور عمران سر اٹھا کر اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھنے لگا جیسے جوزف کی یہ بات سن کر اسے طیش آ گیا ہو۔

''تم اپنی بکواس بند رکھو ورنہ میں تمہیں بھی اس دلدل میں پھینک دوں گا''...... تنویر نے بری طرح سے بھڑکتے ہوئے کہا۔ جوزف کی بات سن کر کیپٹن شکیل اور صفدر کو بھی غصہ آ گیا تھا اور وہ جوزف کی جانب غصیلی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ اس سے پہلے کہ ان میں مزید کوئی بات ہوتی اچانک عمران کو زور دار جھٹکا لگا۔ جولیا کو نیچے گرتے دیکھ کر اس نے تنی ہوئی رسی سے ہاتھ چھوڑ دیئے تھے اور نیچے لٹک رہا تھا۔ جھٹکا لگتے ہی وہ رسی خود بخود حرکت میں آ گئی جس سے وہ لٹکا ہوا تھا۔ رسی تیزی سے تنی ہوئی رسی پر پھسلتی ہوئی آگے بڑھنا شروع ہو گئی تھی۔ عمران نے خود کو روکنا چاہا لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ عمران کے بعد باقی سب کو بھی جھٹکے لگے اور وہ رسی سے جھولتے ہوئے تیزی سے تنی ہوئی رسی پر پھسلتے چلے گئے۔

تنی ہوئی رسی دلدلوں کے اوپر سے گزرتی ہوئی آگے ہی آگے جا رہی تھی۔ آگے غاریں شروع ہوگئیں۔ رسی ان غاروں میں بھی اسی طرح بندھی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔

کچھ ہی دیر میں وہ ایک ایسے غار میں آگئے جہاں تاریکی تھی۔ آنکھوں میں نائٹ ٹیلی ویو لینز ہونے کے باوجود انہیں کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ غاریں کشادہ تھیں اور کبھی اوپر جا رہی تھیں اور کبھی نیچے۔ رسی بھی غاروں میں اوپر نیچے جاتی ہوئی غاروں میں گھوم رہی تھی۔ عمران اور اس کے ساتھیوں کو یوں لگ رہا تھا جیسے وہ رولر کوسٹر میں ہوں اور رولر کوسٹر الٹ گئی ہو اور وہ اس میں لٹکتے ہوئے رولر کوسٹر کے ساتھ اوپر نیچے اور دائیں بائیں گھومتے ہوئے ٹریک پر سفر کر رہے ہوں۔

کچھ دیر تک وہ اسی طرح رسی سے لٹکے سفر کرتے رہے پھر اچانک عمران کو ایک زار دار جھٹکا لگا جیسے اس کی جھولتی ہوئی رسی کھل گئی ہو۔ دوسرے لمحے عمران نے خود کو ایک بار پھر گہرائی میں گرتے ہوئے محسوس کیا۔ اس بار عمران کا دماغ نہیں چکرایا تھا۔ وہ دھب سے جیسے گھاس پھونس کے ڈھیر پر گرا اور نشیب کی جانب الٹتا چلا گیا۔ اسے اپنے ساتھیوں کے چیخنے کی آوازیں سنائی دیں پھر وہ بھی جیسے باری باری گھاس پھونس کے بنے ہوئے ڈھیر پر گرنے لگے۔

عمران کچھ دیر تک الٹتا پلٹتا رہا پھر وہ جیسے سطح زمین پر آ گیا۔

عمران نے سر اٹھا کر ادھر ادھر دیکھنے کی کوشش کی مگر اسے کچھ فاصلے پر سرخ روشنی کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیا۔ سرخ روشنی ایسی تھی جیسے اس طرف کوئی گڑھا ہو اور اس میں آگ جل رہی ہو جس کی لپٹوں سے سرخ روشنی ابھر رہی ہو۔

گھاس پھونس کے ڈھیر پر گرنے والے اس کے ساتھی لڑھکتے ہوئے اس کے پاس آ گرے۔

"تم سب ٹھیک ہو"...... عمران نے کہا۔

"ہاں میں ٹھیک ہوں۔ مگر یہ کون سی جگہ ہے"...... صفدر کی آواز سنائی دی۔

"پتہ نہیں۔ اس طرف سرخ روشنی ہے۔ آؤ چل کر دیکھتے ہیں"...... عمران نے کہا اور اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ وقفے وقفے سے اس کے باقی ساتھی بھی لڑھکتے ہوئے نیچے آ گئے تھے۔

عمران آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس طرف بڑھ رہا تھا جہاں اسے سرخ روشنی سی چمکتی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔

"عمران صاحب۔ چوہان کے بعد ہم مس جولیا کو بھی کھو چکے ہیں۔ باطلی دنیا کے یہ راستے تو ایک ایک کر کے ہم سب کو موت کے گھاٹ اتار رہے ہیں"...... کیپٹن شکیل نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہاں۔ نجانے کیوں اب مجھے ان راستوں سے خوف آنا شروع ہو گیا ہے"...... تنویر کی آواز سنائی دی تو عمران چونک کر رک گیا

اور پلٹ کر اس طرف دیکھنے لگا جس طرف سے اسے تنویر کی آواز سنائی دی تھی۔

"کیا کہا۔ تمہیں خوف آ رہا ہے"...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ میں سچ کہہ رہا ہوں۔ چوہان کو تو میں نے ہلاک ہوتے ہوئے نہیں دیکھا تھا لیکن جولیا۔ میں نے اسے اپنی آنکھوں سے موت کے منہ میں جاتے ہوئے دیکھا ہے اور اس وقت سے میرا دل دہل رہا ہے۔ زارکا کی بات سچ ہوتی جا رہی ہے ایک کے بعد ایک ہم سب ہی ہلاک ہوتے جا رہے ہیں"...... تنویر نے کہا اور عمران کے چہرے پر انتہائی حیرت کے تاثرات ابھر آئے۔ اسے یقین ہی نہیں ہو رہا تھا کہ تنویر جیسا ڈیشنگ ایجنٹ جو موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کھڑا ہو جاتا تھا اس طرح ڈرنے کی بات کر سکتا ہے۔

"یہ سب جوزف کا کیا دھرا ہے۔ اس نے ہمیں ان خطرناک راستوں کے بارے میں کوئی تفصیل نہیں بتائی تھی۔ اگر یہ ہمیں بتا دیتا کہ یہ راستے سچ مچ ہماری موت کا سبب بن جائیں گے تو ہم میں سے شاید کوئی یہاں نہ آتا"...... صفدر نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"تو کیا تم بھی ڈر رہے ہو"...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ شیطانی راستوں پر آنے والی بھیانک موت کا سوچ کر

میرے بھی رونگٹے کھڑے ہو گئے ہیں"...... صفدر نے جواب دیا تو عمران نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔ ان دونوں کی باتیں سن کر عمران کو یوں لگ رہا تھا جیسے وہ اس کے ساتھی نہ ہوں اور وہ غلطی سے عام انسانوں کو اپنے ساتھ لے آیا ہو جو موت کے نام سے بھی خوفزدہ رہتے ہیں۔

"تم کیا کہتے ہو کیپٹن شکیل کیا تمہیں بھی موت کا خوف ہے"...... عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے کیپٹن شکیل سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"ہاں عمران صاحب۔ موت سے کون خوفزدہ نہیں ہوتا۔ مس جولیا کی ہلاکت کے بعد میرے دل میں بھی موت کا خوف بیٹھ گیا ہے۔ ایسا کیوں ہوا ہے میں نہیں جانتا لیکن جو سچ ہے میں آپ کو وہی بتا رہا ہوں"...... کیپٹن شکیل نے جواب دیا تو عمران ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔

"جوزف کیا تم ان کی باتیں سن رہے ہو"...... عمران نے جبڑے بھینچتے ہوئے کہا۔

"یس باس۔ سن رہا ہوں۔ یہ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ ان پر واقعی موت کا خوف غالب آتا جا رہا ہے"...... جوزف نے جواب دیا۔

"مجھے تو شک ہو رہا ہے"...... عمران نے کہا۔

"کیسا شک"...... صفدر نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"یہی کہ تم واقعی میرے ساتھی اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کے

سرفروش ممبر ہی ہو یا کوئی اور“......عمران نے کہا۔

”کیوں۔ یہ تم کیوں پوچھ رہے ہو“......تنویر نے منہ بنا کر کہا۔

”تم اس طرح خوف زدہ ہو جاؤ اور تم پر موت کا خوف غالب آ جائے۔ یہ میرے لئے واقعی انتہائی حیرت انگیز بات ہے“۔عمران نے کہا۔

”اس بار ہم ایک فرعون کے خلاف کام کر رہے ہیں عمران صاحب۔ وہ بھی ایسا فرعون جو شیطان کا بہت بڑا نمائندہ تھا جس تک پہنچنے کے لئے ہمیں قدم قدم پر موت کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ ہم لاکھ بچنے کی کوشش کریں اور اپنی لاکھ حفاظت کریں لیکن ہم میں سے کوئی نہ کوئی ان پراسرار اور خطرناک راستوں کا شکار ضرور بن رہا ہے۔ پہلے مرحلے میں ہمیں چوہان کو کھونا پڑا۔ پھر مس جولیا گئیں اور اب ہم نجانے کہاں ہیں اور نجانے ہم میں سے کس کی باری آنے والی ہے“......صفدر نے تلخ لہجے میں کہا۔

”تو تم کیا چاہتے ہو“......عمران نے اس بار قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔ اس کے ساتھی خوفزدہ ہو رہے تھے یہ دیکھ کر عمران کو واقعی ان پر غصہ آنا شروع ہو گیا تھا۔

”آپ زارکا اور اس کی باقی جن زاد بہنوں کو بلائیں اور ان سے صاف صاف کہیں کہ اگر وہ ہماری حفاظت نہیں کر سکتیں اور ہمیں صحیح سلامت اقارم کے مدفن تک نہیں لے جا سکتیں تو پھر وہ

ہمیں یہاں سے واپس بھیج دے۔ ہم آگے کا سفر نہیں کریں گے“......صفدر نے کہا۔

”صفدر ٹھیک کہہ رہا ہے عمران صاحب۔ واقعی آگے کا سفر کر کے موت کو گلے لگانے سے بہتر ہے کہ ہم یہیں سے واپس لوٹ جائیں“......کیپٹن شکیل نے کہا۔

”میں بھی واپس جانا چاہتا ہوں“......تنویر نے کہا۔

”نہیں۔ اب یہ ناممکن ہے۔ زارکا نے کہا تھا کہ ہم باطلی دنیا میں ہیں اور باطلی دنیا سے ہم اس وقت تک نہیں نکل سکتے جب تک کہ ہم اپنا کام پورا نہ کر لیں مطلب کہ ہم اقارم کے مدفن تک نہ پہنچ جائیں“......عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

”تو پھر آپ آگے جائیں۔ ہم میں سے تو اب کوئی آپ کے ساتھ نہیں جائے گا“......صفدر نے سخت لہجے میں کہا۔

”تمہارا کیا خیال ہے۔ یہاں رکو گے تو ہلاک ہونے سے بچ جاؤ گے تم تینوں“......عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”ہم اگر زمین کی تہہ میں ہیں تو یہاں سے نکلنے کا ہمیں کوئی نہ کوئی راستہ مل ہی جائے گا۔ ہم آپ کے ساتھ زارکا کے بتائے ہوئے راستوں پر جانے کی بجائے یہاں سے واپس جانے کی کوشش کریں گے“......کیپٹن شکیل نے کہا۔

”کسی غلط فہمی میں نہ رہو۔ ہم تو یہ بھی نہیں جانتے ہیں کہ ہم زمین کے کس حصے میں اور کس قدر گہرائی میں موجود ہیں۔ یہاں

سے نکلنے کا تمہیں کوئی راستہ نہیں ملے گا۔ تم سب یہاں اپنی موت
آپ مر جاؤ گے۔ اس لئے احمقانہ باتیں نہ کرو اور وہی کرو جو زارکا
کہہ رہی ہے''...... عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

''سوری۔ ہم میں سے اب کوئی تمہارے حکم کا پابند نہیں ہے۔
ہم وہی کریں گے جو ہمارا دل چاہے گا''...... تنویر کی غراتی ہوئی
آواز سنائی دی۔

''شٹ اپ۔ یہ تم باس سے کس لہجے میں بات کر رہے ہو''۔
اچانک جوزف نے غراتے ہوئے کہا تو تنویر جیسے بھڑک کر اس کی
طرف پلٹا۔

''تم اپنی چونچ بند رکھو۔ میں تم سے بات نہیں کر رہا ہوں''۔
تنویر نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''مجھ سے بات کرو یا نہ کرو لیکن باس سے کوئی اس انداز میں
بات کرے۔ میں یہ برداشت نہیں کر سکتا ہوں''...... جوزف نے
بھی اسی انداز میں کہا۔

''میں تو اس سے اسی انداز میں کروں گا بات۔ تم روک سکتے ہو
تو روک لو''...... تنویر نے کہا۔

''کر کے دیکھو۔ میں تمہارے ٹکڑے اڑا دوں گا''...... جوزف
نے چیختے ہوئے کہا۔ اس کا لہجہ غصے سے بھرا ہوا تھا۔

''تم کیا میرے ٹکڑے اُڑاؤ گے میں تمہیں چیر کر رکھ دوں گا۔
ہمت ہے تو آؤ اور کرو میرا مقابلہ۔ ابھی معلوم ہو جائے گا کہ تم

میرے ٹکڑے اڑاتے ہو یا میں تمہارے''...... تنویر نے بھی غصے سے
چیختے ہوئے کہا۔

''خاموش رہو تنویر، جوزف۔ یہ تم آپس میں کیوں لڑنا شروع ہو
گئے ہو''...... صفدر نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''نہیں۔ میں اب خاموش نہیں رہ سکتا۔ یہ عمران کا غلام ہے ہم
نہیں ہے عمران کے غلام۔ اسے کوئی حق نہیں ہے کہ یہ ہمارے
ساتھ اس انداز میں بات کرے''...... تنویر نے اسی طرح غصے سے
چیختے ہوئے کہا۔

''ہاں میں ہوں باس کا غلام اور یہ غلام اپنے باس کے سامنے
کسی کو اونچا بولتے برداشت نہیں کر سکتا''...... جوزف نے کڑک
دار لہجے میں کہا۔

''عمران۔ اسے تم اپنی زبان میں سمجھا لو۔ ایسا نہ ہو کہ میں
آپے سے باہر ہو جاؤں۔ تم جانتے ہو کہ جب میں آپے سے باہر
ہو جاتا ہوں تو مجھے خود پر بھی کنٹرول نہیں رہتا پھر میں وہ سب کر
گزرتا ہوں جو مجھے نہیں کرنا چاہئے''...... تنویر نے عمران سے
مخاطب ہو کر غصے سے کہا۔

''خاموش ہو جاؤ جوزف۔ کہنے دو اسے جو کہنا ہے۔ تم کوئی
بات نہ کرو''...... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ انہیں اس طرح
آپس میں تلخ کلام ہوتے دیکھ کر اسے دونوں پر ہی غصہ آ رہا تھا۔
اس سے پہلے کہ ان میں مزید کوئی بات ہوتی اچانک جیسے عمران کی

آنکھوں کے سامنے سے تاریکی کا پردہ چھٹ گیا۔ اسے شاید آنکھوں میں لگے ٹیلی نائٹ ویو لینز کی بدولت وہاں کا ماحول دکھائی دینا شروع ہو گیا تھا یا پھر شاید زارکا نے ان کی آنکھوں کے سامنے سے تاریکی کا پردہ ہٹا دیا تھا تاکہ وہ ماحول دیکھ سکیں۔

"یہ زارکا اور اس کی بہنیں کہاں ہیں"...... کیپٹن شکیل نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہم یہاں ہیں"...... اسی لمحے وہ پانچوں جن زادیاں نمودار ہوئیں اور ان میں سے حسب سابق زارکا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"زارکا یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ ہماری ایک اور ساتھی موت کا شکار ہو گئی ہے اور ہم اس پوزیشن میں ہوتے ہیں کہ ہم اپنے کسی ساتھی کی جان بچانے کے لئے اس کی مدد بھی نہیں کر سکتے۔ ایسا کیوں ہے"...... عمران نے زارکا کی جانب غصیلی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"جو ہے سب تمہارے سامنے ہے اور میں تمہیں تمام حالات سے آگاہ کر چکی ہوں"...... زارکا نے سپاٹ انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"یہ تو میرے سوال کا جواب نہ ہوا۔ ٹھیک ٹھیک بتاؤ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ تم ہمیں ان راستوں پر صرف بھینٹ کے طور پر استعمال کرنے کے لئے لائی ہو"...... عمران نے اسی انداز میں کہا۔

"اس کا جواب تم اپنے حبشی غلام سے بھی پوچھ سکتے ہو"۔ زارکا نے کہا۔

"مجھے اس سے نہیں تم سے جواب چاہئے"...... عمران نے غرا کر کہا۔

"میرا جواب یہ ہے کہ تم نے اپنے ایک اور ساتھی کی زندگی کی بھینٹ دے کر باطلی دنیا کا دوسرا مرحلہ پار کر لیا ہے اور اب تم باطلی دنیا کے تیسرے مرحلے میں موجود ہو"...... زارکا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تیسرا مرحلہ۔ یہ تیسرا مرحلہ ہے"...... عمران نے چونک کر کہا۔

"ہاں۔ جیسے ہی تمہاری ساتھی دلدل میں گری ہم نے اسی وقت اس راستے پر موجود شیطانی طاقتوں کو اپنے کنٹرول میں لے لیا اور انہیں بتا دیا کہ ہمارا تعلق اقارم سے ہے اور ہم اسے نقصان پہنچانے نہیں بلکہ اس کی مدد کرنے کے لئے جا رہے ہیں۔ میں نے اور میری دو بہنوں نے ان شیطانی طاقتوں کو الجھا لیا تھا اور سارکا اور نارکا نے تم سب کو تیزی سے دلدلی راستے سے نکال کر یہاں پہنچا دیا۔ کیونکہ اگر وہ ایسا نہ کرتیں تو اگلی دلدلوں سے مزید شیطانی ہاتھ باہر آ سکتے تھے جو تم میں سے بھی کسی کو دبوچ کر لے جا سکتے تھے"...... زارکا نے کہا۔

"ہونہہ۔ اب یہ تیسرا مرحلہ کیا ہے"...... عمران نے ہونٹ بھینچتے ہوئے پوچھا۔

"یہاں تم سب کو آگ پر سے گزرنا ہو گا"...... زارکا نے کہا اور عمران کے ساتھ اس کے باقی ساتھی بھی چونک پڑے۔

"آگ پر سے۔ کیا مطلب"...... عمران نے پوچھا۔

"تم جس چٹان پر موجود ہو اس چٹان سے تھوڑے فاصلے پر ایک بہت بڑا کٹاؤ موجود ہے۔ اس کٹاؤ میں لاوا بہہ رہا ہے۔ تمہیں اس لاوے کے اوپر سے گزر کر چٹان کے دوسرے حصے کی طرف جانا ہے۔ اس چٹانی کٹاؤ کا درمیانی فاصلہ تمہاری دنیا کے اعداد و شمار کے مطابق پانچ سو میٹر کا ہے"...... زارکا نے جواب دیا۔

"ہونہہ۔ کیا اس چٹان سے دوسری چٹان تک کوئی پل موجود ہے"...... عمران نے پوچھا۔

"ہاں۔ ایک پل ہے۔ تمہیں اسی پل سے گزر کر دوسری طرف جانا ہے"...... زارکا نے کہا۔

"اس چٹان سے ہم پل کراس کر کے دوسری چٹان پر جائیں گے تو کیا ہم اس تیسرے مرحلے سے بھی نکل جائیں گے"۔ عمران نے پوچھا۔

"ہاں۔ اگلی چٹان سے تم چوتھے مرحلے میں داخل ہو جاؤ گے"۔ زارکا نے جواب دیا۔

"کیا پل کراس کرتے ہوئے ہمیں کوئی خطرہ ہو سکتا ہے"۔ عمران نے پوچھا۔

"ہاں۔ پل بے حد کمزور اور چھوٹا ہے۔ اس پل پر تم ایک ایک کر کے آگے جا سکتے ہو۔ پہلے اگر تم پل پر چڑھو گے تو تمہارے باقی ساتھیوں کو اس وقت تک پہلی چٹان پر رکنا پڑے گا جب تک تم دوسری چٹان پر نہیں پہنچ جاتے۔ جب تم دوسری طرف پہنچ جاؤ گے تو تمہارا دوسرا ساتھی اس پل پر آئے گا۔ اس کے پل پار کرنے کے بعد تیسرا فرد پل پر آئے گا۔ اس طرح ایک ایک کر کے تم اور تمہارے ساتھی دوسری چٹان پر پہنچ جاؤ گے۔ اس مرحلے پر ہو سکتا ہے کہ تمہیں پھر اپنے کسی ایک ساتھی سے ہاتھ دھونے پڑیں"۔ زارکا نے کہا تو عمران کا چہرہ ایک بار پھر سرخ ہو گیا۔

"نہیں میں اب اپنے کسی ساتھی کو ہلاک ہونے نہیں دوں گا"...... عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

"اس مرحلے میں شیطانی طاقتیں آگ میں چھپی ہوئی ہیں جن سے ہم بات نہیں کر سکتیں۔ اس لئے ہم انہیں نہیں روک سکیں گی۔ وہ اس بار اپنی مرضی کی بھینٹ لیں گی۔ جو تمہاری بھی ہو سکتی ہے۔ تمہارے غلام حبشی کی بھی اور ان تینوں میں سے بھی کسی کی"۔ زارکا نے کہا۔

"اپنی مرضی سے تمہاری کیا مراد ہے"...... عمران نے غراہٹ بھرے لہجے میں پوچھا۔

"پل کراس کرتے ہوئے تم میں سے اچانک کوئی آگ میں گر سکتا ہے۔ جو پل کراس کرتے ہوئے آگ میں گر جائے گا تم سمجھ

لینا کہ اس مرحلے کی شیطانی طاقتوں نے اسے ہی پسند کیا تھا اور خود ہی اس کی بھینٹ لے لی ہے۔ اس سے باقی سب کی زندگیاں اس مرحلے میں محفوظ ہو جائیں گی“...... زارکا نے کہا۔

”ہونہہ باقی سب۔ باقی سب رہ ہی کہاں جاتے ہیں۔ دو پہلے ہی ختم ہو چکے ہیں اور اب ہم باقی پانچ ہیں۔ ان میں سے بھی ایک کم ہو گیا تو پیچھے کیا رہ جائے گا“...... تنویر نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”پیچھے چار افراد باقی رہ جائیں گے“...... زارکا نے سادہ سے انداز میں کہا تو ان سب نے ہونٹ بھینچ لئے۔

”ہم تمہارے کہنے پر اس پل پر نہیں جائیں گے۔ تم عمران اور جوزف کو اپنے ساتھ لے جاؤ۔ ہم نے واپس جانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ تم اگر ہمیں بتا دو کہ ہم واپس کیسے جا سکتے ہیں تو ٹھیک ہے ورنہ یہاں سے نکلنے کی کوشش ہم خود کر لیں گے“...... صفدر نے تیز لہجے میں کہا۔

”تم زمین کے تیسرے طبق میں ہو۔ یہاں سے واپس جانے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ اگر تم آگے نہ بڑھے تب بھی موت تمہارا مقدر ہو گی۔ تم سب کو میں ایک اہم بات بتا دیتی ہوں جسے سن کر تم سب کو اندازہ ہو جائے گا کہ تم سب کے لئے آگے بڑھتے رہنا ہی بہتر ہے۔ جب تم ایک مرحلہ پار کرتے ہو تو تمہارے دوسری طرف جاتے ہی پار ہونے والا مرحلہ تباہ کر دیا جاتا ہے۔ قیدی

شیطانی طاقتیں وہاں تباہی مچا کر باہر بھاگ جاتی ہیں تا کہ وہ دوبارہ ان راستوں کی قیدی نہ بن سکیں۔ اگر تم میں سے ایک بھی چوتھے مرحلے میں داخل ہو گیا اور باقی یہاں رکے رہے تو اس مرحلے کی شیطانی طاقتیں ان کے سامنے ظاہر ہو جائیں گی اور وہ ہر طرف تباہی پھیلانے کے ساتھ یہاں رکنے والوں کو بھی ختم کر دیں گی۔ اس لئے اب تم خود ہی فیصلہ کر لو کہ تمہیں کیا کرنا ہے“...... زارکا نے کہا۔

”ہونہہ۔ ایسا تب ہی ہو گا نا جب ہم میں سے کوئی چوتھے مرحلے کی طرف جائے گا۔ اگر ہم سب ہی یہاں رک جائیں تو“...... عمران نے کہا۔

”تب ہم یہاں سے چلی جائیں گی اور ہمارے جاتے ہی یہاں چھپی ہوئی شیطانی طاقتیں ظاہر ہو جائیں گی۔ یہاں ایک تو تمہارا دم گھٹ جائے گا اور دوسرا یہاں پھیلی ہوئی زہریلی گیس تمہاری جان لے لے گی۔ تم ہم سے زیادہ جانتے ہو کہ جہاں لاوا ہوتا ہے وہاں کس قدر خطرناک اور زہریلی گیسیں ہوتی ہیں“۔ زارکا نے کہا تو عمران نے غصے اور پریشانی سے جبڑے بھینچ لئے۔ زارکا ٹھیک کہہ رہی تھی۔ لاوے سے زہریلی سلفر ڈائی اکسائیڈ نکلتی تھی جو واقعی ان کے لئے جان لیوا ثابت ہو سکتی تھی۔

”اب بولو۔ تم اگر یہاں رکنا چاہتے ہو تو ہم یہاں سے چلی جاتی ہیں“...... زارکا نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

”ہونہہ۔ اگر ہم ہلاک ہو گئے تو تم اقارم تک کیسے پہنچو گی۔ تم نے ہی تو کہا تھا کہ تم ہماری مدد کے بغیر اقارم تک پہنچ تو سکتی ہو لیکن اسے مدفن سے باہر نہیں لا سکتی“...... عمران نے کہا۔

”اگر تم ہمارا ساتھ نہیں دو گے تو ہم پھر باہر کی دنیا کا رخ کریں گی اور پھر تم جیسے انسانوں کو تلاش کریں گی۔ ایک نہ ایک دن ہمیں پھر تم جیسے افراد مل ہی جائیں گے اور ہم ان سے اپنا کام پورا کرا لیں گی“...... زارکا نے کہا۔

”ہونہہ۔ تو تمہیں اس سے کوئی سروکار نہیں ہے کہ ہم میں سے کون زندہ رہتا ہے اور کون ان شیطانی راستوں کا شکار بنتا ہے“...... عمران نے کہا۔

”نہیں۔ ایسی بات نہیں ہے۔ ہم تو یہی چاہتی ہیں کہ تم سب ان راستوں سے خیریت سے نکل جاؤ لیکن ان راستوں کی قیدی شیطانی طاقتیں اس کا موقع نہیں دے رہی ہیں تو ہم کیا کر سکتی ہیں“...... زارکا نے کہا۔

”اب بتاؤ۔ کیا کہتے ہو“...... عمران نے ایک طویل سانس لے کر اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”زارکا کی باتوں سے تو لگتا ہے کہ ہمارے پاس آگے بڑھتے رہنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے تو ہم کیا کہہ سکتے ہیں“...... صفدر نے غصے اور پریشانی سے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

”تو پھر چلو۔ جو ہو گا دیکھا جائے گا“...... عمران نے کہا۔

”چلو“...... تنویر نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا اور پھر وہ سب زارکا کے کہنے پر اس طرف چلنا شروع ہو گئے جہاں انہیں سرخ روشنی دکھائی دے رہی تھی۔ جب وہ چٹان کے کنارے پر پہنچے تو واقعی انہیں وہاں ایک بہت بڑا کٹاؤ دکھائی دیا جس کے نیچے سرخ سرخ لاوا بہہ رہا تھا۔ لاوے کا بہاؤ کافی تیز تھا اور وہ ترچھے انداز میں گھومتا ہوا نشیب کی طرف جاتا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ وہ جس چٹان پر کھڑے تھے لاوا ان سے تقریباً بیس فٹ نیچے بہہ رہا تھا۔ وہاں گرمی تو تھی لیکن ایک تو ان کے لباس ایسے تھے جن کی وجہ سے وہ گرمی سے محفوظ رہ سکتے تھے اور دوسرے زارکا اور اس کی جن زاد بہنیں بھی ان کی حفاظت کر رہی تھیں۔

سامنے ایک اور بڑی چٹان تھی جو ایک بڑے غار میں جاتی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔ عمران اور اس کے ساتھی جس چٹان پر کھڑے تھے وہاں ایک پل بندھا ہوا تھا جو اس غار والی چٹان کی طرف جا رہا تھا۔ پل چٹانوں کا ہی بنا ہوا تھا لیکن وہ چٹانیں ٹوٹی ہوئی اور سالخوردہ دکھائی دے رہی تھیں اس پل کو دیکھ کر ایسا لگ رہا تھا جیسے چٹان سے کوئی ستون گر کر دوسری چٹان سے اٹک گیا ہو اور اس کا پل بن گیا ہو۔

”یہ پل تو بے حد کمزور ہے۔ کیا یہ ہمارا وزن سنبھال سکے گا“...... صفدر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”اگر تم ایک ایک کر کے آگے جاؤ گے تو اس پل کو کچھ نہیں ہو

گا''......زارکا نے کہا جو ان کے ساتھ ہی وہاں آ گئی تھی۔

''ٹھیک ہے۔ جوزف پہلے تم دوسری طرف جاؤ''......عمران نے کہا۔

''لیکن باس''...... جوزف نے کہنا چاہا۔

''جو تم سے کہہ رہا ہوں وہ کرو''......عمران نے غرا کر کہا تو جوزف نے اثبات میں سر ہلایا اور آگے بڑھ کر پل کے نزدیک آ گیا۔ اس نے ایک بار پلٹ کر عمران اور باقی سب کی طرف دیکھا اور پھر اس نے پل پر پیر رکھ دیا۔ اس کے پیر رکھنے کا پل پر کوئی اثر نہ ہوا تو اس نے دوسرا پیر رکھا اور پھر وہ آہستہ آہستہ پل پر آگے بڑھنا شروع ہو گیا۔ پل پانچ سو میٹر لمبا تھا اور اس کی چوڑائی ایک ڈیڑھ فٹ سے زیادہ نہیں تھی۔ اس پل پر واقعی صرف ایک ہی آدمی چل سکتا تھا اور اس کی ذرا سی لرزش اسے موت کے منہ میں پہنچا سکتی تھی۔

جوزف کو پل پر چلتے دیکھ کر ان سب نے دم سادھ رکھے تھے۔ جوزف کے چلنے سے پل پر نہ تو کوئی لرزش ہو رہی تھی اور نہ پل کا کوئی حصہ ٹوٹ رہا تھا جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ بظاہر کمزور نظر آنے والا پل کافی مضبوط ہے۔ ان سب سے جوزف زیادہ بھاری بھرکم تھا اگر وہ اس پل سے گزر کر آگے جا سکتا تھا تو ان کے لئے بھلا کیا مسئلہ ہو سکتا تھا اس لئے وہ قدرے مطمئن ہوتے جا رہے تھے۔ لیکن پھر اچانک ان کے سانس خشک ہو گئے

جب انہوں نے جوزف کو پل کے درمیان میں پہنچتے دیکھا اور پل کے نچلے حصے سے پتھر ٹوٹ ٹوٹ کر نیچے گرنا شروع ہو گئے۔

''احتیاط سے۔ پل ٹوٹ رہا ہے''......کیپٹن شکیل نے چیخ کر جوزف کو پل کے ٹوٹنے سے آگاہ کرتے ہوئے کہا لیکن جوزف کی ساری توجہ پل پر تھی اس نے جیسے کیپٹن شکیل کی بات سنی ہی نہیں تھی وہ پل پر نظریں جمائے آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔

پل کے نیچے مسلسل ٹوٹ پھوٹ ہو رہی تھی اور انہیں پتھر ٹوٹ ٹوٹ کر گرتے دکھائی دے رہے تھے لیکن وہ کیا کر سکتے تھے۔ کچھ ہی دیر میں عمران اور اس کے باقی ساتھیوں نے اطمینان کا سانس لیا جب انہوں نے جوزف کو پل سے گزر کر دوسری چٹان پر چھلانگ لگاتے دیکھا۔ پل ابھی باقی تھا کہ جوزف نے چٹان دیکھ کر فوراً اس پر چھلانگ لگا دی تھی۔

''گڈ۔ اب تم جاؤ تنویر''......عمران نے جوزف کو دوسری طرف دیکھ کر تنویر سے مخاطب ہو کر کہا۔

''نہیں۔ میں نہیں جاؤں گا۔ تم جاؤ یا ان میں سے کسی کو بھیج دو''......تنویر نے کہا۔

''یہ بحث کا وقت نہیں۔ آگے چلو''......عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''نہیں۔ میں نے کہا ہے نا میں نہیں جاؤں گا۔ تم جاؤ''۔ تنویر

نے اسی انداز میں کہا تو یہ دیکھ کر عمران حیران رہ گیا کہ تنویر کے چہرے پر انتہائی خوف دکھائی دے رہا تھا جیسے وہ اس پل پر چلنے سے واقعی گھبرا رہا ہو۔ کیپٹن شکیل اور صفدر کے چہروں پر بھی خوف کے تاثرات نمایاں تھے۔ ان کا یہ خوف شاید ان کے نفسیاتی اثر کی وجہ سے تھا۔ چوہان اور جولیا کی ہلاکتوں نے ان کے ذہن اندر تک جھنجھوڑ کر رکھ دیئے تھے جس کی وجہ سے انہیں بھی ہر طرف اپنی موت دکھائی دے رہی تھی اور اسی خوف کا تاثر ان کی آنکھوں اور چہروں پر دکھائی دے رہا تھا۔

”ٹھیک ہے مت جاؤ۔ صفدر تم جاؤ“...... عمران نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا تو صفدر نے سہمے ہوئے انداز میں سر ہلایا اور پھر وہ آگے بڑھنے لگا۔ اس نے ڈرتے ڈرتے پل پر قدم رکھا اور پھر وہ اسی طرح ڈرتے ڈرتے انداز میں پل پر چلنا شروع ہو گیا۔ پہلے تو پل پر کوئی اثر نہ ہوا لیکن جوزف کی طرح جب وہ پل کے درمیان میں پہنچا تو اچانک پل کے نیچے سے ایک بار پھر پتھر ٹوٹ ٹوٹ کر گرنا شروع ہو گئے۔ شاید پل کا درمیانی حصہ زیادہ کمزور تھا جس کی وجہ سے اس پر وزن پڑتے ہی اس کے نیچے سے پتھر ٹوٹنا شروع ہو جاتے تھے۔ لیکن اس پل کی موٹائی کافی زیادہ تھی اس لئے عمران کو یقین تھا کہ پل اتنی جلدی نہیں ٹوٹے گا۔

تھوڑی ہی دیر میں صفدر پل کی دوسری طرف جوزف کے پاس پہنچ گیا۔ اسے بحفاظت دوسری طرف پہنچتے دیکھ کر عمران پرسکون ہو

گیا۔ پھر اس نے کیپٹن شکیل سے کہا تو وہ بھی صفدر کی طرح قدرے خوفزدہ انداز میں پل پر چلا گیا اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا دوسری طرف پہنچ گیا۔

”اب تم جاؤ۔ اگر تم بحفاظت دوسری طرف پہنچ گئے تو پھر میں بھی آ جاؤں گا“...... اس سے پہلے کہ عمران تنویر سے کہتا تنویر نے ہی اسے مخاطب ہو کر کہا۔

”تو تم آخر میں آنا چاہتے ہو“...... عمران نے پوچھا تو تنویر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ عمران نے ایک طرف کھڑی زارکا کی طرف دیکھا جو اسی کی طرف دیکھ رہی تھی۔

”جس طرح میرے باقی ساتھی حفاظت سے دوسری طرف پہنچ گئے ہیں اسی طرح اسے بھی وہاں پہنچا دینا۔ شیطانی طاقتوں سے کہو کہ اگر انہیں بھینٹ لینی ہی ہے تو وہ اس کی نہیں بلکہ میری لے لیں“...... عمران نے کہا۔

”تم گھبراؤ نہیں۔ تمہارے ساتھی جس احتیاط اور آہستگی سے دوسری طرف جا رہے ہیں اس سے شیطانی طاقتیں تمہاری آمد سے ابھی تک بے خبر ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ وہ اسی طرح سے بے خبر رہیں اور تم سب ان کی نظروں میں آئے بغیر چوتھے مرحلے میں پہنچ جاؤ“...... زارکا نے کہا۔

”کیا ایسا ممکن ہے“...... عمران نے آنکھیں چمکاتے ہوئے کہا۔

”ہاں ممکن ہے۔ بالکل ممکن ہے“...... زارکا نے کہا تو عمران

نے اطمینان سے سر ہلایا اور پل پر چڑھ گیا اور پھر وہ قدموں کی آواز پیدا کئے بغیر آہستہ آہستہ پل پر چلنا شروع ہو گیا۔ آہستہ قدموں چلنے کے باوجود اسے پل کے نیچے ہلکی ہلکی دھمک سی محسوس ہو رہی تھی لیکن نیچے پتھر نہیں گر رہے تھے۔ یہاں تک کہ عمران پل کے درمیان میں آ گیا۔ درمیان میں آتے ہی اس نے اپنی رفتار اور کم کر لی اور پھر وہ جیسے ہر قدم پھونک پھونک کر رکھنا شروع ہو گیا۔ اس کے قدم پھونک پھونک کر رکھنے کا یہ فائدہ ہوا کہ اس بار پل کے نیچے سے پتھر نہیں ٹوٹے تھے۔ عمران اسی طرح چلتا ہوا دوسری چٹان پر پہنچ گیا۔ اب صرف تنویر دوسری طرف رہ گیا تھا عمران پل کراس کر کے تنویر کی طرف دیکھنے لگا جو اب بھی سہما ہوا دکھائی دے رہا تھا۔

”جس طرح سے میں اور کیپٹن شکیل قدم بہ قدم چلتے ہوئے آئے ہیں تم بھی اسی طرح احتیاط سے اس طرف آ جاؤ۔ کچھ نہیں ہو گا تمہیں“...... عمران نے چیختے ہوئے دوسری طرف موجود تنویر سے مخاطب ہو کر کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں آ رہا ہوں“...... تنویر نے جواب دیا اور پھر وہ بھی پل پر آ گیا۔ پل پر چڑھ کر اس نے عمران کے انداز میں چلنا شروع کر دیا۔ پل میں کوئی دھمک نہیں ہو رہی تھی۔ تنویر پھونک پھونک کر قدم رکھتا ہوا پل کے درمیان میں آیا تو وہ ایک لمحے کے لئے رک گیا۔

”گھبراؤ نہیں چلتے آؤ۔ کچھ نہیں ہو گا“...... عمران نے اس کا حوصلہ بڑھاتے ہوئے کہا۔ تنویر نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اور پھر اس نے اگلا قدم آگے بڑھا دیا لیکن جیسے ہی اس نے قدم بڑھایا اچانک ایک زور دار گڑگڑاہٹ کی آواز سنائی دی اور پل درمیان سے ٹوٹ کر تیزی سے نیچے جھکتا چلا گیا۔ تنویر کے منہ سے بے اختیار چیخ نکل گئی۔ وہ اچھلا اور اس نے فوراً دونوں ہاتھ پھیلا کر پل کے کنارے پکڑ لئے۔ لیکن اب کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ نیچے جھکنے والے پل کے دونوں حصے چٹانوں سے الگ ہو کر نیچے بہتے ہوئے لاوے میں گرتے چلے گئے اور تنویر کی آخری چیخ نے ماحول تھرا کر رکھ دیا۔

پل ٹوٹتے اور تنویر کو اس کے ساتھ لاوے میں گرتے دیکھ کر عمران اور اس کے ساتھی بھونچکے رہ گئے تھے۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر لاوے کی طرف دیکھ رہے تھے جہاں تنویر پل سمیت گرا تھا اور لاوے نے پل اور تنویر کو ایک لمحے میں نگل لیا تھا۔ تیسرے مرحلے کی قیدی شیطانی طاقتوں نے اس بار تنویر کو بھینٹ کے لئے چنا تھا اور آخر کار وہ ان کی بھینٹ چڑھ ہی گیا تھا۔

عمران کا تو یہ حال تھا جیسے تنویر کو اس طرح آگ میں گرتے دیکھ کر اس کا دل دھڑکنا رک گیا ہو۔ وہ پتھر کی طرح ساکت ہو گیا تھا۔ چوہان کے بعد جولیا اور اب تنویر کو موت کے منہ میں جاتے دیکھ کر صفدر اور کیپٹن شکیل کے جسموں میں بھی لرزا سا طاری ہو گیا

تھا۔ جوزف نے بھی پریشانی کے عالم میں جبڑے بھینچ لئے تھے۔

تنویر کے ہلاک ہوتے ہی زارکا اور اس کی جن زاد بہنیں پہلے کی طرح پھر غائب ہو کر ان کے پاس آ گئی تھیں۔

''ہم تو یہی سمجھ رہی تھیں کہ شیطانی طاقتیں تم سب سے بے خبر ہیں اور اس بار تم میں سے کسی کو ان کی بھینٹ نہیں چڑھنا پڑے گا لیکن افسوس۔ ہم غلط فہمی میں تھیں''...... زارکا نے عمران کی جانب دیکھتے ہوئے ہمدردی بھرے لہجے میں کہا۔ عمران نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا وہ اسی طرح ساکت کھڑا بہتے ہوئے لاوے کی جانب دیکھ رہا تھا جیسے اسے امید ہو کہ وہ کوئی خواب دیکھ رہا ہے اور جب اس کا خواب ختم ہو گا اور اس کی آنکھیں کھلیں گی تو تنویر اس کے سامنے ہو گا۔

''یہ غار تمہیں چوتھے مرحلے کی طرف لے جائے گا۔ غار زیادہ طویل نہیں ہے۔ لیکن اس غار میں دائیں بائیں دونوں طرف شیطانی طاقتوں کے بت بنے ہوئے ہیں۔ اس غار میں ایک شیطانی طاقت ہے۔ جو ان بتوں کے ساتھ بت بنی ہوئی ہے۔ ان بت بنے انسانوں کے ہاتھوں میں نیزے۔ تلواریں اور کلہاڑیاں ہیں۔ تمہیں ان سب پر دھیان دینا ہو گا اور ان سے بچ کر نکلنا ہو گا۔ ان میں سے کون سا بت شیطانی طاقت کا ہے اس کے بارے میں کچھ نہیں بتایا جا سکتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ جیسے ہی تم شیطانی طاقت کے بت کے سامنے سے گزرو وہ اچانک حرکت میں آ جائے اور وہ

تم میں سے کسی ایک کو ہلاک کر دے اس لئے غار میں موجود تمام بتوں پر گہری نظر رکھنا ان میں سے جس بت میں تمہیں حرکت دکھائی دے اس سے کم از کم چار فٹ دور ہٹ کر گزرنا وہ تم پر چار فٹ تک حملہ کر سکتی ہے اس سے زیادہ فاصلے پر نہیں''...... زارکا نے عمران کو چوتھے مرحلے کے بارے میں بتاتے ہوئے کہا اور پھر اس نے مڑ کر اپنی بہنوں کی طرف اشارہ کیا تو ان سب نے ایک ساتھ اثبات میں سر ہلا دیئے اور پھر زارکا اور اس کی بہنیں اس غار کی طرف بڑھتی چلی گئیں۔

عمران بدستور ساکت کھڑا تھا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے اس نے زارکا کی کوئی بات سنی ہی نہ ہو۔

''باس۔ وہ پانچوں غار میں چلی گئیں ہیں''...... جوزف نے آگے بڑھ کر عمران سے مخاطب ہو کر کہا لیکن عمران کے انداز میں کوئی فرق نہ آیا۔

''باس۔ چلیں۔ ہم زیادہ دیر یہاں نہیں رک سکتے ہیں''۔ جوزف نے ایک بار پھر عمران سے کہا لیکن عمران ویسے ہی کھڑا رہا تو جوزف آگے بڑھا اور اس نے عمران کے کاندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔

''باس''...... جوزف نے کہا تو اچانک عمران نے ایک زوردار جھرجھری لی اور پھر جیسے اچانک اسے ہوش آ گیا۔

''تت۔ تت۔ تنویر''...... عمران کے منہ سے نکلا۔

''تنویر ہمیں چھوڑ کر چلا گیا ہے عمران صاحب۔ اب وہ کبھی واپس نہیں آئے گا''...... کیپٹن شکیل نے افسوس زدہ لہجے میں کہا۔

''نہیں نہیں یہ نہیں ہو سکتا۔ تنویر نہیں مر سکتا۔ یہ کیسے ہو گیا۔ وہ پل کیسے ٹوٹ گیا۔ تم سب اور میں بھی تو اسی پل پر چل کر آئے تھے۔ پھر تنویر کے وزن سے پل کیسے ٹوٹ گیا''...... عمران نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

''پل تنویر کے وزن سے نہیں ٹوٹا تھا باس۔ وہ تیسرے مرحلے کی شیطانی طاقتوں کا شکار بنا ہے۔ اس بار شیطانی طاقتوں نے اسے ہی اپنی بھینٹ کے لئے منتخب کیا تھا''...... جوزف نے کہا تو عمران ایک بار پھر اس کی جانب کھا جانے والی نظروں سے گھورنے لگا۔

''اگر تم نے ہمارا ساتھ نہیں دینا تھا اور ہماری مدد نہیں کرنی تھی تو تم ہمارے ساتھ آئے ہی کیوں تھے''...... عمران نے غراتے ہوئے کہا۔

''میں مجبور ہوں باس''...... جوزف نے سر جھکاتے ہوئے کہا۔

''مجبور ہو۔ کیا مطلب۔ کیا مجبوری ہے تمہیں''...... عمران نے چونک کر کہا۔

''ابھی میں آپ کو کچھ نہیں بتا سکتا''...... جوزف نے کہا۔

''ہونہہ۔ ابھی نہیں بتاؤ گے تو کب بتاؤ گے جب ایک ایک کر کے ہم سب ختم ہو جائیں گے''...... عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

''میں آپ سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں باس کہ آپ شاہ صاحب کے حکم پر عمل کریں۔ شاہ صاحب کے حکم پر عمل کرنے میں ہی سب کی بھلائی ہے''...... جوزف نے قدرے دھیمے لہجے میں کہا۔

''بھلائی۔ اسے تم بھلائی کہہ رہے ہو۔ سب شیطانی طاقتوں کا شکار ہو کر لقمہ اجل بنتے جا رہے ہیں اور تم کہہ رہے ہو کہ اسی میں بھلائی ہے''...... عمران نے غراتے ہوئے کہا۔

''جو ہو رہا ہے اسے ہونے دیں۔ فار گاڈ سیک باس''۔ جوزف نے التجائیہ لہجے میں کہا۔

''ابھی دو راستے اور باقی ہیں جوزف اور تم کہہ رہے ہو کہ جو ہو رہا ہے اسے ہونے دوں۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ جس طرح چوہان، جولیا اور پھر تنویر ان شیطانوں کی بھینٹ چڑھے ہیں اسی طرح یہ دونوں یا ہم دونوں ان کی بھینٹ چڑھ جائیں''...... عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''میں اس سلسلے میں کچھ نہیں کہوں گا باس۔ چلیں۔ وہ پانچوں غار کے چوتھے مرحلے میں داخل ہو چکی ہیں۔ ہمیں بھی اب اندر جانا ہے''...... جوزف نے سر جھٹک کر کہا جیسے وہ عمران سے بہت کچھ کہنا چاہتا ہو مگر واقعی کسی مجبوری کے تحت نہ کہہ پا رہا ہو۔

''نہیں۔ جب تک تم مجھے کنفرم نہیں کرو گے کہ اب ان دونوں میں سے کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا اس وقت تک میں اندر نہیں

جاؤں گا''......عمران نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

''سوری باس۔ میں اس بات کی آپ کو کوئی گارنٹی نہیں دے سکتا''...... جوزف نے اس بار قدرے تلخ لہجے میں کہا اور عمران چونک کر اس کی شکل دیکھنے لگا۔ جوزف نے زندگی میں پہلی بار اس سے اس طرح تلخ انداز میں بات کی تھی۔

''یہ تم کہہ رہے ہو''......عمران نے حیرت زدہ انداز میں کہا۔

''یس باس۔ میں حقیقت کا رنگ دیکھ رہا ہوں جو آپ کی نظروں سے پوشیدہ ہے۔ آپ میری بات مانیں اور مجھ سے ابھی کچھ مت پوچھیں اور وہی کریں جو زارکا چاہتی ہے''...... جوزف نے کہا۔

''نہیں۔ اب جو بھی ہو جائے میں چوتھے مرحلے میں نہیں جاؤں گا۔ اگر مرنا ہی ہے تو اب ہم سب ایک ساتھ ہی مریں گے۔ اب میں ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھاؤں گا''......عمران نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

''ایسا کر کے آپ شاہ صاحب کے حکم کی روگردانی کریں گے باس''......جوزف نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

''کچھ بھی ہو میں اب اپنے باقی ساتھیوں کی زندگی کا کوئی رسک نہیں لے سکتا یا پھر تم مجھے گارنٹی دو کہ تم انہیں چوتھے اور پانچویں مرحلے میں کچھ نہیں ہونے دو گے یا پھر اب ہم میں سے کوئی آگے نہیں جائے گا''......عمران نے اسی انداز میں کہا۔

''نو باس سوری۔ آئی ایم رئیلی ویری سوری۔ میں آپ کو کوئی گارنٹی نہیں دے سکتا ہوں''...... جوزف نے سر جھکاتے ہوئے بڑے دھیمے لہجے میں کہا تو عمران نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے اور اسے کھا جانے والی نظروں سے گھورنے لگا۔ اسی لمحے اچانک وہاں تاریکی چھا گئی۔

''یہ کیا ہوا۔ یہ تاریکی کیوں چھا گئی ہے''......عمران نے چونک کر کہا اس سے پہلے کہ کوئی کچھ کہتا اچانک ایک تیز اور انتہائی جلال بھری آواز سنائی دی۔

''عمران۔ تمہیں جو حکم دیا ہے اس پر عمل کرو۔ جوزف کی باتوں کو سمجھنے کی کوشش کرو اور وہ جیسا کہہ رہا ہے اس پر عمل کرو۔ اپنی ہٹ دھرمی چھوڑو اور آگے بڑھو یہ شاہ صاحب کا حکم ہے''۔ جلال بھری آواز نے کہا اور اس آواز کو سن کر عمران بے اختیار اچھل پڑا۔ یہ آواز وہ پہچان گیا تھا۔ یہ سلطان بابا کی آواز تھی جو اسے قبرستان میں ملے تھے جہاں انہوں نے شاہ صاحب کا پہلا پیغام دیا تھا۔

''سلطان بابا آپ''......عمران نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا لیکن اس بار اسے سلطان بابا کی کوئی آواز سنائی نہیں دی۔

''سلطان بابا''......عمران نے ایک بار پھر سلطان بابا کو پکارا لیکن سلطان بابا نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا دوسرے لمحے عمران کی آنکھوں کے سامنے سے تاریکی چھٹ گئی۔ عمران اب بھی وہیں کھڑا تھا جہاں جوزف، صفدر اور کیپٹن شکیل موجود تھے۔

"باس میری بات مان جائیں۔ چلیں یہاں سے"...... جوزف نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔ عمران ان تینوں کی طرف غور سے دیکھ رہا تھا۔ وہ ان سب کے چہروں پر سلطان بابا کی آواز کا تاثر دیکھنا چاہتا تھا لیکن ان سب کے چہرے دیکھ کر ایسا لگ رہا تھا جیسے انہوں نے سلطان بابا کی آواز سنی ہی نہ ہو۔

"کیا تم نے ابھی کوئی آواز سنی ہے"......عمران نے پوچھا۔

"آواز۔ کیسی آواز"...... جوزف نے حیران ہو کر کہا تو عمران ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔

"تم دونوں نے بھی کچھ نہیں سنا"......عمران نے کیپٹن شکیل اور صفدر سے پوچھا۔

"نہیں۔ ہم نے تو کوئی آواز نہیں سنی۔ کیوں کیا آپ نے کوئی آواز سنی ہے۔ کیسی آواز تھی وہ"......صفدر نے کہا۔

"کچھ نہیں۔ آؤ۔ اب ہمارے پاس واقعی آگے بڑھتے رہنے کے سوا کوئی راستہ نہیں ہے"......عمران نے کہا تو جوزف کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

"گڈ گاڈ باس۔ اب آپ نے صحیح فیصلہ کیا ہے"...... جوزف نے انتہائی مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب۔ ابھی تو آپ جوزف سے کہہ رہے تھے کہ جب تک یہ ہماری زندگیوں کی ضمانت نہیں دے گا آپ اندر نہیں جائیں گے"......صفدر نے چونکتے ہوئے کہا۔

"چھوڑو۔ یہ خود ہماری طرح موت کی راہوں کا مسافر بنا ہوا ہے یہ ہماری زندگیوں کی ضمانت کیا دے سکتا ہے۔ ہمیں اب خود ہی کچھ نہ کچھ کرنا ہو گا۔ آؤ"......عمران نے کہا اور مڑ کر غار کے دہانے کی جانب بڑھتا چلا گیا۔ اسے غار کی طرف جاتے دیکھ کر صفدر اور کیپٹن شکیل نے حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا جیسے انہیں عمران کی بات کی سمجھ نہ آئی ہو پھر انہوں نے طویل سانس لئے اور عمران کے پیچھے قدم اٹھانے لگے۔ جوزف بھی اپنا سامان لئے ان کے پیچھے چل پڑا۔

غار کافی لمبا چوڑا تھا اور وہاں روشنی بھی تھی۔ روشنی کا منبع کیا تھا یہ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ لیکن وہاں واقعی غار کی دیواروں کے پاس فرعونوں کے دور کے ہرکاریوں جیسے انسانی بت کھڑے دکھائی دے رہے جنہوں نے فرعون کے درباری ہرکاریوں والے مخصوص لباس پہن رکھے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں تلواریں، نیزے اور خنجروں کے ساتھ ساتھ بڑے پھلوں والے کلہاڑے بھی دکھائی دے رہے تھے۔

انسانی بت باقاعدہ ایکشن میں دکھائی دے رہے تھے۔ جیسے ان کے سامنے کوئی دشمن ہو اور وہ ان کا مقابلہ کر رہے ہوں۔ ان کے انداز تلوار، نیزے، خنجر اور کلہاڑے مارنے والے تھے۔

غار کی چوڑائی تقریباً دس فٹ تھی اور بت دونوں اطراف میں دیواروں کے بالکل ساتھ لگے ہوئے تھے۔

''ان میں سے ہی کوئی ایک شیطانی طاقت ہے جو ہم میں سے کسی پر بھی حملہ کر سکتی ہے۔ ہمیں دونوں طرف کے بتوں سے چار چار فٹ دور رہنا ہے''...... جوزف نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

''تب پھر ہمیں غار کے درمیان میں ہی رہ کر آگے بڑھنا چاہئے''...... عمران نے کہا۔

''یس باس۔ رذیل شیطانی طاقتوں سے بچنے کا بس یہی بہتر طریقہ ہے''...... جوزف نے جواب دیا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ غار کے درمیان میں ان کے پاس دو فٹ کی جگہ تھی اس لئے وہ ساتھ ساتھ چلنے کی بجائے ایک دوسرے کے پیچھے چل رہے تھے۔ عمران آگے تھا اس کے پیچھے صفدر پھر کیپٹن شکیل اور پھر جوزف۔ آگے بڑھتے ہوئے وہ دائیں بائیں موجود بتوں پر نظر رکھے ہوئے تھے لیکن وہ بالکل ساکت تھے۔

''بس میرے پیچھے چلتے رہو۔ دائیں بائیں نہ ہونا''...... عمران نے ان سے مخاطب ہو کر کہا۔ غار بالکل سیدھا جا رہا تھا اور چونکہ وہاں روشنی تھی اس لئے انہیں دور غار کا دوسرا سرا دکھائی دے رہا تھا جس کا دہانہ کھلا ہوا تھا۔

''یس باس۔ بس ہمیں اس دہانے تک جانا ہے۔ اس دہانے سے نکلتے ہی ہم ان شیطانی راستوں کی مصیبتوں سے آزاد ہو جائیں گے''...... جوزف نے کہا۔

''کیا مطلب۔ کیا ہمیں چار راستے ہی عبور کرنے تھے۔ لیکن

زارکا نے تو کہا تھا کہ ہمیں پانچ راستوں پر سفر کرنا ہے''...... عمران نے چونک کر کہا۔

''یس باس۔ غار کے دوسری طرف وہ وادی ہے جہاں وہ پہاڑ موجود ہے جس کے نیچے اقارم کا بت مدفن ہے۔ ہمیں اس دہانے نکلنا ہے۔ دہانے سے نکلتے ہی ہم پانچواں مرحلہ بھی عبور کر لیں گے۔ آپ آگے چلیں آپ کو خود ہی معلوم ہو جائے گا کہ میں کیا کہنا چاہتا ہوں''...... جوزف نے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''کیا یہ دہانہ کھلا ہوا ہے''...... عمران نے پوچھا۔

''نو باس۔ دہانہ بظاہر کھلا ہوا ہے لیکن ہم یہاں سے ایسے ہی نہیں گزر سکیں گے۔ میں صرف آپ کو اتنا ہی بتا سکتا ہوں کہ باطلی دنیا کے آخری دو مرحلے اسی غار میں ہیں۔ پہلے مرحلے میں ہمیں ان بتوں میں چھپی ہوئی شیطانی طاقت سے خود کو بچانا تھا اور دوسرے مرحلے میں ہمیں اس غار سے باہر نکلنا ہے''...... جوزف نے کہا تو عمران ایک طویل سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ اسے سلطان بابا نے خود اس باطلی دنیا میں آ کر انتہائی سختی سے حکم دیا تھا اس لئے عمران کے پاس اب کوئی چارہ نہیں رہ گیا تھا کہ وہ جوزف کی کسی بات سے انحراف کر سکے۔

ابھی وہ تھوڑی ہی دور گئے ہوں گے کہ اچانک ایک بار پھر ان کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ اندھیرا ہوتے ہی عمران رک گیا اور اس

کے پیچھے اس کے ساتھی بھی رک گئے۔

''اب یہاں اندھیرا کیوں ہو گیا ہے''...... عمران نے بڑبڑاتے ہوئے انداز میں کہا۔ اسی لمحے اچانک اسے کیپٹن شکیل کی انتہائی تیز اور کربناک چیخ سنائی دی۔ عمران کو ایسا محسوس ہوا تھا جیسے اس کے دائیں طرف سے کوئی بجلی کی سی تیزی سے آیا ہو اور وہ صفدر کے پیچھے موجود کیپٹن شکیل سے ٹکرایا ہو۔

کیپٹن شکیل کی چیخیں انتہائی لرزہ خیز تھیں جیسے اس کے سینے میں کسی بت کا نیزہ گھس گیا ہو۔ چند لمحے کیپٹن شکیل کی چیخیں سنائی دیتی رہیں پھر آہستہ آہستہ اس کی چیخیں دم توڑتی چلی گئیں۔ جیسے ہی کیپٹن شکیل کی چیخیں ختم ہوئیں ان کے سامنے سے اندھیرا ختم ہو گیا اور جیسے ہی ان کی آنکھیں دیکھنے کے قابل ہوئیں وہ بے اختیار اچھل پڑے۔ کیپٹن شکیل دائیں طرف گرا ہوا تھا اور ایک بت اس پر جھکا ہوا تھا۔ اس بت کے ہاتھ میں ایک نیزہ تھا جو کیپٹن شکیل کے سینے میں گھسا ہوا تھا اور کیپٹن شکیل کے سینے سے خون ابل ابل کر زمین پر پھیلتا جا رہا تھا۔

''اندھیرا ہوتے ہی یہ ڈر کر دائیں طرف ہو گیا تھا۔ اس طرف یہ شیطانی بت موجود تھا اس نے انہیں نیزہ مار دیا''...... جوزف نے کہا تو عمران نے غصے اور بے بسی سے جبڑے بھینچ لئے۔

''کیپٹن شکیل بھی گیا۔ اب صرف میں بچا ہوں۔ اس کا مطلب ہے کہ اگلی باری میری ہے''...... صفدر نے لرزتے ہوئے لہجے میں

کہا تو عمران بے بس نظروں سے اس کی جانب دیکھنے لگا۔ اسی لمحے اچانک وہاں موجود ہرکاروں جیسے بت ایک ایک کر کے وہاں سے غائب ہونا شروع ہو گئے۔ کچھ ہی دیر میں بتوں سے سارا غار خالی ہو گیا۔ ان بتوں کے غائب ہوتے ہی وہاں زارکا اور اس کی چاروں جن زاد بہنیں نمودار ہو گئیں۔

''رکو نہیں۔ آگے بڑھو۔ جلدی''...... زارکا نے چیختے ہوئے کہا اور تیزی سے سامنے کی طرف دوڑتی چلی گئی۔ اس کے پیچھے اس کی بہنیں بھی بھاگ پڑیں۔ عمران اور صفدر انہیں بھاگتے دیکھ ہی رہے تھے کہ اچانک زور دار گڑگڑاہٹ کی آواز سنائی دی اور غار بری طرح سے لرزنا شروع ہو گیا۔

''جلدی کرو باس۔ بھاگو''...... جوزف نے چیخ کر کہا تو عمران فوراً اس طرف بھاگ پڑا جس طرف زارکا اور اس کی جن زاد بہنیں بھاگ رہی تھیں۔ اسی لمحے غار کے دائیں بائیں دیواروں کی چٹانیں بری طرح سے ٹوٹنا شروع ہو گئیں اور چھت سے بھی بڑے بڑے پتھر گرنے لگے تو صفدر بھی بوکھلا کر عمران کے پیچھے بھاگ پڑا۔ جوزف نے بھی فوراً بھاگنا شروع کر دیا۔ ان کے پیچھے زور دار دھماکے ہونا شروع ہو گئے جو غار کی چٹانیں گرنے سے ہو رہے تھے۔ آگے بھاگتے ہوئے عمران اور اس کے ساتھیوں کے ارد گرد بھی پتھر گر رہے تھے لیکن وہ رکے بغیر بھاگتے رہے۔ ان کے پیچھے گرد و غبار کا طوفان اٹھ رہا تھا۔

تیزی سے بھاگتے ہوئے وہ سب غار کے دہانے کے پاس پہنچ گئے۔ دور سے عمران کو غار کا جو دہانہ کھلا ہوا نظر آ رہا تھا وہ ایک سیاہ رنگ کی بڑی سی چٹان تھی۔ جسے دور سے دیکھنے سے ایسا لگتا تھا جیسے غار کا دہانہ کھلا ہوا ہو۔ زارکا اور اس کی بہنیں بھی دہانے کے پاس رک گئی تھیں۔

وہ سب دہانے کے پاس رک گئے تھے لیکن غار ابھی تک بری طرح سے لرز رہا تھا اور اس کی چھت اور دیواریں گر رہی تھیں۔

''ہمیں یہاں سے جلد سے جلد نکلنا ہو گا ورنہ تمہارے ساتھ ہم بھی اس غار میں ہمیشہ کے لئے دفن ہو جائیں گی''...... زارکا نے پریشان انداز میں کہا۔

''لیکن دہانہ تو بند ہے۔ ہم باہر کیسے نکلیں گے''...... عمران نے کہا۔

''غار کھولنے کے لئے تمہیں اپنے ان دو ساتھیوں میں سے ایک کے خون کی بھینٹ دینی ہو گی۔ اس چٹان پر ان میں سے کسی ایک کا خون پڑے گا تو یہ چٹان یہاں سے غائب ہو جائے گی''۔ زارکا نے کہا تو عمران بری طرح سے اچھل پڑا۔

''یہ ٹھیک کہہ رہی ہے باس۔ ہمیں یہاں سے نکلنے کے لئے سیاہ چٹان پر خون ڈالنا ہو گا''...... جوزف نے کہا اور اس نے کاندھوں سے اپنا بیگ اتار کر اس سے ایک تلوار نما تیز دھار خنجر نکال لیا۔

''یہ تم کیا کر رہے ہو۔ کیا تم چٹان پر اپنا خون ڈالو گے''۔

عمران نے چونک کر کہا۔

”نو باس۔ ہمیں باہر جانے کے لئے صفدر کے خون کی ضرورت ہے“...... جوزف نے کہا اور اس کی بات سن کر عمران اور صفدر دونوں چونک پڑے۔ صفدر جوزف کے نزدیک ہی کھڑا تھا اس سے پہلے کہ عمران یا صفدر کچھ کہتے اچانک جوزف کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا اور اس نے خنجر صفدر کے عین سینے میں مار دیا۔ صفدر کے حلق سے ایک دردناک چیخ نکلی اور وہ اچھل کر نیچے گر گیا۔ جوزف نے اس کے سینے میں اتنی طاقت سے خنجر مارا تھا کہ خنجر صفدر کے سینے میں گھس کر اس کی کمر سے نکل آیا تھا اور اس کے سینے سے خون کا فوارا سا اچھل پڑا اور وہ زمین پر گر کر بری طرح سے تڑپنا شروع ہو گیا۔

جوزف اس بے دردی سے صفدر کو خنجر مار سکتا ہے یہ دیکھ کر عمران ساکت رہ گیا تھا۔ چند ہی لمحوں میں صفدر تڑپ تڑپ کر ساکت ہو گیا۔

”یہ مر گیا ہے۔ جلدی کرو۔ اس کا خون اٹھا کر سیاہ چٹان پر ڈالو“...... زارکا نے چیختے ہوئے کہا تو جوزف تیزی سے آگے بڑھا اور اس نے جھک کر دونوں ہاتھوں کا پیالا سا بنایا اور صفدر کے سینے سے ابلتا ہوا خون بھر بھر کر سیاہ چٹان پر اچھالنے لگا۔ عمران آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر جوزف کی طرف دیکھ رہا تھا جو اس کا ساتھی اور اس کا دوست ہونے کی بجائے ایک خوفناک درندہ اور انتہائی سفاک قاتل

دکھائی دے رہا تھا۔ جوزف نے جس طرح سے زارکا کی بات مانی تھی اور صفدر کا خون ہاتھوں کے پیالے میں بھر بھر کر سیاہ چٹان پر ڈال رہا تھا اسے دیکھ کر ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ عمران کا نہیں بلکہ زارکا کا ساتھی ہو۔

جوزف نے جب تیسری بار صفدر کا خون ہاتھوں میں بھر کر سیاہ چٹان پر اچھالا تو اچانک بھک کی تیز آواز سنائی دی اور سیاہ چٹان اچانک دھواں بن کر وہاں سے غائب ہوتی چلی گئی۔ غار سے آگے ایک کھلی وادی تھی جہاں دور دور تک طویل پہاڑی سلسلے دکھائی دے رہے تھے۔ باہر ہر طرف دھواں ہی دھواں دکھائی دے رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے زمین پر ہر طرف دھویں کے بادل بچھے ہوں۔ ان بادلوں میں زمین کا کوئی حصہ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

”آؤ۔ جلدی باہر آؤ“...... زارکا نے چیختے ہوئے کہا اور چھلانگ لگا کر تیزی سے غار سے باہر نکلتی چلی گئی۔ اس کے بعد اس کی بہنیں غار سے باہر گئیں اور پھر جوزف بھی تیزی سے باہر کی طرف لپکا۔

”جلدی کریں باس۔ باہر بھاگیں۔ یہ غار تباہ ہو رہا ہے اگر ہم جلدی یہاں سے نہ نکلے تو ہم ہمیشہ کے لئے اس پہاڑ تلے دفن ہو جائیں گے“...... جوزف نے چیختے ہوئے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ عمران کچھ سمجھتا جوزف نے جھپٹا مار کر اسے پکڑا اور اسے لئے ہوئے بجلی کی سی تیزی سے غار سے باہر بھاگتا چلا گیا۔ جیسے ہی وہ

غار سے باہر نکلے ایک زور دار گڑگڑاہٹ ہوئی اور غار سارے کا سارا نیچے بیٹھتا چلا گیا۔ غار سے نکل کر جوزف عمران کو لے کر کچھ دور تک دوڑتا گیا پھر وہ رک گیا جبکہ زارکا اور اس کی جن زاد بہنیں تیزی سے سامنے نظر آنے والے ایک اونچے پہاڑ کی جانب بھاگتی چلی گئی تھیں۔ وہ پہاڑ سیاہ رنگ کا تھا اور اس کی چوٹی جیسے آسمان سے باتیں کرتی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔ جوزف آگے جا کر رکا اور اس نے عمران کو چھوڑ دیا۔

”مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی جوزف کہ تم بھی ان شیطانی ذریتوں کا ساتھ دو گے۔ تم نے جس درندگی اور سفاکی سے صفدر کو قتل کیا ہے اسے دیکھ کر میرے دل میں تمہارے لئے شدید غصہ اور نفرت امڈ آئی ہے“...... عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”ابھی ان سب باتوں کا وقت نہیں ہے باس۔ میں اگر ایسا نہ کرتا تو ہم دونوں بھی ہمیشہ کے لئے اس غار میں دفن ہو جاتے“...... جوزف نے کہا۔

”تم نے خنجر نکالا تو میں یہی سمجھا تھا کہ تم اپنی قربانی دینا چاہتے ہو مگر۔ ہونہہ۔ تمہیں اپنی جان اتنی پیاری تھی کہ تم نے سوچے سمجھے بغیر ہی صفدر پر خنجر چلا دیا تھا“...... عمران نے اسی انداز میں کہا۔

”آپ ابھی نہیں سمجھو گے باس“...... جوزف نے کہا پھر وہ سر اٹھا کر جن زادیوں کی طرف دیکھنے لگا جو مسلسل بھاگی چلی جا رہی تھیں۔ جوزف اور عمران ابھی ان کی طرف دیکھ ہی رہے تھے کہ

اچانک ایک طرف سے انہیں ایک بوڑھا آدمی اور ایک پہلوان نما آدمی اپنی طرف آتے دکھائی دیئے جو اچانک ہی دائیں طرف موجود ایک پہاڑی غار سے نکلے تھے۔ وہ دونوں ڈاکٹر کرسٹائن اور زامبا تھے جو ابھی باطلی دنیا کے آخری مرحلے کی غار سے نکلے تھے۔ غار سے باہر آتے ہی وہ جوزف اور عمران کو دیکھ کر وہیں رک گئے۔

”یہ کون ہیں“...... ڈاکٹر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ عمران اور جوزف بھی حیرت بھری نظروں سے انہیں دیکھ رہے تھے۔ پھر ڈاکٹر کرسٹائن اور زامبا دونوں تیزی سے آگے بڑھے اور ان کے سامنے آ کر کھڑے ہو گئے۔

”آقا یہ عمران اور اس کا حبشی غلام جوزف ہے“...... گوشت کے پہاڑ نے اپنے ساتھ آنے والے ڈاکٹر کرسٹائن کو بتاتے ہوئے کہا۔

”مگر یہ دونوں یہاں کیسے پہنچ گئے۔ تم نے تو کہا تھا کہ یہ ہم سے پہلے دوسرے راستوں سے باہر نہیں نکل سکیں گے“...... ڈاکٹر کرسٹائن نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”انہیں یہاں دیکھ کر مجھے بھی حیرت ہو رہی ہے آقا“...... زامبا نے کہا۔

”اگر یہ دونوں یہاں ہیں تو پھر بلیک پرنسز بھی ان کے ساتھ یہاں پہنچ گئی ہوں گی“...... ڈاکٹر کرسٹائن نے کہا۔

''ہاں آقا۔ وہ دیکھیں وہ پانچوں اس پہاڑ کی طرف بھاگی جا رہی ہیں جس کے نیچے اقارم دفن ہے''...... زامبا نے کہا۔

''اوہ۔ اوہ روکو انہیں۔ روکو۔ اگر وہ ہم سے پہلے وہاں پہنچ گئیں تو ہم اقارم تک کبھی نہیں پہنچ سکیں گے۔ روکو۔ انہیں روکو''...... ڈاکٹر نے چیختے ہوئے کہا۔

''انہیں روکنے سے پہلے ہمیں ان دونوں کو ختم کرنا ہو گا آقا۔ آپ رکیں میں پہلے ان کا انتظام کرتا ہوں''...... زامبا نے کہا اور پھر وہ مست ہاتھی کی چال چلتا ہوا عمران اور جوزف کی جانب بڑھنے لگا۔

جوزف نے اسے اپنی طرف آتے دیکھ کر فوراً کاندھوں سے بیگ اتارا اور اس نے بیگ کھول کر جلدی جلدی اس میں سے کچھ ڈھونڈنا شروع کر دیا۔

''یہ ڈاکٹر کرسٹائن کی شیطانی طاقت زامبا ہے باس۔ یہ دونوں بھی اقارم کے لئے یہاں آئے ہیں۔ آپ پیچھے ہٹ جائیں۔ ان دونوں سے تو میں آسانی سے نپٹ لوں گا''...... جوزف نے تیز لہجے میں کہا تو عمران فوراً پیچھے ہٹ گیا۔ ابھی جوزف بیگ کھول کر اس میں سے کچھ ڈھونڈ ہی رہا تھا کہ اچانک زامبا نے ایک لمبی چھلانگ لگائی اور تقریباً ہوا میں اُڑتا ہوا جوزف کے پاس آ گیا۔ اس سے پہلے کہ جوزف سنبھلتا۔ زامبا نے اچانک اس کے سینے پر زور دار لات مار دی۔ جوزف کے منہ سے ایک زور دار چیخ نکلی اور

وہ بیگ چھوڑ کر ہوا میں اُڑتا ہوا دور جا گرا۔

''آقا آپ اس سیاہ فام حبشی کے آقا پر گولوگی کا منتر پڑھ کر پھونک دیں اور اسے جلا کر بھسم کر دیں۔ جلدی''...... زامبا نے چیخ کر ڈاکٹر کرسٹائن سے مخاطب ہو کر کہا تو ڈاکٹر کرسٹائن وہیں رک گیا اور اس نے فوراً آنکھیں بند کر کے منہ ہی منہ میں کچھ پڑھنا شروع کر دیا۔ عمران ہکا بکا انداز میں ایک جگہ کھڑا انہیں دیکھ رہا تھا اسے ایک فیصد بھی یقین نہیں تھا کہ دیو ہیکل انسان اس طرح سے لات مار کر جوزف کو ہوا میں اچھال سکتا ہے۔

ادھر جوزف ابھی اٹھا ہی تھا کہ زامبا ایک بار پھر چھلانگ لگا کر اس کے پاس آ گیا اس بار زامبا نے جوزف کے پیٹ میں زور دار گھونسہ مارا تو جوزف بری طرح سے ڈکراتا ہوا پیچھے ہٹتا چلا گیا۔ زامبا ایک بار پھر آگے بڑھا اور اس نے دوہرے ہوتے ہوئے جوزف کو اچانک دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر ایک جھٹکے سے اوپر اٹھایا اور ساتھ ہی ہاتھوں کو مخصوص انداز میں حرکت دی تو جوزف اس کے ہاتھوں میں قلابازی کھانے والے انداز میں گھوم گیا۔ زامبا نے جوزف کو اسی طرح سے گھماتے ہوئے اچانک اسے پوری قوت سے زمین پر پٹکنا چاہا لیکن اسی لمحے جوزف بجلی کی سی تیزی سے تڑپ کر اس کے ہاتھوں سے آزاد ہو گیا۔ جوزف نے اس کے ہاتھوں سے نکل کر نیچے گرتے ہوئے قلابازی کھائی اور پیروں کے بل زمین پر آ گیا۔ زامبا نے اسے ہاتھوں سے نکلتے اور پیچھے گرتے

دیکھا تو وہ بجلی کی سی تیزی سے پلٹا۔ ابھی وہ پلٹا ہی تھا کہ جوزف نے اچھل کر پوری قوت سے دونوں ٹانگیں جوڑ کر زامبا کے سینے پر مار دیں۔ اگر کوئی اور ہوتا تو جوزف کی ٹانگوں کی ضرب کھا کر اچھل کر کئی فٹ دور جا گرتا لیکن زامبا تو جیسے فولاد کا بنا ہوا تھا جوزف کی زور دار ٹانگیں کھا کر بھی وہ اپنی جگہ سے نہیں ہلا تھا۔

زامبا کو ٹانگیں مار کر جوزف جیسے ہی نیچے گرا۔ زامبا فوراً اس پر جھکا اور اس نے جوزف کو ایک بار پھر پکڑ کر اوپر اٹھانا چاہا لیکن جوزف نے لیٹے لیٹے اپنا جسم گھمایا اور زامبا کے دائیں طرف آ گیا۔ اس سے پہلے کہ زامبا اس کی طرف پلٹتا جوزف نے اپنی ٹانگ گھما کر زامبا کی ٹانگ پر ماری لیکن اس کا بھی زامبا پر کچھ اثر نہ ہوا۔ یہ دیکھ کر جوزف نے لڑھکنیاں کھائیں اور فوراً اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے زامبا پر پوری قوت سے اور کاری وار کئے تھے لیکن زامبا پر کچھ اثر نہیں ہوا تھا اس لئے جوزف سمجھ گیا تھا کہ اس کا زامبا جیسی شیطانی مخلوق سے لڑنا بے کار ہے وہ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا لیکن اگر وہ زامبا کی گرفت میں آ گیا تو زامبا اسے نہیں چھوڑے گا اور وہ اس کے ٹکڑے اُڑا کر رکھ دے گا۔

اسے اٹھتے دیکھ کر زامبا تیزی سے اس کی طرف بڑھا لیکن اس سے پہلے کہ وہ جوزف تک پہنچتا جوزف نے فوراً الٹی قلابازی کھائی اور پھر وہ رکے بغیر الٹی قلابازیاں کھاتا ہوا زامبا سے دور ہٹتا چلا گیا۔

یہ دیکھ کر زامبا چھلانگیں لگاتا ہوا اس کی طرف بڑھنے لگا۔

جوزف قلابازیاں کھاتا ہوا اس طرف جا رہا تھا جہاں اس کا بیگ پڑا ہوا تھا۔

”باس۔ اس ڈاکٹر کرسٹائن کو گولی مار دو“...... جوزف نے عمران کے قریب سے گزرتے ہوئے کہا تو جیسے عمران کو ہوش آ گیا۔ ڈاکٹر کرسٹائن مسلسل آنکھیں بند کئے کچھ پڑھ رہا تھا اور وہ جوں جوں پڑھتا جا رہا تھا عمران کو اپنے جسم میں چیونٹیاں سے رینگتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔ جوزف کی بات سن کر اس نے فوراً اپنی جیب سے ریوالور نکالا اور پھر اس نے ہاتھ اٹھا کر فوراً ڈاکٹر کرسٹائن پر فائر کر دیا۔ گولی کے دھماکے کی آواز سے ماحول بری طرح سے گونج اٹھا تھا۔ ڈاکٹر کرسٹائن کو ایک زور دار جھٹکا لگا اور اس کی آنکھیں کھل گئیں۔ عمران نے ٹھیک اس کی پیشانی پر گولی ماری تھی جو اس کی کھوپڑی توڑتی ہوئی عقب سے نکل گئی تھی۔ ڈاکٹر کرسٹائن کی آنکھیں اوپر چڑھیں اور وہ الٹ کر گرتا چلا گیا۔

ڈاکٹر کرسٹائن کو اس طرح گولی کا شکار ہوتے دیکھ کر زامبا ٹھٹھک کر رک گیا۔

”یہ۔ یہ۔ یہ تم نے کیا کیا۔ تم نے میرے آقا کو ہلاک کر دیا ہے“...... زامبا نے بری طرح سے ہکلاتے ہوئے کہا۔

”اب تمہاری باری ہے زامبا“...... جوزف نے غراتے ہوئے کہا۔ وہ اپنے بیگ تک پہنچ گیا تھا۔ تھیلے سے وہی چاندی کی لمبے منہ والی بوتل نکال لی جس کے چند قطرے عمران نے اسے رانا

ہاؤس میں پلائے تھے اور جوزف کی جان بچائی تھی۔ جوزف بوتل لے کر فوراً سیدھا ہوا اور اس نے بوتل کا کارک نکال لیا۔ اس کی بات سن کر زامبا غراتا ہوا تیز تیز چلتا ہوا جوزف کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ جیسے ہی وہ جوزف کے سامنے آیا جوزف کا بوتل والا ہاتھ حرکت میں آیا اور اس نے اچانک بوتل کا محلول زامبا کی طرف اچھال دیا۔ بوتل سے ہلکے سبز رنگ کا محلول نکل کر جیسے ہی زامبا پر گرا زامبا کو ایک زور دار جھٹکا لگا اور وہ بڑے گھبرائے ہوئے انداز میں پیچھے ہٹتا چلا گیا۔

اس کے سینے اور پیٹ پر سبز محلول گرا تھا جہاں سے دھواں نکلنا شروع ہو گیا تھا اور اس کے جسم کی کھال تیزی سے گلتی جا رہی تھی۔

''یہ۔ یہ تم نے مجھ پر کیا پھینک دیا ہے۔ اوہ اوہ۔ تم نے مجھ پر لیماگا کنویں کا پانی ڈال دیا ہے۔ اس سے تو میں فنا ہو جاؤں گا۔ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ اگر مجھ پر لیماگا کنویں کا پانی ڈالا جائے تو اس سے میرا جسم گل جائے گا اور میں فنا ہو جاؤں گا''...... زامبا نے حلق کے بل چیختے ہوئے کہا۔

زارکا اور اس کی بہنیں جو سیاہ پہاڑ کی جانب بھاگی جا رہی تھیں وہ عمران کی چلائی ہوئی گولی کے دھماکے کی آواز سن کر وہیں رک گئیں اور پلٹ کر اس طرف دیکھ رہی تھیں۔ پھر اچانک وہ واپس مڑیں اور تیزی سے بھاگتی ہوئی اس طرف آنے لگیں۔

سبز محلول زامبا کا جسم اس بری طرح سے جلا رہا تھا جیسے

جوزف نے اس پر تیزاب ڈال دیا ہو۔ دوسرے لمحے زامبا گرا اور بری طرح سے تڑپنا شروع ہو گیا اور تڑپتے تڑپتے وہ ساکت ہو گیا۔ جیسے ہی وہ ساکت ہوا اس کی ناک سے سیاہ دھواں سا نکلا اور تیزی سے ہوا میں بلند ہو کر اس طرف بڑھتا چلا گیا جہاں ڈاکٹر کرسٹائن کی لاش پڑی تھی۔ ڈاکٹر کرسٹائن کی لاش کے پاس جاتے ہی دھویں کی ایک لکیر سی بنی اور پھر وہ لکیر ڈاکٹر کرسٹائن کی پیشانی سے ٹھیک اس جگہ ٹکرائی جہاں سے خون نکل رہا تھا۔ دوسرے لمحے عمران اور جوزف نے دھواں ڈاکٹر کرسٹائن کی کھوپڑی میں گھستے دیکھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے سارا دھواں ڈاکٹر کرسٹائن کی کھوپڑی میں سما گیا۔ جیسے ہی دھواں ختم ہوا اچانک ڈاکٹر کرسٹائن کے سر کے دونوں طرف موجود گولی سے بنے ہوئے سوراخ خود بخود بند ہوتے چلے گئے اور پھر اچانک اس نے ایک زور دار جھرجھری لی اور وہ یوں زندہ ہو کر بیٹھ گیا جیسے اسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

''اوہ۔ زامبا، ڈاکٹر کرسٹائن کے جسم میں سما گیا ہے باس۔ رکو میں ابھی اسے ختم کر کے آتا ہوں''...... جوزف نے چیختے ہوئے کہا اور لمبے منہ والی بوتل لے کر بجلی کی سی تیزی سے ڈاکٹر کرسٹائن کی طرف دوڑا جو اب اٹھ کر اپنے پیروں پر کھڑا ہو گیا تھا۔ جوزف کو اپنی طرف آتے دیکھ کر ڈاکٹر کرسٹائن نے ایک اور جھرجھری لی اور پھر اچانک اس کا جسم دھویں میں تبدیل ہو گیا اور پھر جب تک جوزف وہاں پہنچتا دھواں بھی وہاں سے تحلیل ہو چکا تھا۔

”تم نے مجھ پر لیماگا کنویں کا پانی پھینک کر مجھے فنا کرنے کی کوشش کی تھی مکاشو۔ لیکن ایسا نہیں ہوا ہے۔ تمہارے آقا نے میرے آقا کے سر میں گولی ماری تھی اگر تمہارا آقا میرے آقا کے دل میں گولی مار دیتا تو میں بھی فنا ہو جاتا۔ چونکہ ابھی میرے آقا کا دل بند نہیں ہوا تھا اسے لئے مجھے اس کا جسم حاصل کرنے کا موقع مل گیا اور میں فوراً آقا کے جسم میں سما گیا۔ اب میں پھر سے زندہ ہو گیا ہوں۔ آقا کے جسم میں میری طاقتیں ہزاروں گنا بڑھ سکتی ہیں لیکن اس میں کچھ وقت لگے گا۔ مجھے اپنی طاقتوں اور آقا کے جسم کو زندہ رکھنے کے لئے اب چاہ سیاہ میں جانا پڑے گا۔ چاہ سیاہ میں جا کر میں مخصوص عمل کروں گا تو میں دنیا کی سب سے طاقتور اور خوفناک طاقت بن جاؤں گا پھر میں واپس آؤں گا۔ میں تم سے اور تمہارے آقا سے بدلہ لوں گا۔ ایسا بدلہ کہ مرنے کے بعد بھی تم دونوں کی روحیں صدیوں تک بلبلاتی رہیں گی۔ اب میں جا رہا ہوں۔ میرا انتظار کرنا۔ تم دونوں میرا انتظار کرنا میں جلد لوٹ کر آؤں گا اور جس دن میں لوٹوں گا وہ تم دونوں کی زندگیوں کا آخری دن ہو گا قطعی آخری دن“...... اچانک ایک انتہائی گرجدار اور خوفناک آواز سنائی دی۔

”ہونہہ۔ تم جب بھی واپس آؤ گے میں تمہیں اسی طرح سے مار بھگاؤں گا۔ تم جوزف دی گریٹ کو نہیں جانتے۔ جوزف دی گریٹ تم جیسی ہزاروں شیطانی طاقتوں پر ایک اکیلا ہی بھاری ہے“۔

جوزف نے منہ بناتے ہوئے کہا لیکن اس بار جواب میں زامبا کی آواز سنائی نہ دی۔ جوزف چند لمحے وہاں رکا رہا پھر وہ مڑا اور تیز تیز چلتا ہوا عمران کے پاس آ گیا۔

”آپ کو ڈاکٹر کرسٹائن کے دل میں گولی مارنی چاہئے تھی باس“...... جوزف نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

”کیا مجھے الہام ہوا تھا کہ میں ڈاکٹر کرسٹائن کے دل میں گولی مارتا۔ وہ منتر پڑھ رہا تھا جس کی وجہ سے مجھے اپنے جسم سے جان نکلتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ تم نے اسے گولی مارنے کا کہا تو میں نے اس کے سحر سے بچنے کے لئے اس کے سر میں گولی مار دی“...... عمران نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔

”بہرحال جو ہونا تھا ہو گیا۔ زامبا بچ کر نکل گیا ہے۔ ان دونوں کو ختم کرنا بہت ضروری تھا۔ اگر زارکا اور اس کی بہنیں انہیں دیکھ لیتیں تو وہ ہمیں ہلاک کر کے ہماری جگہ انہیں آگے لے جاتیں اور ان کے ذریعے اقارم کے مدفن تک پہنچنے کی کوشش کرتیں۔ یہ بات الگ تھی کہ اگر اقارم ڈاکٹر کرسٹائن کے ہاتھ لگ جاتا تو ڈاکٹر کرسٹائن اقارم کبھی بلیک پرنسز کے حوالے نہ کرتا بلکہ اقارم پر قبضہ کر کے ان سب کو بھی اپنا تابع بنا لیتا۔ مجھے چونکہ ان کے بارے میں پہلے سے معلوم تھا اس لئے میں لیماگا کنویں کا پانی اپنے ساتھ ہی لایا تھا۔ زامبا اسی پانی سے ہلاک ہو سکتا تھا ورنہ اگر یہ میرے مقابلے پر آ جاتا تو شاید میں بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے

تھا اور ڈاکٹر کرسٹائن انتہائی خطرناک طاقتوں کا مالک تھا وہ آپ پر بھی سحر کر سکتا تھا جس کا میرے لئے توڑ کرنا بھی مشکل ہو جاتا۔ اس لئے میں نے آپ کو اسے گولی مارنے کا کہا تھا''...... جوزف نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے زارکا اور اس کی بہنیں بھاگتی ہوئیں وہاں آ گئی اور حیرت بھری نظروں سے زامبا اور ڈاکٹر کرسٹائن کی طرف دیکھنے لگے جو ساکت ہو چکے تھے۔

''اوہ۔ تو وہ دونوں بھی آقا اقارم کے لئے یہاں پہنچ گئے تھے''...... زارکا نے حیرت سے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ یہ ہم پر حملہ کرنے والے تھے اس لئے ہم نے انہیں ختم کر دیا ہے''...... جوزف نے جواب دیا۔

''ہونہہ۔ ہم نے سب دیکھ لیا ہے اور تمہاری باتیں بھی سن لی ہیں۔ اگر ہمیں معلوم ہوتا کہ یہ دونوں یہاں پہنچنے والے ہیں تو ہم ان کی مدد سے بھی آقا تک پہنچ سکتی تھیں بلکہ میں تو یہ کہوں گی کہ تم جنہیں اپنے ساتھ لائی ہو ان سے بہتر یہی دو افراد تھے جو ہمیں آقا تک آسانی سے پہنچا سکتے تھے''...... زارکا کی ایک بہن شارکا نے کہا جس نے سرخ کنگن پہن رکھا تھا۔

''ہاں۔ یہ شیطانوں کے نمائندے ہیں۔ واقعی یہ عمران اور جوزف سے کہیں بڑھ کر ہمارے کام آ سکتے تھے۔ سیاہ پہاڑ میں خود جانے کی بجائے ہم ان دونوں کو بھیج دیتیں تو یہ پہاڑ کے اندر سے ہمارے آقا کا بت نکال کر لا سکتے تھے لیکن اب عمران اور جوزف کو

ہم پہلے اندر نہیں بھیج سکتیں۔ اب ہمیں خود ہی پہلے اندر جانا ہو گا''...... ہارکا نے کہا جس نے نیلا کنگن پہن رکھا تھا۔

''اب یہ ہماری قسمت ہے کہ ہم آقا کے مدفن تک پہنچتی ہیں یا پھر ہم اسی پہاڑ میں فنا ہو جائیں گی''...... سارکا نے کہا جو زارکا کی چوتھی بہن تھی اور اس نے سبز کنگن پہن رکھا تھا۔ اس کی بات سن کر عمران چونک پڑا۔

''کاش۔ ہمیں ان دونوں کے یہاں آنے کا علم ہو جاتا تو ہم عمران اور جوزف کو ہلاک کر کے انہیں اپنے ساتھ لے جاتیں''...... پانچویں جن زادی نارکا نے کہا جس کے پاس سیاہ کنگن تھا۔

''بہرحال جو ہونا تھا ہو گیا۔ اب چلو۔ ہمیں پہاڑ کے پاس جانا ہے۔ پہاڑ میں اب کچھ ہی دیر میں چھ غاریں نمودار ہونے والی ہیں۔ اس سے پہلے کہ وہ بند ہو جائیں ہمیں ان غاروں میں جانا ہے''...... زارکا نے کہا۔

''چھ غاریں۔ کیا مطلب۔ پہاڑ میں چھ غاریں کہاں سے آ گئیں۔ تم نے تو کہا تھا کہ اس پہاڑ میں اقارم کے مدفن تک جانے کا ایک ہی راستہ ہے جس سے گزر کر تم نے پاکیشیا کی اہم ترین فائل اقارم کے مدفن میں پہنچائی تھی''...... عمران نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

''اس پہاڑ میں پہلے ایک ہی راستہ تھا جو سیدھا اقارم کے مدفن

تک جاتا تھا لیکن چونکہ میں نے وہاں جا کر تمہارے ملک کی اہم فائل چھپائی تھی اس لئے اقارم کے مدفن میں بغیر اجازت داخل ہو گئی تھی اس لئے اسے میری مدفن میں مداخلت سمجھا گیا تھا۔ مدفن کے محافظوں نے میرے ساتھ ساتھ میری چاروں بہنوں پر بھی دوبارہ اس مدفن میں آنے پر پابندی لگا دی تھی اور اس مدفن کو محفوظ بنانے کے لئے ان محافظوں نے پہاڑ میں ایک کی جگہ چھ غار بنا دیئے ہیں۔ اب ہمیں ان سب غاروں میں جا کر دیکھنا ہوگا کہ ان میں سے وہ کون سا غار ہے جو آقا اقارم کے مدفن تک جاتا ہے۔ اگر ہم آقا اقارم کے مدفن والے غار کی جگہ کسی دوسرے غار میں جائیں گے تو ہم اس غار میں قید ہو جائیں گے اس لئے ہم ایک ساتھ کسی ایک غار میں جانے کا خطرہ نہیں اٹھا سکتے۔ ان چھ غاروں میں سے آقا اقارم کے مدفن والے غار کو تلاش کرنے کے لئے ہمیں باری باری ان غاروں میں جانا ہوگا۔ مدفن میں جا کر چونکہ تم دونوں ہی آقا اقارم کو جگا سکتے ہو اس لئے ہم تم دونوں کو پہلے کسی غار میں جانے نہیں دے سکتی ہیں۔ اس کے لئے اس بار ہمیں قربانی دینی پڑے گی۔ میرا مطلب ہے کہ آقا اقارم کے مدفن والے غار کی تلاش میں پہلے ہم پانچ بہنیں جائیں گی۔ پہلے آقا اقارم کی ایک کنیز ایک غار میں جائے گی اگر اس کے غار میں جانے کے بعد بھی غار کا منہ کھلا رہا تو وہ اصلی غار ہوگا اور باقی پانچ غاروں کے دہانے خود بخود غائب ہو جائیں گے اور اگر ہم پانچوں میں سے کوئی

کنیز آقا اقارم کے مدفن والے غار کی بجائے غلط غار میں چلی گئی تو ہم جس غار میں جاتی جائیں گی وہ غار بند ہوتے جائیں گے اور ہمیں اس وقت تک اس غار میں قید رہنا پڑے گا جب تک کہ تم دونوں آخری یعنی چھٹے غار میں جا کر آقا اقارم کو جگا کر باہر نہیں لے آؤ گے“...... زارکا نے کہا۔

”لیکن تمہارے آقا اقارم کو ہم کیسے جگا سکتے ہیں۔ تم نے تو کہا تھا کہ اقارم کے مدفن میں جا کر تم ہمیں بتاؤ گی کہ اسے کیسے جگانا ہے۔ اگر تم پانچوں الگ الگ غار میں قید ہو گئیں تو پھر ہمیں کیسے پتہ چلے گا کہ اقارم کیسے جاگے گا“...... عمران نے اعتراض کرتے ہوئے کہا۔

”تم اس کی فکر نہ کرو۔ آقا اقارم کے تابوت پر ایک تختی موجود ہے جسے پڑھ کر تم آسانی سے آقا کو جگا سکتے ہو“...... زارکا نے مسکرا کر کہا۔

”ہونہہ۔ اس قدر قدیم زبان میں کیسے پڑھوں گا“...... عمران نے منہ بنا کر کہا۔

”جب تم اصل غار میں داخل ہو جاؤ گے تو تمہارا یہ مسئلہ بھی حل ہو جائے گا تم آسانی سے آقا کے تابوت پر موجود تختی کی تحریر پڑھ لو گے“...... زارکا نے کہا تو عمران برے برے منہ بنانے لگا۔

”اب چلو۔ اگر ہم اسی طرح وقت ضائع کرتے رہے تو پہاڑ کے چھ کے چھ غار بند بھی ہو سکتے ہیں اور میں چاہتی ہوں کہ

غاروں کے دہانے بند ہونے سے پہلے ہم ان میں داخل ہو جائیں اور ہمیں اس وادی میں رک کر کئی سالوں تک ان غاروں کے دہانوں کے دوبارہ کھلنے کا انتظار کرنا پڑے۔ تم شاید یہ سن کر حیران ہو گے کہ اگر یہ غار اب بند ہو گئے تو پھر یہ دوبارہ ایک ہزار دن اور ایک ہزار راتیں گزرنے کے بعد ہی کھلیں گے۔ اس وقت تک تمہیں ہمارے ساتھ یہاں بھوکا پیاسا رہنا پڑے گا جو تمہارے لئے اور تمہارے غلام کے لئے ناممکن ہو گا“...... زارکا نے کہا تو عمران نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔ زارکا اور اس کی بہنیں ایک بار پھر سیاہ پہاڑ کی جانب بڑھ گئیں۔

”چلیں باس۔ ہمیں بھی اس پہاڑ کے پاس جانا ہے“۔ جوزف نے کہا تو عمران نے اسے گھورتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر وہ دونوں سیاہ پہاڑ کی جانب بڑھتے چلے گئے۔

سیاہ پہاڑ کے چاروں طرف دھواں ہی دھواں چھایا ہوا تھا۔ وہ سب پہاڑ کے سامنے والے حصے کے پاس پہنچ کر رک گئے تھے۔ پہاڑ میں انہیں سامنے کے رخ پر چھ غاروں کے دہانے دکھائی دے رہے تھے جو کھلے ہوئے تھے۔

”تم دونوں ایک غار میں جاؤ گے اور ہم الگ الگ غاروں میں جائیں گی۔ انہی میں سے ایک غار ایسا ہے جو اقارم کے مدفن تک جاتا ہے لیکن ان میں سے وہ کون سا غار ہے یہ ہم نہیں جانتیں۔ ہم میں سے جو اقارم تک پہنچ جائے گا وہ آقا اقارم کا بت لے کر جلد سے جلد غار سے باہر آ جائے گا۔ جیسے ہی اقارم کا بت غار سے باہر آئے گا اس کا باقی سب کو بھی علم ہو جائے گا۔ اگر ہم پانچوں کی جگہ اقارم کے بت تک عمران اور جوزف پہنچ گئے تو انہیں جلد سے جلد اقارم کے بت کو غار سے باہر لانا ہو گا۔ جیسے ہی یہ غار

سے بت نکال کر باہر لائیں گے ہمیں پتہ چل جائے گا اور ہم بھی اپنے غاروں سے باہر نکل آئیں گی اور اگر ہم میں سے کسی کو آقا اقارم کا بت مل گیا تو پھر ہم انہیں بھی غار سے باہر نکال لیں گی''...... زارکا نے ان سب کو تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ پہلے کون جائے گا۔ یہ دونوں یا ہم''...... شارکا نے پوچھا۔

''ہم آقا کی کنیزیں ہیں۔ اس لئے پہلے ہمیں ہی جانا ہو گا۔ میں چونکہ تم سے بڑی ہوں اس لئے پہلے ایک غار میں، میں جاؤں گی۔ اس کے بعد تم اور پھر باری باری جانا یہ دونوں آخر میں جائیں گے۔ ہوسکتا ہے کہ انہیں کسی غار میں جانے کی ضرورت ہی پیش نہ آئے اور میں جس غار میں جاؤں وہی غار مجھے آقا کے مدفن تک پہنچا دے''...... زارکا نے کہا تو ان سب نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔

''عمران۔ تم میری بات سن رہے ہو نا''...... زارکا نے عمران سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

''ہاں سن رہا ہوں''...... عمران نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔

''ٹھیک ہے۔ پہلے غار میں، میں جاتی ہوں۔ اگر میرے جانے کے بعد غار کا دہانہ کھلا رہے تو سمجھ لینا کہ میں صحیح غار میں داخل ہو گئی ہوں اور اگر میرے اندر جاتے ہی غار کا دہانہ بند ہو جائے اور غار غائب ہو جائے تو اس کا مطلب ہو گا کہ یہ درست غار نہیں

ہے اور میں اس میں قید ہو گئی ہوں اور میں اس وقت تک اس غار سے باہر نہیں آ سکوں گی جب تک کہ آقا اقارم کا بت باہر نہیں آئے گا''...... زارکا نے کہا اور پھر وہ تیز تیز چلتی ہوئی ایک غار کی جانب بڑھتی چلی گئی۔ غار کے نزدیک پہنچ کر وہ رکی۔ اس نے پلٹ کر ان کی طرف دیکھا اور پھر وہ مسکراتی ہوئی مڑی اور غار میں داخل ہو گئی۔ وہ غار میں ابھی چند قدم ہی چل کر گئی ہو گی کہ اچانک غار کا دہانہ بند ہو گیا۔

غار کا دہانہ بند ہوتے دیکھ کر زارکا کی چاروں بہنیں بری طرح سے اچھل پڑیں۔

''اوہ۔ یہ درست غار نہیں تھا۔ زارکا اس غار میں قید ہو گئی ہے''...... شارکا کے منہ سے نکلا۔ دوسرے لمحے انہیں پہاڑ سے بند ہونے والا غار غائب ہوتا دکھائی دے رہا تھا۔

''اب تمہاری باری ہے شارکا''...... ہارکا نے کہا تو شارکا نے اثبات میں سر ہلایا اور وہ دوسرے غار کی جانب بڑھ گئی۔ پھر جیسے ہی وہ غار میں گئی وہ غار بھی بند ہو گیا اور غار وہاں سے غائب ہو گیا۔

''شارکا بھی گئی۔ وہ بھی غلط غار میں چلی گئی تھی''...... ہارکا نے کہا اور پھر وہ آگے بڑھی۔ اس کے غار میں جاتے ہی تیسرا غار بھی غائب ہو گیا۔ اسی طرح باری باری وہ پانچوں کنیزیں غاروں میں گئیں مگر غاروں میں جاتے ہی غار نہ صرف بند ہو گئے بلکہ پہاڑ

سے ان غاروں کے نشان بھی غائب ہو جاتے۔

جیسے ہی نارکا پہاڑ کے غار میں جا کر گم ہوئی جوزف بے اختیار اچھل پڑا اور وہ مسرے بھرے انداز میں نعرے لگانے لگا۔

''ہم کامیاب ہو گئے باس۔ پانچوں جن زادیاں اس پہاڑ کی قیدی بن گئی ہیں۔ اب وہ کبھی ان غاروں سے باہر نہیں نکل سکیں گی''...... جوزف نے انتہائی مسرت بھرے لہجے میں کہا تو عمران چونک کر اور حیرت بھری نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

''قید ہو گئی ہیں مطلب''...... عمران نے حیران ہو کر پوچھا۔

''اب میں آپ کو ساری تفصیل بتا سکتا ہوں باس۔ میں اس وقت سے اسی لئے خاموش تھا اور کچھ نہیں کر رہا تھا کہ ہم کسی طرح سے اس پہاڑ کے پاس پہنچ جائیں۔ میں نے آپ کو بتایا تھا کہ میں ان جن زادیوں سے مقابلہ نہیں کر سکتا ہوں اور نہ ہی انہیں کسی طرح سے کوئی نقصان پہنچا سکتا ہوں۔ انہیں ختم کرنے کا یہی طریقہ تھا کہ یہ اپنی مرضی سے اس پہاڑ کی غاروں میں چلی جائیں اور یہ جن غاروں میں جائیں ان میں اقارم کا مدفن نہ ہو۔ ان غاروں میں ہی ان جن زادیوں کو قید کیا جا سکتا تھا ورنہ ان سے چھٹکارا حاصل کرنا ناممکن تھا۔ اسی لئے میں بار بار آپ سے کہہ رہا تھا کہ آپ وہی کریں جس کا شاہ صاحب نے آپ کو حکم دیا ہے۔ کیونکہ ہمارے پاس ان جن زادیوں سے آزاد ہونے کا کوئی راستہ نہیں تھا''...... جوزف نے کہا۔

''اوہ۔ تو یہ بات تھی''...... عمران نے کہا۔

''یس باس۔ اور آپ کو یہ سن کر اور بھی زیادہ خوشی ہو گی کہ آپ نے اپنے جن ساتھیوں کو ہلاک ہوتے دیکھا ہے وہ اصل میں آپ کے ساتھی نہیں بلکہ ان کے سراب تھے''...... جوزف نے کہا اور اس کی بات سن کر عمران حقیقتاً اچھل پڑا۔

''سراب''...... عمران نے حیرت سے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

''ہاں باس۔ وہ صرف سائے تھے جنہوں نے آپ کے ساتھیوں کا روپ دھار رکھا تھا اور انہی کے انداز میں آپ کے ساتھ چلے آ رہے تھے۔ میں نے انہیں پہچان لیا تھا اور میں جانتا تھا کہ ہم جن راستوں پر سفر کر رہے ہیں وہاں ایک ایک انسان کی بھینٹ لازمی طور پر دی جائے گی اور ایک ایک کر کے ہمارے سارے ساتھی ہلاک ہو جائیں گے لیکن وہ چونکہ سراب تھے جنہیں آپ کے ساتھ شاہ صاحب نے بھیجا تھا اس لئے مجھے اس بات کی کوئی فکر نہیں تھی کہ وہ ہلاک ہو رہے ہیں کیونکہ انہیں بھیجا ہی اسی مقصد کے لئے گیا تھا''...... جوزف نے کہا۔

''اوہ اوہ۔ کیا تم سچ کہہ رہے ہو۔ وہ میرے ساتھی نہیں سراب تھے۔ صرف سراب''...... عمران نے انتہائی مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

''یس باس۔ اسی لئے تو میں کچھ نہیں کر رہا تھا۔ پہلے مجھے ان

سب کے بارے میں کچھ معلوم نہیں تھا لیکن جب چوہان کا سراب ہلاک کیا گیا تو اسی وقت فادر جوشوا نے آ کر میرے کان میں ساری حقیقت بتا دی تھی اور فادر جوشوا نے ہی مجھے اس وقت تک خاموش رہنے کا حکم دیا تھا جب تک کہ بلیک پرنسز اپنی مرضی سے ان غاروں میں جا کر قید نہ ہو جاتیں''...... جوزف نے کہا۔

''اوہ۔ یہ سب بتا کر تم نے میرا سیروں خون بڑھا دیا ہے جوزف ورنہ میں تو یہی سمجھ رہا تھا کہ میرے کراسٹی اور صالحہ سمیت سات ساتھی ہمیشہ کے لئے مجھ سے جدا ہو گئے ہیں۔ ایسے ساتھی جن کی ابھی مجھے اور ملک و قوم کو بے حد ضرورت ہے۔ کراسٹی اور صالحہ بھی سراب کا شکار بنی تھیں اور اب یہ پانچوں بھی''...... عمران نے کہا۔

''آپ بے فکر رہیں آقا۔ وہ سب زندہ ہیں''...... جوزف نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اگر وہ زندہ ہیں تو کہاں ہیں''...... عمران نے پوچھا۔

''جب ہم اقارم کا بت توڑ کر واپس آئیں گے تو وہ سب یہاں ہمارے پاس آ جائیں گے''...... جوزف نے کہا اور اس کی بات سن کر عمران کو اپنے سر سے منوں بوجھ ہٹتا ہوا محسوس ہوا۔

''اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ احسان ہے جس نے میرے ساتھیوں کو اب تک محفوظ رکھا ہوا ہے ورنہ میں تو سب حقیقت ہی سمجھ رہا تھا۔ اب مجھے سمجھ میں آیا ہے کہ شاہ صاحب کی طرف سے مجھے اس قدر

سخت انداز میں آگے بڑھنے کا حکم کیوں دیا تھا''...... عمران نے کہا۔

''آئیں باس۔ اب ہم آخری کام بھی ختم کر دیں۔ یہاں چھ غار تھے جن میں سے پانچ ختم ہو چکے ہیں اور ان میں چونکہ اقارم کا مدفن نہیں تھا اس لئے وہ غار اب نہیں کھلیں گے اور جن زادیاں ہمیشہ انہی غاروں کی قیدی بنی رہیں گی۔ جو غار کھلا ہوا ہے اس میں ہے وہ مدفن جہاں اقارم کا بت موجود ہے۔ ہمیں اس غار میں جا کر اس کا بت توڑنا ہے۔ اقارم کا بت ٹوٹ جائے گا تو پھر وہ تین ہزار سال کے بعد تو کیا قیامت تک نہیں جاگ سکے گا۔ تہہ خانے میں ایک بڑی کھوپڑی موجود ہے جس پر ایک موم بتی جل رہی ہے۔ ہمیں فوراً وہاں جا کر وہ موم بتی بھی بجھانی ہے اور کھوپڑی بھی توڑنی ہے۔ اس موم بتی میں اقام کی بدروح چھپی ہوئی ہے۔ اگر اسے معلوم ہو گیا کہ اس کی کنیزیں غاروں میں قید ہو گئی ہیں تو وہ خود ہی موم بتی بجھا دے گا اور اس کی بدروح اس موم بتی سے نکل کر غائب ہو جائے گی۔ اگر ایسا ہوا تو اقارم کا صرف وجود ہی ختم ہو گا اس کی بدروح نہیں''...... جوزف نے کہا۔

''اوہ۔ ٹھیک ہے۔ چلو۔ چلو۔ میرے ساتھی زندہ ہیں میرے لئے یہی کافی ہے۔ اب تم مجھے کسی موت کے کنویں میں بھی چھلانگ لگانے کا کہو گے تو میں خوشی خوشی اس کنویں میں کود جاؤں گا''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو جواب میں جوزف بھی

مسکرا دیا۔

"اور وہ فائل جس کے لئے میں یہاں آیا ہوں کیا وہ بھی اسی غار میں ہوگی"...... عمران نے پوچھا۔

"یس باس۔ زارکا نے وہ فائل سحر سے اقارم کے مدفن میں بھیجی تھی وہ فائل بھی آپ کو وہیں مل جائے گی"...... جوزف نے کہا تو عمران کے چہرے پر اطمینان آ گیا پھر وہ دونوں غار میں داخل ہو گئے۔ اس بار غار میں داخل ہونے سے پہلے جوزف نے تھیلے سے ایک پرانی مشعل نکال کر روشن کر لی جس سے غار کی شیطانی طاقتیں نہ ان کے سامنے آ سکتی تھیں اور نہ ہی انہیں کوئی نقصان پہنچا سکتی تھیں۔

غار اندر سے کشادہ تھا اور اس میں فرعون کے اہراموں جیسے تہہ خانے بنے ہوئے تھے۔ ان تہہ خانوں میں اترتے ہوئے سیڑھیوں کے پاس انہیں ایک آدھی کھوپڑی دکھائی دی جس کا نچلا جبڑا غائب تھا۔ جوزف نے وہ کھوپڑی اٹھا لی اور پھر وہ آگے بڑھے تو انہیں سامنے چبوترے پر ایک اور آدھے جبڑے والی کھوپڑی دکھائی دی۔ اس کھوپڑی پر ایک بڑی سی موم بتی لگی ہوئی تھی جس کا موم پھیل کر کھوپڑی پر آ گیا تھا۔ موم بتی بجھی ہوئی تھی لیکن اس کے سرے سے زرد رنگ کا دھواں سا نکل رہا تھا۔ بجھی ہوئی موم بتی دیکھ کر جوزف کا رنگ بدل گیا۔ اسی لمحے اسے بجھی ہوئی موم بتی سے نکلتے ہوئے زرد دھویں میں دو بوڑھے اور بھیانک چہرے

دکھائی دیئے جو دھویں میں لہریئے لیتے ہوئے اوپر اٹھ رہے تھے۔ جوزف نے فوراً جیب سے گن نکالی اور اس نے لگاتار دھویں میں بننے والے چہروں پر فائرنگ کرنی شروع کر دی لیکن اس وقت تک دونوں چہرے دھویں میں لہریاں لیتے ہوئے غائب ہو گئے تھے۔

"وہی ہوا باس جس کا خدشہ تھا۔ اقارم کی بدروح دوہرا روپ لے کر یہاں سے بھاگ گئی ہے۔ اسے ہماری آمد اور ہمارے ارادوں کا علم ہو گیا تھا کہ ہم اسے ہمیشہ کے لئے فنا کرنے کے لئے آ رہے ہیں۔ اس نے خود ہی موم بتی بجھا دی تھی"...... جوزف نے سرسراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اوہ۔ اب کیا ہوگا"...... عمران نے تشویش زدہ لہجے میں کہا۔

"کچھ نہیں۔ ابھی یہاں اقارم کا بت موجود ہے۔ ہم اسے توڑ دیتے ہیں بت ٹوٹنے کی وجہ سے اقارم فوراً زندہ نہیں ہو سکے گا۔ اس کی پانچوں کنیزیں بھی قید ہو چکی ہیں۔ اقارم ان کنیزوں کے بغیر کسی دوسری مخلوق کا جسم حاصل نہیں کر سکتا۔ جب تک اس کی کنیزیں غاروں سے باہر نہیں آئیں گی اسے بھی زامبا کی طرح کسی چاہ سیاہ میں جا کر رہنا پڑے گا۔ زارکا اور اس کی ساتھی بھی آسانی سے ان غاروں سے نہیں نکل سکیں گی۔ وہ ان غاروں میں نئے اور خوفناک طلسم بنائیں گی اور اپنی طاقتوں سے کسی کو اس طرف آنے پر مجبور کریں گی تاکہ وہ ان طلسمات کو کھول کر اور ان سے گزر کر انہیں غاروں سے آزاد کرا سکیں لیکن اس کے لئے بھی

انہیں کئی سال درکار ہوں گے اور دنیا میں شاید ہی ایسا کوئی انسان ہو جو ان طلسمات میں جا کر انہیں آزاد کرا سکے“...... جوزف نے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”مطلب یہ کہ اقارم اور اس کی کنیزیں ماضی بعید میں ہی کبھی واپس آئیں گے“......عمران نے سکون کا سانس لیتے ہوئے کہا تو جوزف نے اثبات میں سر ہلا دیا پھر جوزف نے تھیلے سے ایک فولادی ہتھوڑا نکالا اور اس ہتھوڑے کو کھوپڑی پر مار دیا جس سے کھوپڑی ریزہ ریزہ ہو گئی۔

”چلیں باس۔ اب ہمیں آگے جانا ہے“...... جوزف نے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر وہ دونوں آگے بڑھتے چلے گئے۔ مختلف راستوں سے ہوتے ہوئے وہ ایک اور تہہ خانے میں پہنچے تو انہیں وہاں فرعونوں کے مزید تابوت دکھائی دیئے۔

ایک جگہ ایک بہت بڑی چٹان دکھائی دی۔ اس چٹان پر ایک سفید رنگ کے بت کی شکل بنی ہوئی تھی۔ اس بت کی شکل اس بوڑھے جیسی تھی جو عمران نے اس کھوپڑی سے نکلتے ہوئے دھوئیں میں بنتے دیکھی تھی۔ بت کے پاس ایک فائل پڑی تھی۔ فائل دیکھ کر عمران تیزی سے اس پر جھپٹا اور اسے اٹھا لیا اور پھر یہ دیکھ کر اس کی آنکھیں چمک اٹھیں کہ وہ فائل اے ایس پی فائل ہی تھی۔ اس چٹان پر واقعی ایک تختی پڑی ہوئی تھی جس پر قدیم عبرانی زبان میں کچھ لکھا ہوا تھا۔ عمران نے تختی اٹھائی اور اس پر موجود تحریر

پڑھنے لگا تو اس کا چہرہ غصے اور نفرت سے سیاہ ہوتا چلا گیا۔ اس تحریر میں لکھا تھا کہ جو بھی اقارم کو جگانے کے لئے اس مدفن میں آئے گا اس کے ساتھ اس کا ایک سیاہ فام غلام ہونا لازمی ہے۔ اقارم کو جگانے کے لئے مدفن میں آنے والے کو سب سے پہلے تابوت کھولنا ہو گا اور پھر سیاہ فام غلام کا سر تابوت پر جھکا کر اس کا سر اس انداز میں قلم کرنا ہو گا کہ غلام کے جسم سے نکلنے والا سارا خون اس تابوت میں جمع ہو جائے اور اس سے اقارم کا جسم خون سے بھر جائے وہ سارا خون خود بخود نہ صرف اقارم کے مردہ جسم میں جان ڈال دے گا بلکہ خون زندگی بن کر اقارم کے جسم کی رگوں میں دوڑنا شروع کر دے گا اور اقارم کے ڈھانچہ نما جسم پر گوشت اور کھال بھی منڈھ جائے گی۔

اقارم کو زندہ کرنے کی شیطانی تحریر پڑھ کر عمران کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا تھا۔ اس وقت تک جوزف نے آگے بڑھ ہتھوڑے سے چٹان کو توڑنا شروع کر دیا۔ جب ساری چٹان ٹوٹ گئی تو اس میں سے ایک تابوت نکل کر ان کے سامنے آ گیا۔ تابوت بند تھا اس پر نہ تو کوئی تالا نہیں لگا ہوا تھا اور نہ ہی اس پر کوئی زنجیر ڈالی گئی تھی۔ جوزف نے ہتھوڑا ایک طرف رکھا اور پھر اس نے آگے بڑھ کر اس تابوت کو کھول دیا۔

تابوت کھلتے ہی ہر طرف تیز اور انتہائی ناگوار بو پھیلتی چلی گئی۔ عمران اور جوزف نے اس بو سے بچنے کے لئے ناک پر ہاتھ رکھ

لئے۔ تابوت میں ایک حنوط شدہ ممی پڑی تھی جو پتھر کی تھی اور وہ
اس قدر بھیانک تھی کہ اسے دیکھ کر عمران اور جوزف کے چہرے پر
بھی خوف کے تاثرات نمودار ہو گئے۔ جوزف نے فوراً اپنے تھیلے
سے وہ کھوپڑی نکالی جو اسے مدفن میں داخل ہوتے ہوئے سیڑھیوں
کے پاس ملی تھی۔ جوزف نے وہ کھوپڑی اقارم کی ممی کے عین سینے
پر رکھ دی پھر اس نے اپنے تھیلے سے ایک بوتل نکالی۔ بوتل کا جیسے
ہی اس نے ڈھکن کھولا اسی لمحے وہاں پٹرول کی تیز بو سی پھیل گئی۔

''یہ تم کیا کر رہے ہو''...... عمران نے اسے پٹرول سے بھری
بوتل نکالتے دیکھ کر حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

''اس لاش کو جلانا بے حد ضروری ہے باس''...... جوزف نے
کہا۔

''لیکن یہ تو پتھر کا بت ہے۔ یہ کیسے جلے گا''...... عمران نے
حیران کر پوچھا۔

''یہ کھوپڑی جو میں نے اس کے سینے پر رکھی ہے یہ اقارم کے
بیٹے کی کھوپڑی ہے آقا۔ اس کھوپڑی کی وجہ سے اقارم کا پتھر کا بنا
ہوا بت اصل حالت میں آ گیا ہے۔ اب یہ آسانی سے جل سکتا
ہے۔ میں اقارم کے ساتھ ساتھ اس کے بیٹے کی کھوپڑی اور یہاں
موجود تمام بتوں کو جلانا چاہتا ہوں۔ یہ چونکہ شیطانی معبد ہے اس
لئے یہاں جیسے ہی آگ بھڑکے گی یہاں موجود ہر چیز موم کی طرح
سے پگھل جائے گی پھر نہ اقارم کا بت رہے گا اور نہ ہی اس کے

کسی خاندان کی کوئی ممی باقی بچے گی''...... جوزف نے کہا اور پھر
اس نے وہاں موجود کاٹھ کباڑ کو اکٹھا کیا اور پھر اس نے جلتی ہوئی
مشعل سے تہہ خانے میں موجود ہر چیز کو آگ لگانی شروع کر دی۔

''چلیں باس۔ اب ہمیں باہر جانا ہے۔ جن زادیوں کے قید
ہونے اور اس بت کے ٹوٹنے سے ہمارا ہارر مشن ختم ہو گیا
ہے''...... جوزف نے مسکراتے ہوئے کہا تو عمران بھی مسکرا دیا۔

''تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ یہ مشن تو واقعی میرے لئے کسی ہارر فلم
سے کم نہیں تھا۔ اگر تم مجھے نہ بتاتے کہ یہ سب سراب تھا تو شاید
اس ہارر فلم کے اختتام پر میرا ہارٹ فیل ہی ہو جاتا''...... عمران نے
کہا۔

''نو باس۔ میرے ہوتے ہوئے آپ کو کچھ نہیں ہو سکتا تھا''۔
جوزف نے کہا اور پھر وہ دونوں اقارم کے مدفن اور اس غار سے
نکل کر باہر آ گئے۔

جیسے ہی وہ غار سے باہر نکلے اچانک تیز گڑگڑاہٹ کی آواز کے
ساتھ غار کا دہانہ بند ہوتا چلا گیا۔

''خس کم جہاں پاک''...... عمران کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔
اسی لمحے انہیں پیچھے سے بھاگتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی
دیں تو وہ دونوں چونک پڑے اور پھر پیچھے موجود ایک غار کے
دہانے سے جولیا، صفدر، کیپٹن شکیل، چوہان اور تنویر کو نکل کر اس
طرف آتے دیکھ کر عمران کے جسم میں جیسے سرشاری کی لہریں سی

دوڑنا شروع ہو گئی۔ کچھ ہی دیر میں وہ سب بھاگتے ہوئے وہاں پہنچ گئے۔

''تم سب کہاں چلے گئے تھے''...... عمران نے ان کی طرف دیکھ کر جان بوجھ کر غصیلے لہجے میں کہا۔

''ہم موت کے منہ سے بچ کر آئے ہیں عمران''...... جولیا نے کہا۔

''موت کے منہ سے۔ کیا مطلب''...... عمران نے چونک کر کہا۔

''باطنی دنیا کے مرحلوں میں ہم تمہارے ساتھ ہی تھے اور ہم پر جو حملے ہوئے تھے وہ بھی جان لیوا ہی تھے لیکن جیسے ہی ہم موت کے منہ میں جاتے اچانک ایک غیر مرئی طاقت ہمیں وہاں سے نکال کر لے جاتی۔ ہمیں خوفناک مرحلوں سے عین اس وقت نکالا گیا تھا جب ہم حقیقتاً موت کے منہ میں پہنچ چکے تھے۔ موت کے منہ سے نکلتے ہی ہم ایک بند غار میں پہنچ جاتے۔ جب ہم سب وہاں جمع ہو گئے اور ایک دوسرے سے حیرت سے واقعات پوچھنے لگے تو وہاں ایک بزرگ آ گئے۔ انہوں نے ہمیں اپنا تعارف سلطان بابا کے نام سے کرایا تھا اور پھر انہوں نے ہی ہمیں بتایا تھا کہ ہم جسے غیر مرئی طاقت سمجھ رہے تھے وہ سلطان بابا ہی تھے جنہوں نے ہمیں موت کے منہ میں جانے سے روکا تھا اور ہمیں اس بند غار میں پہنچا دیا تھا۔ سلطان بابا نے ہمیں تسلی دیتے ہوئے کہا تھا کہ

ہمیں اس وقت تک اس غار میں رکنا ہو گا جب تک عمران اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو جاتا مطلب یہ کہ جب تک تم اقارم کے بت کو فنا نہیں کر دیتے۔ سلطان بابا نے کہا تھا کہ جیسے ہی تم اقارم کا بت فنا کر کے غار سے باہر آؤ گے تو ہمارا بند غار کھل جائے گا اور ایسا ہی ہوا۔ اچانک غار کا دہانہ کھل گیا تو ہمیں یقین ہو گیا کہ تم اپنے مشن میں کامیاب ہو چکے ہو تو ہم فوراً غار سے باہر آ گئے''...... جولیا نے عمران کو ساری تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''مشن۔ توبہ توبہ۔ واقعی یہ میری زندگی کا سب سے خوفناک اور ہارر مشن تھا۔ تم سب جس طرح موت کا شکار بنے تھے وہ دیکھ کر تو میری بھی روح فنا ہونا شروع ہو گئی تھی''...... عمران نے کہا اور ہارر مشن کا سن کر وہ سب مسکرا دیئے۔ جوزف نے جس صفدر کو ہلاک کیا تھا وہ بھی صفدر کا سراب ہی تھا۔ اس لئے جیسے ہی جوزف نے صفدر کو خنجر مارا صفدر اسی وقت غائب ہو کر بند غار میں پہنچ گیا تھا جہاں جولیا اور اس کے باقی ساتھی بھی موجود تھے اور صفدر کی جگہ اس کا سایہ آ گیا تھا جسے جوزف نے خنجر مارا تھا اور عمران نے صفدر کے سائے کو ہی صفدر سمجھ لیا تھا۔

''اب ہم اپنی دنیا میں واپس کیسے جائیں گے۔ ہارر مشن پورا کرنے کے لئے ہم زمین کی نجانے کتنی گہرائی میں پہنچ گئے ہیں''...... کیپٹن شکیل نے پوچھا۔

''ہم جن راستوں سے گزر کر آئے ہیں وہ بھی سراب تھ

حصہ تھے۔ یہ راستے اقارم کو چھپانے کے لئے اس قدر طویل اور خطرناک بنائے گئے تھے اور جن زادیوں کو بھی یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ جن راستوں پر سفر کر رہی ہیں وہ زمین کے نیچے ہیں یا اوپر۔ لیکن چونکہ وہی ان راستوں کے بارے میں جانتی تھیں اور انہیں ہی معلوم تھا کہ اقارم کا مدفن کہاں ہے اس لئے ہمیں بھی مجبوراً ان کے ساتھ اس انداز میں سفر کرنا پڑا تھا''...... جوزف نے کہا۔

''اوہ۔ تمہارا مطلب ہے کہ ہم زمین کی گہرائی میں نہیں ہیں''...... عمران نے چونک کر پوچھا۔

''نو باس۔ ہم اس وقت مصر کے اسی صحرا کے شمال میں موجود ہیں جہاں سے ہم نے اپنا سفر کیا تھا۔ ان پہاڑیوں کے دوسری طرف وہی کھنڈرات ہیں جہاں سے ہم آگے بڑھے تھے''۔ جوزف نے کہا تو عمران ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔

''اوہ تو کیا ہمیں پھر سے صحرا عبور کر کے مصر جانا پڑے گا''...... صفدر نے ہونٹ بھینچ کر کہا۔

''تو کیا ہوا پہلے ہم اندھیروں اور موت کا سفر کر رہے تھے۔ اب ہم روشنی اور زندگی کا سفر کریں گے جو ہنسی خوشی ختم ہو جائے گا''...... عمران نے مسکرا کر کہا تو وہ سب ہنس پڑے۔

''تم تو یہاں کوئی کالی بھوتنی ڈھونڈنے کے لئے آئے تھے۔ ملی کوئی''...... جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ہائے۔ مجھ بے چارے کی ایسی قسمت کہاں۔ لگتا ہے مجھے

ساری زندگی اسی طرح سے کنوارہ رہ کر ہی گزارنی پڑے گی نہ تو مجھے کوئی کالی بھوتنی ملتی ہے اور نہ سفید بھوتنی''...... عمران نے جولیا کی طرف شرارت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا تو جولیا اسے تیز نظروں سے گھورنے لگی۔

''میں تمہیں بھوتنی نظر آتی ہوں کیا''...... جولیا نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''بھوتنی سے پہلے میں نے سفید بھی تو کہا ہے''...... عمران نے کہا اور وہ سب بے اختیار قہقہہ لگا کر ہنس پڑے۔

''لگتا ہے کہ یہ سارا سفر ہی مجھے اندھیرے میں رکھ کر پورا کیا گیا ہے۔ شاہ صاحب اور جوزف ہی سب کچھ جانتے تھے میں تو بس یہاں حیران اور پریشان ہونے کے لئے ہی آیا تھا''...... عمران نے کہا اور اس کی بات سن کر وہ سب پھر ہنس دیئے۔

ختم شد

بلیک زیرو کا اسرائیل میں بطور ایکسٹو ایک یادگار مشن

مکمل ناول

پاور آف ایکسٹو

زیرو کیمپ —— جو پاکیشیا کا بیس کیمپ تھا۔ اس بیس کیمپ پر پاکیشیا سیکرٹ سروس نے حملہ کر دیا۔ کیوں ——؟

زیرو کیمپ —— جس پر حملہ کرنے کے لئے ایکسٹو نے جولیا کو کال کی تھی لیکن یہ کال ایکسٹو کی جانب سے نہیں کی گئی تھی۔ پھر ایسا کس نے کیا اور کیوں ——؟

چیف ایکسٹو —— جو یہ ماننے کے لئے تیار ہی نہیں تھا کہ اس نے ممبران کو بیس کیمپ پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا ہے۔

ڈاگ ایجنسی —— جو انتہائی فعال اور نہایت طاقتور مگر خفیہ ایجنسی تھی۔

ڈاگ ایجنسی —— جو پوری دنیا سے چھپی ہوئی تھی لیکن عمران نے اپنی ذہانت سے اس بات کا پتہ چلا لیا کہ ڈاگ ایجنسی کا تعلق کس ملک سے ہے۔

ڈاگ ایجنسی —— جس کا چیف بلیک ڈاگ تھا اور بلیک ڈاگ عمران جیسے ایجنٹوں کو اپنا غلام بنانا چاہتا تھا۔ مگر کیوں ——؟

بلیک ڈاگ —— جس نے اپنے ایک ٹاپ ایجنٹ کو ہر قیمت پر عمران کے اسرائیل پہنچنے پر اسے زندہ پکڑنے کا حکم دے دیا۔ کیوں ——؟

بلیک زیرو —— جس نے اس مشن کو ایکسٹو کی انا سمجھتے ہوئے ایکسٹو کی حیثیت سے اسرائیل جانے اور ڈاگ ایجنسی کے خلاف کام کرنے کا فیصلہ کر لیا اور عمران نے بھی رضامندی ظاہر کر دی۔ کیا ایسا ہو سکتا ہے ——؟

پرنس چلی —— ایک حیرت انگیز کردار۔ جو ہنسی مذاق میں عمران سے بھی کئی جوتے آگے تھا۔

پرنس چلی —— جو حسینوں کا دیوانہ تھا مگر اس کا اصلی روپ ایسا تھا جس سے اسرائیل میں دہشت چھائی ہوئی تھی۔ اس کا اصلی روپ کیا تھا ——؟

پرنس چلی —— جس نے چیف ایجنٹ کے طور پر ایکسٹو کے ساتھ کام کرنے کا فیصلہ کر لیا اور پھر ——؟

ہارڈ بلٹ —— ایک ایسی کار جسے تباہ کرنے کے لئے ڈاگ ایجنسی نے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا لیکن وہ کار تباہ نہ کر سکے۔ کیوں ——؟

ہارڈ بلٹ —— جس میں ایکسٹو، پرنس چلی اور اس کا ایک ساتھی موجود تھے۔ اس کار کو میزائل مار مار کر اچھال کر دریا برد کر دیا گیا۔ کیا ایکسٹو، پرنس چلی اور اس کا ساتھی کار سمیت دریا برد ہو گئے۔ یا ——؟

وہ لمحہ —— جب ایکسٹو نے ڈاگ ایجنسی کے خلاف پاور آف ایکسٹو کا استعمال کرنا شروع کر دیا۔

وہ لمحہ —— جب ڈاگ ایجنسی کے چیف بلیک ڈاگ کو تسلیم کرنا پڑا کہ پاور آف ایکسٹو کے سامنے اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ کیا وہ ایکسٹو سے ڈر گیا تھا۔ یا؟

چیف ایکسٹو —— جس نے ڈاگ ایجنسی کو ناکوں چنے چبوانا شروع کر دیئے تھے اور ڈاگ ایجنسی کے ایجنٹس ایکسٹو کو ایک بار اپنے قابو کرنے اور اسے دیکھنے کی حسرت کرتے رہ گئے۔

کیا۔ عمران کی جگہ بلیک ڈاگ ایکسٹو اور اس کے ساتھی پرنس چلی پر قابو پا کر انہیں اپنا غلام بنا سکا۔ یا؟ ۔ کیا ایکسٹو اسرائیل سے پاکیشیا سے چوری کیا جانے والا فارمولا حاصل کر سکا۔ یا؟ ایک جوڑ توڑ والی انوکھی اور انتہائی یادگار ناول ۔

(تحریر۔ ظہیر احمد)

600 سے زائد صفحات پر پھیلی ہوئی ایکشن اور سسپنس سے بھرپور کہانی

علی عمران، کرنل فریدی، میجر پرمود اور کرنل زیدی کا مشترکہ ایڈونچر مشن

سلور جوبلی نمبر

مکمل ناول

ہاٹ لائن

☆ حیرت و تجسس اور سنسنی خیز لمحات، جب کرنل ڈیوڈ نے اسرائیل کے ائیر پورٹ پر عمران کو سیلوٹ کیا۔ کیوں ——؟

☆ عمران کی اسرائیلی صدر کے ساتھ میٹنگ، اسرائیلی صدر نے عمران کو اسرائیلی لڑکی کے ساتھ شادی کی آفر کر دی۔ کیوں۔؟ اور کیا عمران نے یہ آفر قبول کر لی ——؟

☆ اسرائیلی صدر نے اپنی ایجنسیوں کو ہدایت کر دی کہ وہ اسرائیل میں آنے والے خطرناک ایجنٹوں کے خلاف کوئی کارروائی نہ کریں۔ مگر کیوں؟

☆ افریقی ملک کیبون کا خطرناک شہر لیراونی جس پر خطرناک مجرم تنظیم ہاٹ لائن کا کنٹرول تھا اور اس شہر میں کرنل فریدی اور اس کے ساتھیوں پر میزائلوں کی بارش کر دی گئی۔ کیا وہ زندہ بچ سکے ——؟

☆ موت اپنے خونی پنجے پھیلائے رفتہ رفتہ عمران کی طرف بڑھ رہی تھی اور عمران اپنی زندگی سے مایوس ہو چکا تھا۔

☆ کرنل فریدی نے عمران اور میجر پرمود کو دھمکی دے دی کہ وہ اس مشن پر کام کرنے سے باز رہیں ورنہ انہیں گولیوں سے بھون دیا جائے گا۔ کرنل فریدی

عمران سیریز میں ایک دلچسپ ماورائی کہانی

ماورائی نمبر

مصنف

ظہیر احمد

لیڈی سادھنا ● کافرستانی لیڈی ایجنٹ جسے کافرستانی پرائم منسٹر ہلاک کرنے کے لئے ایک جنگل میں لے گیا۔ کیوں؟

لیڈی سادھنا ● جسے شارکا جنگل میں موجود ایک مہایوگی نے زندہ جلا کر ہلاک کر دیا۔ کیوں؟

ابلاشا ● ایک بدروح ساحرہ جو انگلی کے اشارے سے خوفناک تباہی لا سکتی تھی۔

ابلاشا ● جسے کافرستانی پرائم منسٹر نے عمران کو ہلاک کرنے پر مامور کرنا چاہا۔ مگر۔

جولیا ● جس کے فلیٹ میں دو دو عمران موجود تھے اور جولیا کو یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو رہا تھا کہ ان میں سے اصل عمران کون ہے۔

جوزف ● جس نے ابلاشا جیسی خطرناک بدروح سے عمران کو بچانے اور اس کی مدد کرنے سے انکار کر دیا۔ کیوں؟

ابلاشا ● جس نے سلیمان کو اپنی ساحرانہ طاقتوں سے اٹھا اٹھا کر پٹخنا شروع کر دیا۔

عمران ● جس پر ابلاشا مسلسل حملے کر رہی تھی۔ مگر......؟

پراسرار کہانیوں کے چاہنے والوں کے لئے ایک یادگار اور انوکھی کہانی

ارسلان پبلی کیشنز اوقاف بلڈنگ پاک گیٹ ملتان

Mob
0333-6106573
0336-3644440
0336-3644441
Ph 061-4018666

E.Mail.Address arsalan.publications@gmail.com